اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

سوانح حیات

شیخ طریقت، امام المعرفت، حکیم زماں، حاذق الامت، عارف باللہ

حضرت مولانا شاہ حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی

حسب ایماء

محترم الحاج ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب مدظلہ محترم الحاج ڈاکٹر کبیر الدین احمد صاحب مدظلہ

ناصر الامت الحاج حکیم ناصر الدین احمد صاحب مدظلہ جانشین حضرت حاذق الامتؒ

نقش فروزاں حضرت مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی مرزاپوری

ترتیب حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

باہتمام

مجلس حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ، تمل ناڈو

ناشر ادارہ اشاعت اسلام دیوبند، سہارنپور

نام کتاب	سوانح حیات حضرت حاذق الامتؒ
حسب ایماء	صاحبزادگان حضرت حاذق الامتؒ
جمع فرمودہ	حضرت مولانا الطاف عزیز قاسمی مرزاپوری
ترتیب	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی
کتابت وتزئین	ابن حبان ولدار قاسمی، حبان گرافکس بنگلور
پروف ریڈنگ	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی
باہتمام	مجلس حاذق الامتؒ پرنامبٹ
تعداد	گیارہ سو
ناشر	ادارہ اشاعت اسلام دیوبند سہارنپور
قیمت	....

ملنے کے پتے

- خانقاہ زکیہ، نظامیہ دواخانہ پرنامبٹ تمل ناڈو
- دارالعلوم محمدیہ لالئر پالیہ بنگلور
- ادارہ اشاعت اسلام دیوبند
- کتب خانہ حنفی ماوَلّی بنگلور
- مولانا محمد عرفان قاسمی، مدرسہ عربیہ الحسنات الباقیات جانسٹھ

سوانح

حضرت حاذق الامت علیہ الرحمہ

یعنی

رہبرِ طریقت، امامِ معرفت وحقیقت، قدوۃ السالکین، اکمل الحکماء، عارف باللہ، حاذق الامت، شیخ الطریق و الشریعت، پیر کامل، رہبر صادق حضرت الحاج مولانا الشاہ قبلہ حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی علمی، عملی، دینی واصلاحی خدمات، تصوف ومعرفت اور حقیقت کے نکات، طبی اور جسمانی علاج کی طویل خدمات اور مبارک زندگی کے دوسرے اہم موضوعات کا دل آویز اور پر کیف

مجموعہ

فہرست

صفحہ	مضـــامین		شمار
22	مولانا الطاف عزیز قاسمی	پیش لفظ	1
25	صاحبزادگان حضرت حاذق الامتؒ	الفتِ رضی وناصر	2
30	مولانا الطاف عزیز قاسمی	اظہارِ تشکر	3
32	محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی	میرے شیخ میرے پیر	4
36	ڈاکٹر اظہار افسر اسعدی رحیمی	میری طرف سے	5
43	از: ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب	میرے والد حاذق الامتؒ	6
44	از: مولانا محمد ادریس حبان رحیمی	مرشد الملتؒ	7
46	از: ڈاکٹر اظہار افسر	قطعات مرثیات	8
48	از: جناب خطیب اقبال احمد صاحب	نوحۂ غم	9
49	الحاج محمد اسلام صاحب اسلام	میر کارواں رخصت ہوئے	10
51	مولانا محمد نسیم اللہ مظاہری	تعزیت نامہ	11
53		مادہ ہائے تاریخ وفات	12
54		حاذق الامت کا مختصر سوانحی خاکہ	13
57		سن ولادت وجائے پیدائش	14
58		حکیم الاسلامؒ کی نظر میں دوسرا دیوبند	
58		اپنے خاندان کے مایہ ناز سپوت	

	حضرت اجمل خان کے شاگرد خاص حکیم عبدالباریؒ	59
	۶۰ سال تک ایک ہی مسجد میں امامت کے منصب پر فائز رہے	59
	پرنامیٹ میں حضرتؒ کی علمی خدمات	60
15	تعلیم کے ساتھ تربیت کا اہتمام	61
	سائیکل سیکھنے کا واقعہ	63
	طب تعلیم	63
	حضرت مصلح الامتؒ سے بیعت وارشاد	65
	نیت کی اصلاح ضروری ہے	65
	حضرت حاذق الامتؒ کی شیخ سے عقیدت ومحبت	66
	خاموش مجلس پر حکیم الاسلامؒ کی یاد آگئی	67
	محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ صاحب اعظمیؒ کی حضرت مصلح الامتؒ سے ملاقات	67
	لا الہ الا اللہ کے متعلق حضرت مصلح الامتؒ کا انوکھا واقعہ	68
	دو صاحبزادیوں کا انتقال مصلح الامتؒ بہت غمگین	70
	لقمان کو حکمت کون پڑھائے ایوب کو صبر کون دلائے	70
	مصلح الامت کا اظہارِ عبدیت	71
	زندگی گزارنے کے لئے مصلح الامتؒ کی ہدایت	72
16	آہ! حاذق الامتؒ — مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی	73
17	حاذق الامتؒ کا سفر حج	78
	سفر کی مشقتوں کو جھیلنا	78
	حرم کی نیکیوں کا ثواب	79

	سفر حج کے متعلق کچھ معلومات	81
	آب زمزم کی فضیلتیں	93
	آب زمزم سے نیت پر فیصلہ حدیث سے ثبوت	93
	حضرت جبرئیل کی خدمت اور اسماعیل کی سبیل	93
	حضور کا حجۃ الوداع میں زمزم پینا	94
	نیک لوگوں کے پانی سے پیا کرو	94
	آب زمزم سے "تحنیک" اور بیماروں پر چھڑکنے کا ثبوت	95
	آب زمزم پینے کی مسنون دعا	95
	آب زمزم کھڑے ہو کر پینا افضل کیوں	96
	مدینہ منورہ سے مکتوب گرامی	96
18	تذکرہ شیخ ثانی مسیح الامتؒ	98
	مسیح الامتؒ سے رجوع ہونے کی خواب میں اشارت وبشارت	98
	عمل قلیل بھی قرب وقبول میں زیادہ	99
	شیخ کی محبت واطاعت	99
	جلال آباد کو جمال آباد بنادیا، مسیح الامتؒ کی تربیت کا اثر	100
	مسیح الامتؒ کی مجالس کی تاثیر	101
	شیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت	102
	اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محبوب بنالے	103
	شیخ سے محبت وتعلق	104
	اہل اللہ کی خدمت میں فنائیت ہی کام آتی ہے	104
	بیعت وتلقین کی اجازت	105

	فقیہ الامت مولانا محمود الحسن گنگوہی کا خواب	105
	حاذق الامت کی تعبیر وتشریح	105
	فقیہ الامت کا خواب	106
19	شیخ کی زیارت کیلئے اچانک جلال آباد کی حاضری	107
	اوہ حکیم صاحب ہیں!	107
	اپنے شیخ سے ملاقات کے لئے دور دراز کا سفر	108
	مدارس کے طلباء پر خصوصی شفقت	110
	قرآن کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے	111
	مساجد کے اور مدارس کے اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک	111
	کیسے کیسے مسائل آپ چٹکیوں میں حل فرمادیتے	112
	امامت مقتدیوں کی شامت	112
	دوچار آدمی تو اعتراض وفساد کے لئے ہی ہوتے ہیں	113
	مساجد کے ائمہ حضرات کی تربیت کا انداز	115
	مسنون دعاؤں کی عظمت اور حاذق الامت کا مزاج	115
	توحید پر نظر اور اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر خود اعتمادی پیدا کرنا	116
	انتظامیہ سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیے	116
	معذور بھی دو قسم کے ہوتے ہیں	117
	ذمہ داران مدارس ومساجد سے ائمہ واساتذہ کے حقوق کی وکالت	118
	تزکیہ نفس پر خصوصی توجہ	118
	تزکیہ نفس سے وساوس اور خطرات کی پہچان ہوتی ہے	119
20	سفر آندھرا پردیش اور کچھ لطائف	120

	آملیٹ پر ایک لطیفہ	120
	مستعمل لفظ مصالحہ ہے یا مسالہ حضرت والا کی تحقیق	121
	سلسلہ کے نام پر ناراضگی کا اظہار	121
	ہم کہنے لگے مسیحی، زکی حضرت والا کی مثال بے مثال	122
	ذکر کی ماہانہ مجلسیں منعقد کرنا بے سود	122
	سلسلوں کو ایک نام دے دیا گیا ہے	122
	کلاہِ مبارک کی بات	122
	یعقوب حضرت کی آمد سے حضرت والا نہایت مسرور	123
	مسیح الامتؒ کی شفقت	123
	فراخی رزق، وسعت قلب اور کشادہ و پرفضا مکان کی دعا فرمائی	123
	سفر کرتے وقت اہتمام کے ساتھ دعاؤں کی پابندی	124
	کسی عارف باللہ سے کیا زنا کا بھی صدور ہو سکتا ہے	124
	اللہ تعالیٰ کے حالات چھپاؤ اور احکامات کو بیان کر دو	126
	ایک اختیاری معذور کا علاج آپ کی حکمت اور تدبیر کا اثر	126
	ایک شاعر کے شعر پر حضرت والا کی تضمین	127
	انبیاء کرام ہی تجلیات الٰہی کے متحمل ہو سکتے ہیں	128
21	اترانچل کا سفر	129
	اصلاح کا انداز	131
	حضرت مسیح الامتؒ کی شخصیت	132
	سلامی کیا رسم ہے	132
	مدرسہ جامع العلوم میں حضرت والا کا وعظ	135

	درمیان میں تھوڑا وقفہ تفریح کے لئے	136
22	جلال آباد اور تھانہ بھون کا آخری سفر	138
23	تصوف بھی انسانیت سکھانے کا نام ہے	144
	مرید ہو جانا کافی نہیں ہے	144
	وظیفے اور چلوں کو ہی درست کرنے پر زور	145
	کامل شیخ کی علامت	146
24	مصلح الامتؒ کا سفر حج	148
	حضرتؒ کا مجاز کون؟ وصال کے بعد ایک پریشانی	148
	مصلح الامتؒ کا وصال، کیسا مسیح الامتؒ کا خیال	149
	مسیح الامتؒ کی پرنا مبہٹ تشریف آوری دواخانہ کو بھی شرف بخشا	150
25	تزکیۂ نفس	151
	مجاہدہ سے محبت نصیب ہوتی ہے	152
	مریدین ومتوسلین کا اکرام، حاذق الامتؒ پر اللہ کا کرم	152
	تواضع سے بے حد سرور ہوا	154
	حاذق الامتؒ کا طریقۂ اصلاح نفس	154
26	اقوال زکیہؒ	157
27	ملفوظات	164
	بیعت لا مقصد	164
	محبت ہی اصل ہے!	165
	اتفاق واتحاد ضروری!	165
	مسلک اور فرقہ میں کیا فرق ہے	165

	اولیاء پر اعتراض سے ایمان باقی رہتا ہے	166
	حقیقی اور اصلاحی تعلق	166
	نماز کی پابندی	166
	سودی قرض سے بچنا	167
	ٹی وی اور گانوں سے پرہیز	167
	موت دعاء سے ٹل جاتی ہے	167
	علم کی فضیلت	168
28	اصلاح معاشرہ	171
	اللہ کے حقوق	171
	بندوں پر اللہ کے حقوق	172
	پیغمبروں کے حقوق	172
	چند حقوق اس طرح ہیں	173
	فرشتوں کے بھی کچھ حقوق	174
	صحابہ کرام اور اہل بیت کی عظمت ضروری ہے	174
	علماء اور مشائخ کا احترام کرو	175
	ماں باپ کا حق کیا ہے؟	175
	ماں باپ کے انتقال ہو جانے پر ان کا حق کیسے ادا کرے	176
	دادا، دادی، نانا، نانی کو غنیمت جانو	177
	خالہ ماموں، ماں کے مثل، چچا پھوپھی، باپ کے مثل	177
	اولاد کی دیکھ بھال	177
	سوتیلی ماں کے ساتھ حسن سلوک	178

	بہن بھائیوں میں کیسے رہنا چاہئے	178
	رشتہ داروں کے ساتھ حضرت والا کا سلوک	179
	اپنے شیخ و پیر و استاذوں کا رتبہ	179
	شاگرد اور مرید کیسے ہوں	180
	میاں بیوی کو آپس میں رہنے کی ہدایت	181
	میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کے حقوق	181
	شوہر کے حقوق	182
	سسرال والے رشتہ داروں کے حقوق	182
	پڑوسی کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے	183
	سفر کا پڑوسی	184
	یتیموں ضعیفوں کا دھیان	184
	مہمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی	185
	دوستوں کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے	186
	دوستی سے عقائد و اعمال کی جانچ کرلے	187
	عاق کرنا خلاف شرع ہے	188
	غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کریں	189
	جانوروں کو بھی تکلیف نہ دیں	189
	اہل مدارس، طلبہ اور مدرسین کو اصلاحِ معاشرہ کی طرف توجہ	190
	ہدایات برائے اساتذہ کرام	190
	سالکین کے لئے کچھ ہدایات اور نصیحتیں	191
29	علوم و معارف حاذق الامتؒ	195

حضرت والا کے پسندیدہ اشعار	195
خیر و برکت کہاں چلی گئی؟	195
روپیہ پیسہ بچانے کا آسان طریقہ	196
سید سلیمان ندویؒ پر رقت، حضرت تھانویؒ کی صحبت کا اثر	197
اسٹیم بھرنے کے واسطے رائے پور چلا جاتا ہوں	197
لگن تڑپ ہو تبھی توجہ و شفقت اثر کرتی ہے	197
مرنے کے بعد قبر سے بھی فیض پہنچتا ہے، ہمارے اکابر کا مسلک	198
تین حالتوں کے اندر ہی انسان رہتا ہے	198
ماضی پر استغفار	198
دو حال پر صبر و شکر	199
شکر کسے کہتے ہیں اس کی برکت کیا ہے	200
مستقبل پر اعاذہ کرے	201
مخالفین تو کانٹے ہیں ان سے دامن بچا کر نکل جاؤ	201
آج کے اللہ والے اگرچہ موم بتیاں ہیں ان سے ہی کام لے لو	202
فتنوں سے حفاظت کی دعا	202
عقیدت و محبت دونوں میں بہت فرق ہے۔	202
الرجال قوامون علی النساء	203
مردوں کی کوتاہیاں اور غصہ عورتوں پر	203
کائنات سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے	204
مخالفین و مفسدین سے بچاؤ کا مسنون طریقہ	204
ہر آدمی کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلاء ہے	204

	ایک بادشاہ کا عجیب وغریب واقعہ	204
	ہماری مثال بچوں کی ہے	206
	عورتوں کا مزاج اور شریعت کا سلوک	207
	روٹی نہیں تو کیک سے کام چلائیں	208
	دعا میں یاد رکھنا اور دعا کرنا دونوں میں فرق ہے	208
	اذان کے بعد کی دعا	209
	رضائے شیخ اور رضائے مولیٰ دونوں میں فرق	209
	عدل اور فضل سے کائنات گھری ہوئی ہے	209
	ایمان پر خاتمہ، روزی کبھی تنگ نہیں ہوتی	209
	مواعظ حسنہ کا سلسلہ ہے لیکن ہدایت کا پتہ نہیں	210
	سند فراغت کا مطلب	210
	بعض علماء بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے	210
	آج کل کے اوراد و وظائف اور ادعیۂ ماثورہ میں بڑا فرق ہے	211
30	ملے کس سے آہ شفائے — از: ول مولانا محمد ادریس حبان رحیمی	212
31	مجلس حضرت حاذق الامتؒ نمبر ۱	217
	حیات طیبہ کیا ہے	217
	مسائل مقدم ہیں فضائل بعد میں	218
	مسائل کو سیکھئے	218
	ناواقفیت کا علاج	219
	مسائل مقدم کرنے میں سستی	219
	عمل معمولی چیز نہیں	220

مومن کی شان	220
معاملات صحیح کیسے رکھیں	221
زری کے کپڑوں کا مسئلہ	221
علماء کرام سے ربط رکھیں	221
زندگی کی خیر و برکات کیسے پائیں	222
ہمارے نوجوانوں کا حال	222
دوستی کرنے سے پہلے کیا دیکھنا چاہیے	223
مومن کیسے زندگی گزارے	223
حضور کی خدمت میں غیر مسلم بھی آتے تھے	224
غیروں سے کیسا تعلق رکھے	224
میں اجتماع میں جانے سے نہیں روکتا	224
حضرت مسیح الامت مسیحا کیسے بنے	225
عورتوں کی فضول خرچیاں	225
اختلاط سے بچیے	226
تقویٰ کیا ہے	226
زبان پر قابو رکھو	227
آنکھوں کی حفاظت	227
دن بھر کے کاموں کا محاسبہ کرے	228
ہر آدمی ولی بن سکتا ہے۔	229
علم اور حلم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں	229
عورتوں کو عالمہ کے ساتھ حلیمہ بننا چاہیے	230

32	مجلس حضرت حاذق الامتؒ نمبر ۲	232
	حدود کا پاس ولحاظ ضروری	232
	شوق نفس ضروری ہے۔	232
	ماں باپ کا مقام اوران کی خدمت	233
	ماں باپ کی اہمیت	234
	ماں کی خدمت کا صلہ	235
	حضرت اویس قرنیؒ نے مغفرت کی دعا کی	236
	بیوی کے حقوق کا خیال رکھیں	236
	اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو	237
	حاجی کے لئے کیا حکم ہے	237
	حج کے دوران بلا مشغولیت	237
	ذوق وشوق کے ساتھ عمل زیادہ بہتر	238
	ذکر کی مجلس	239
	ذکر کی مجلس بعد میں پہلے فرائض	239
	نفس کا دھوکہ	240
	خانقاہ میں آدمیت پیدا کی جاتی ہے	241
	بعض دفعہ وظیفہ سے بھی لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے	241
	نماز کس طرح پڑھی جائے	241
33	مجلس حاذق الامتؒ نمبر ۳	243
	احکامات الٰہی حسب موقع نازل ہوئے	243
	افضل الذکر کیا ہے	244

	ساری رات اللہ کے ذکر میں شمار ہوتی ہے	244
	بخارا کے ایک بزرگ سے ملاقات	245
	شیخ آئے ہیں ایک جائے نماز لادو	246
	اللہ کا ذکر فتنوں کا سد باب	246
	ہر عمل اللہ کے لئے کرو	247
	عمل میں پہلے ریاکاری بعد میں اخلاص پیدا ہوتا ہے	248
	آپریشن کے وقت بھی ذکر جاری تھا	249
	سوتے وقت بھی دل میں ذکر جاری رہتا ہے	249
	طبعی محبت	250
	اللہ تعالیٰ سے محبت قائم کرلو	250
	کامل شیخ کون ہے	251
	اپنے طور پر تجویز نہ کرو	252
	اللہ تعالیٰ کی رضا ہی اصل مقصد ہے	253
	اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتے	254
34	مجلس حاذق الامتؒ نمبر ۳۴	255
	بنی اسرائیل کے ایک عابد کا عبرت آموز واقعہ	255
	جب عابد کو جہنم کے کنارے لے جایا گیا	257
	اپنی عبادتوں پر نظر نہ رکھیں	258
	نماز کے بعد استغفار کرنا چاہئے	258
	حضورؐ کی جانب سے عبدیت کا اظہار	259
	جو بھی ہوگا اللہ کے فضل سے ہوگا	259

	ایک جلیل القدر محدث کی اللہ کے دربار میں پیشی	260
	ہر آن اپنی ذات کو اس کے سپرد رکھو	261
	سلطان محمود غزنوی کا عجیب وغریب واقعہ	261
	بندہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کرے	263
	پوری توجہ اللہ پر رکھو	264
	نیک اور صالح ہونے کا گمان شیطانی وسوسہ ہے	265
	حضرت عمر کا خوف اور خشیت	265
	ہمیشہ اپنے عمل کا جائزہ لیں	266
35	صحبت با اہل دل — از: مولانا رئیس الاسلام باقوی	267
36	حضرت حاذق الامتؒ، کچھ یادیں کچھ باتیں	270
37	مجازین وخلفاء حضرت حاذق الامت	274
38	تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے — از: حافظ محمد امجد علی، پرتاسبٹ	276
39	......اور حسن کا گلزار مرجھا گیا — از: مولانا حافظ محمد عثمان پرتاسبٹ	279
40	درخشاں ستارہ — از: ابن حبان ولدار	282
41	پرتاسبٹ میں عید الفطر	284
42	مجلس صیانۃ المسلمین کی اہمیت حضرت حاذق الامتؒ کی نظر میں	287
43	بیانات وتقاریر	292
	خطاب ا	292
	قلب سے کدورتیں دور کرنا	292
	عقیدہ کا مطلب	295
	آیت کے دوسرے حصے کی تفصیل	295

	اصلاحی تعلق مقصد	296
	ایک سبق آموز واقعہ	296
	امام غزالیؒ کا ایک اور واقعہ	297
	حضرت تھانویؒ نے اس سے بچنے کی تدبیر بتائی	298
	دو کام کی باتیں	299
	یہ یدون وجہ	299
44	خطاب ۲	300
	دنیا میں مال کی ضرورت ہے	300
	مال ضرورت کی چیز ہے	301
	مال کے حقوق	301
	مال وبال جان بھی ہے	301
	مال بڑی نعمت بھی	302
	اولیاء اللہ بھی مالدار تھے	302
	مال کی محبت دل میں نہیں	303
	نفع پر خوشی نہیں نقصان پر غم نہیں	303
	آج کے مادی دور میں ہمارا حال	304
	امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی بڑے مالدار تھے	304
45	خطاب ۳	305
	تقویٰ کے برکات	305
46	خطاب ۴	316
	سلوک وتصوف کیوں بدنام ہے	316

47	خطاب ۵	330
	مسلمانوں کے ملکوں میں اسلامی کردار نہیں	330
	مسجد قاسم کی تعمیر	333
48	خطاب ۶	334
	مسجد کی تعمیر صاحب ایمان کرتے ہیں	334
49	خطاب ۷	337
	صبح وشام اللہ کا نام لینے والوں کے اقسام	337
	یریدون وجھہ	338
50	خطاب ۸	340
	مدرسہ رفیق العلوم آمبور میں خطاب	340
51	زندگی کے آخری لمحات حضرت والا کی خدمت میں	343
	بنگلور کا سفر	346
	شعبان کی پندرھویں شب حضرت والا کے ساتھ	348
	مدرسہ مدینۃ العلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت	350
	طاق راتوں میں ستائیسویں رات	350
	حضرت حاذق الامتؒ کی زندگی میں ہمارا ایک تبرک	350
	عید الفطر منائی گئی حضرت والا کے ساتھ	354
	۵ر دسمبر کو حضرت والا کی آخری مجلس	356
	حضرت والا کی خواہش پر آخر میں احقر سے دعا	356
52	بیماری اور وفات	357
	سفر سلیم	357

	مرض کی ابتداء	359
	پرتاپ گڑھ کی تیاری	360
	مدرسہ مظاہر علوم سیلم کے ذمہ دار مولانا عبید اللہ کے مکان میں حاضری	360
	حضرت والا کے ساتھ آخری مغرب کی نماز	360
	حضرت کی تکلیف دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے	361
	آخری نماز مغرب اور آخری چائے	361
	حاذق الامتؒ کا آخری سفر	362
	غسل	371
	نماز جنازہ	371
	انسانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ	372
	تدفین	372
53	حضرت حاذق الامتؒ ممتاز محقق عالم دین اور پیر طریقت از: حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی	373
54	اے کائنات! ماتم قحط الرجال کر از: شاکر احسن پرتاپ گڑھ	377
55	تعزیتی پیغام اور خطوط	382
	یہ زخم کسی ایک کا نہیں سب کا ہے	382
	تعزیتی پیغامات	383
	تعزیتی پروگرام کا انعقاد	384
	تعزیتی جلسہ	384
	حضرت کی حیات میں جمعہ کے دن کی مجلس	386
	یادان کی سب کو رلائے	386

56	ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے	388
	دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں تعزیتی اجلاس	388
57	بتادے حاذق الامت یہ دیوانے کہاں جائیں	391
	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی کا خطاب	391
58	تعزیت نامہ	394
59	آخری سفر از: مولانا عبدالواحد قاسمی ارریاوی	398
60	پرناہمٹ میں ایک نورانی تقریب جانشین حضرت حاذق الامتؒ ڈاکٹر ناصر الدین احمد کو دستار خلافت وفضیلت تحریر: شاعر اسلام مولانا اظہار افسر صاحب	403
61	فخر العلماء محمد ایوب رحمانی صاحب (گریاتم) کی طرف سے مبارکباد و تائید تحریر: حضرت مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی	412
62	رفقاء وہم عصر حاذق الامتؒ	415
63	اساتذۂ کرام حاذق الامتؒ	418
64	عاشقانِ حاذق الامتؒ	419
65	شاگردانِ حاذق الامتؒ	422
66	خلفاء ومجازین حضرت حاذق الامتؒ	423

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے اندر ہر دور میں ایسے ایسے معزز و محترم اور پاک باز شخصیتوں کو پیدا کیا جن کی خوشبو سے یہ امت مہکتی رہی ہے۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت تھی جو دور اول اور صفِ اول کے سپاہی کہلائے،جن میں ہر صحابی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق "اصحابی کا النجوم" کے مصداق چمکتے ہوئے ستاروں کے مانند ہیں جن کی روشنی میں چلنے والے حضرات "اهتديتم" کی بشارتِ عظمیٰ سے ہمکنار ہوتے ہیں اور رشد وھدایت سے مالا مال ہوجاتے ہیں۔اس کے بعد پھر تابعین،تبع تابعین،ائمہ،صلحاء،اولیاءکرام،علمائے کرام،مشائخ عظام میں گراں قدر شخصیات دنیا میں رونق افروز ہوئیں جن کی قربانیوں کے طفیل امت روشنی حاصل کرتی رہی۔

دورِ حاضر کی ایک شخصیت جنوبی ہند کی رونق،اور شمالی ہند کی روشن کی ہوئی ایک شمع،میدانِ طریقت کے شہ سوار،اور دریائے معرفت کے غواص،حامل اسرار،منبع انوار،زاہد زمانہ،عابد یگانہ،خاصانِ مسیح الامتؒ،سرمایہ خاندانِ چشتیہ حاذق الامت حضرت اقدس قبلہ مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔آپ کی تعریف کیا کی جائے کہ آپ قوسِ قزح کے مثل ایسی پہلودار شخصیت ہیں کہ اس میں طرح طرح کے رنگ سمٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آپ کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے بس میں امام غزالیؒ کی کتاب "احیاء

العلوم" میں سے ایک حدیث مبارکہ جو حضرت داؤد علیہ السلام سے متعلق ہے یہاں نقل کرنا موزوں سمجھتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں دریافت کیا، الٰہی تیرے گھر میں (جنت میں) کون رہے گا اور تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص میری عظمت کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اپنا دل میری یاد میں کاٹتا ہے اور اپنے نفس کو میرے لئے شہوات سے روکتا ہے، بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور مسافر کو جگہ دیتا ہے اور مصیبت والے پر ترس کھاتا ہے وہی میرے گھر میں رہے گا اور اسی کی نماز قبول کرتا ہوں۔ اسی شخص کا نور آسمان میں مثلِ آفتاب کے چمکتا ہے اگر وہ مجھ کو پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے عطا کرتا ہوں، جہل کو اس کے لئے میں علم کر دیتا ہوں، اس کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے جنت الفردوس کی بہشتوں میں ہے کہ نہ اس کے میوے خشک ہوں گے اور نہ میوے گریں گے۔

حضرت حاذق الامتؒ ان تمام صفات سے متصف اور ان کمالات سے معطر تھے۔ حضرت کی مجالس وخطبات اور سادہ گفتگو سب میں ایسی تاثیر تھی اور ایسا مٹھاس تھا کہ پتھر بھی موم ہو جائے اور مٹھاس کی وجہ سے ہر جگہ آپ کے چاہنے والوں کا اژدھام لگا رہتا تھا۔ ہمارے احباب کی یہ خواہش ہوئی کہ حضرت والا کے حالات کو یکجا کر دیا جائے اور سوانح حضرت حاذق الامت کے نام سے شائع کیا جائے۔

اس عظیم اور اہم کام کے لئے راقم الحروف کو چنا گیا، حضرت ناصر الامت مدظلہ کا ممنون ہوں کہ آپ نے ناچیز کا انتخاب فرمایا، آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دعا گو

ہوں کہ اس ادنیٰ سی کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر راقم الحروف کو بھی اپنے چاہنے والوں میں شمار فرما آمین اور تمام متوسلین ومعتقدین ومحبین وجملہ مسلمین کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے آمین۔

حضرت حاذق الامتؒ کے لاڈلے اور چہیتے خلیفہ ومجاز مولانا محمد ادریس حبان رحیمی نے مسلسل سوانح کے لئے اپنا تعاون پیش کیا اور وقت عنایت فرمایا، آپ کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ حضرت والا کی سوانح منظر عام پر آسکی ہے، جزاك الله

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے محبوب سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے محبوب کی زندگی کے لکھے ہوئے حالات بنام سوانح حاذق الامت قبول فرمائے اور سب سے پہلے اس کے محرک اور تمام معاونین اور سامعین وناظرین کو سلسلۂ چشتیہ سے بہرہ مند فرما کر اپنی محبت، اپنے قرب، اپنی اطاعت، اپنے دیدار اور اپنی عنایت والطافِ بے انتہا سے نوازے۔ قلوب واجسام کی اصلاح فرمائے اور دینی ودنیوی جملہ ضروریات ومہمات کو انجام دے کر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین یا رب العلمین، وآخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين۔ والصلوة والسلام على رسوله محمد صلى الله عليه وسلم و آله و اصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

محمد الطاف عزیز قاسمی، مرزاپوری

امام خطیب مسجد سبحانی اپ نگر ابنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفتِ رضی و ناصر

صاحبزادگان حضرت حاذق الامتؒ

نظامیہ دواخانہ، خانقاہ زکیہ قاضی اسٹریٹ پرنامبٹ

جب تک یہ انسانی مشین ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ، ناک، دماغ اور دل کام کرتے رہیں گے تو اس کو زندہ آدمی (زندہ مشین کہا جائے گا) اور جب یہ سب کام کرنا بند کر دیں اور روح اس کے اندر سے نکل کر اپنے اصلی مقام پر پہنچ جائے تو اسے لاش کہا جاتا ہے۔

حالانکہ اس میں سے ابھی کوئی عضو بھی کم نہیں ہوا، صرف ''امر ربّ'' نے اس پنجرہ کو تنہا چھوڑ دیا، یہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں رہا بلکہ اس کو مردہ کہا جانے لگا، اب دنیا میں جو چیزیں اس کی ملکیت میں تھیں خود بخود اس کی ملکیت سے نکل گئی اور وارثین کے تصرف میں چلی گئی، تو معلوم ہوا کہ انسانی اعضاء کا نام زندگی نہیں بلکہ روح کی موجودگی کا نام زندگی ہے۔

مالک کائنات نے ہر ذی روح کو ایک زندگی دی ہے اور اس کو امانتاً دی گئی ہے، ایک مقررہ وقت آتا ہے اور یہ زندگی اس سے واپس لے لی جاتی ہے، پھر یہ چلتی پھرتی مخلوق زمین پر رہنے کے قابل نہیں رہتی بلکہ اس کو زمین کے نیچے (قبر میں) پہنچا دیا جاتا ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یہ سلسلہ اب سے نہیں بلکہ جب ابوالبشر سیدنا حضرت آدم کے بیٹوں میں نزع پیدا ہوا اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو اس کو ٹھکانے لگانے یعنی زمین کو سونپنے کا کام بھی ایک کوے جیسے حقیر پرندہ نے بتایا تھا جو سارے پرندوں میں نکما اور خود غرض کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں روح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے "یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی" اے ہمارے محبوب اگر کوئی تم سے پوچھے کہ روح کیا ہے تو بتادو کہ یہ امر رب ہے۔ رب کا امر ہوتا ہے تو ڈھانچہ میں جان آجاتی ہے اور وہ چلنے پھرنے لگتا ہے اور رب کا امر ہوتا ہے کہ اب اس ڈھانچہ کو چھوڑ کر باہر نکل تو یہ بے جان ہوکر گلنے اور سڑنے لگتا ہے، کسی بزرگ کو کسی نے کہا کہ آپ کا چہرہ کیسا ہو رہا ہے کچھ گرد آلود ہے یا فکر مند ہے، چہرہ پر خوشی کے آثار نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ابھی کیا دیکھا ہے اگر اس چہرہ کو دیکھنا ہے تو جب دیکھنا جب اس جسم سے روح نکل جائے گی اور مٹی کے سپرد کر دیا جاؤں گا، تو آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آئیں گے، چہرہ کا گوشت سڑ جائے گا، ناک سے کیڑے نکلتے ہوں گے اور سرین کمر سے مل جائے گی، تمام گوشت کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے گا اور ہڈیوں کا بدصورت پنجرہ رہ جائے گا، اس وقت اس کی خوبصورتی دیکھنا۔

آج ذرا سی بات ہو جائے تو چہرہ کا رنگ پھیکا پڑنے پر افسوس کیا جاتا ہے، ارے افسوس تو اس وقت ہوگا جب سارا جسم زمین کھا جائے گی اور ہڈیوں کا بے جان پنجرہ پڑا رہ جائے گا۔

لیکن کچھ قلوب ایسے ہوتے ہیں جن کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے نہ وہ ان کے گوشت کو کھا سکتی ہے نہ بال نہ کھال کو اور نہ ہی کفن کو، وہ انبیاء علیہم السلام اور راہِ حق کے مجاہدین، شہدا، صدیقین اور اپنے رب کی رضا پر اپنا خونِ جگر بہانے والے بہادر اور

شجاع، ایمان کے جذبوں سے معمور، جن کو قبر آغوش میں لینے کے لئے بے تاب اور ماں سے زیادہ ممتا کے ساتھ اپنی گود میں سمیٹنے کے لئے تیار ہے انہیں کو کہا جاتا ہے محبوب رب العالمین! ان کو ڈھونڈو تو وہ ملیں گے انبیاء کے رتبہ پر، حواریوں کے رتبہ پر، صحابہ کے رتبہ پر، تابعین کے رتبہ پر اور تبع تابعین کے رتبہ پر، جن کی زندگی خواہشات اور نفسِ امارہ سے مبرّا تھی، جن کی نظر میں یہ دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں تھی، لیکن انہوں نے بھی اپنا وقت ہمارے اور آپ کے درمیان گذارا، انہوں نے بھی دنیا میں کھایا اور پیا، پہنا، سوئے بھی روئے بھی اور ہنسے بھی لیکن ان کے یہ سارے کام دوسرے انسانوں سے نرالے تھے وہ جو بھی کرتے اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے کرتے تھے، جو بھی کھاتے اپنے رب کی عبادت سمجھ کر کھاتے، ہنستے یا روئے تو بھی عبادت سمجھ کر، ان کا کوئی کام اپنے نفس کے لئے نہیں تھا۔

ان کی روح ان کا دماغ ان کا دل اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے بے تاب رہتا، وہ اپنے رب کے دیدار کے لئے بے قرار رہتے، ان کو قرآن نے یوں مخاطب کیا ہے "یا ایتھا النفس المطمئنة ترجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" اے اطمنان وسکون والی روح جا اپنے رب کی طرف، تیرا رب تجھ سے راضی اور خوش ہے اور داخل ہو جا اپنے رب کی بنائی ہوئی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، نہ وہاں غم ہوگا اور نہ فکر، نہ وہاں کسی قسم کی بیماری اور نہ کسی دشمنی کا خوف، تیرے رب نے تیری عبادت اور نیکی کا بدلہ دیا ہے۔ بلکہ قرآن نے یہ بتایا ہے "بل احیاء عند ربھم یرزقون" وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو رزق پہنچایا جاتا ہے۔

کہیں قبر کھودی جاری تھی یکا یک برابر سے دیوار کی مٹی گری تو دیکھا کہ ایک صالح مرد سویا ہوا ہے اس کا کفن میلا بھی نہیں، ایک چھوٹا انگور کا خوشہ ایک چھوٹی سی بیل میں لگا ہے ان انگوروں سے رس قبر میں سونے والے کے منہ میں ٹپک رہا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کی زندگی اور موت دونوں پاک ہیں، ان کی زندگی بھی دینا کے لوگوں کے لئے قابل رشک ہے اور موت بھی رب سے ملاقات کا بہانہ۔

والد محترم، رہبر اور پیرو مرشد کی سوانح حیات شائع ہو رہی ہے، ان کے اوصاف اور کمالات، ان کا تقویٰ، پرہیزگاری، ان کا تصوف، اصلاح وتربیت اور تزکیۂ نفس کا انداز اور چھوٹوں سے شفقت اور بزرگوں کا اکرام، علماء کی تواضع اور خاطر مدارات، مہمان نوازی کا قرینہ، غیر مسلموں سے رحم وکرم کا برتاؤ، مخالفین سے الفت اور محبت کا انداز، مریدین متوسلین سے ہمہ وقت ہمدردی، اخوت اور پیار کا لہجہ، ناگواری کے وقت تحمل اور برداشت، رشتہ داروں سے حسن سلوک، ملازمین کے ساتھ نرمی، پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی، ضرورت مندوں کے لئے جود وسخا کے پیکر، کبھی بلند آواز سے کلام نہیں، کبھی بے جا گفتگو نہیں، پروقار اور دھیمی آواز سے مجلس میں گفتگو، آنے والے پر یہ تاثر کہ سب سے زیادہ مجھی کو چاہتے ہیں، غرض ہم لوگ کیا کیا عرض کریں، وہ ہمارے والد بھی تھے ہمارے رہبر بھی تھے، استاذ بھی تھے، سرپرست بھی، مرشد بھی تھے، مربی بھی، ان کی زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ باعث سبق وعبرت ہے، نہ ہم میں وہ صلاحیت نہ خوبی کہ ان کے مقام اور رتبہ کو اپنی نوک قلم سے بیان کر سکیں، جو بھی لکھا گیا ہے بحمد للہ تعالیٰ بہت خوب ہے لیکن یہ حضرت کی زندگی اور ان کے محاسن اور تذکار کا دسواں حصہ بھی نہیں، بہرحال حضرت مولانا محمد الطاف عزیز صاحب مرزا پوری اور حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی ودیگر احباب کرام نے حضرت والاؒ کے حالات کو قلمبند کیا ہے اور پہلی جلد جلدی ہی منصۂ شہود پر آرہی ہے، ہم تینوں بھائی اور بہن، والدہ صاحبہ اور دیگر رشتہ داران تمام حضرات کے ممنون ہیں کہ جنہوں نے حضرت والا کے حالات کو یکجا کرکے طباعت

کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مریدین ومتوسلین کے لئے خصوصاً نافع بنائے اور ہم تمام کے لئے ذریعۂ نجاۃ اور ذخیرۂ آخرت بنائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

طالب دعا

ڈاکٹر رضی الدین احمد

ڈاکٹر کبیر الدین احمد

حکیم ناصر الدین احمد

نظامیہ دواخانہ، خانقاہ زکریہ پرنامبٹ، تمل ناڈو

۲۵ / مارچ ۲۰۰۹ء بروز منگل

اظہارِ تشکر

سوانح کی تکمیل کے لئے جن حضرات نے اپنا تعاون پیش کیا ہے اس فہرست میں حضرت حکیم شاہ ناصر الامت مدظلہ العالی کا نام ہے اور دوسرا نام حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم کا ہے جن کی کاوشوں اور لگن سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچا، اگرچہ مولانائے محترم نہایت مصروف ہیں، ایک طرف دارالعلوم کی علمی خدمات، پھر رحیمی شفاخانہ میں آنے والے مریضوں کا اژدہام اور پھر روحانی فیوض وبرکات کے لئے حاضر ہونے والوں کی کثیر تعداد، گویا آپ ہمہ وقت کاموں میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمہ جہتی خدمات کا حامل بنا رکھا ہے، جمعہ کے دن حضرت حاذق الامتؒ کے طریقہ پر مجلس ہوتی ہے اور ذکر اللہ بالجہر ہوتا ہے، اور پورے عالم اسلام کے لئے دعائے خیر ہوتی ہے۔

حضرت حاذق الامتؒ کی نظرِ کامل نے آپ کو کندن بنادیا، اور حبیب الامت کے نام سے آپؒ کے صاحبزادوں نے آپ کو موسوم کردیا، ہندوستان بھر میں آپ حبیب الامت کے نام سے پکارے جاتے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ اصلاحِ امت کے لئے ایک فکرمند قلب عطا فرمایا ہے، اس لئے آپ کو سلوک معرفت اور تزکیۂ نفس کے لئے چن لیا گیا ہے۔ بلالحاظ مذہب وملت مسلمان اور ہندو، عیسائی سب کے سب آپ سے رجوع ہیں، آپ جن کو نہ صرف دواء دیتے ہیں بلکہ ان کے لئے ایمان کی بھی فکر فرماتے ہیں، آپ آپنے شیخ حاذق الامتؒ کے نقشِ قدم پر ہیں مدرسہ بھی ہے، شفاء

خانہ بھی، خانقاہ بھی، دواخانہ، جماعت خانہ بھی، مہمان خانہ بھی، مدرسہ کے ساتھ دنیوی تعلیم کمپیوٹر سنٹر بھی آپ نے قائم کیا ہے، بہرحال ایک موقع پر جانشین حاذق الامتؒ حضرت حکیم ناصرالدین احمد صاحب نے کتاب کی ترتیب کا کام حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی کو سونپا اور مجھے فرمایا آپ لکھ لکھ کر دیتے جائیں، کونسا مضمون اور عنوان کہاں آئے گا یہ حبیب الامت کی ذمہ داری ہے۔

چنانچہ کام شروع کردیا گیا، اگرچہ بندہ اس کام کا اہل نہیں تھا لیکن حضرت حاذق الامتؒ کی برکت سے اور حضرت والاؒ کے صاحبزادگان کی بدولت یہ کام آسان ہوگیا اور مولانا حبان صاحب کی کاوشیں شامل حال ہیں۔ مضامین کی ترتیب، ڈی ٹی پی اور طباعت کے دیگر مراحل میں آپ کی رہنمائی شامل حال ہے۔

یہ حضرت کی سوانح کا حصۂ اول ہے، انشاء اللہ دوسرا حصہ بھی جلد ہی شروع کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے سوانح کی تکمیل میں کسی بھی طرح تعاون فرمایا ہے۔ اور اس کتاب کو امت کے لئے عموماً اور حضرتِ والاؒ کے متعلقین کے لئے خصوصاً نافع بنائے اور ذریعۂ نجات وفلاح بنائے، آمین۔

والسلام

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

محمد الطاف عزیز قاسمی

امام خطیب مسجد سبحانی اُپ نگر بنگلور

میرے شیخ میرے پیر

الحمد لله و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد! اللہ تعالیٰ کا لاکھوں کروڑوں شکر واحسان ہے کہ اس نے انسانوں کی رہبری اور ان کی ہدایت کے لئے معلم یعنی انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آخری کتاب کو اسلام کا دستور العمل بنا کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما کر کائنات انسانی پر احسان عظیم فرمادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد "العلماء ورثة الأنبياء" کے تحت یہ ذمہ داری اکابر اور مشائخ کے سپرد کردی گئی اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا، امت کی اصلاح وتربیت کے لئے اکابر ومشائخ کا وجود ہمہ وقت ضروری ہے اور خانقاہوں سے یہ روشنی چہار عالم پھیلتی رہتی ہے، جو مختلف مدارس، مختلف سلاسل کے ذریعہ دین زندہ ہے اور اس کی رہبری اور حفاظت کے لئے اولیائے کرام نے ہمیشہ ریاضت ومجاہدات اور تزکیہ نفس کے لئے ماحول کو سازگار بنائے رکھا، انہیں اجلہ شخصیات میں ایک اہم نام نامی اسم گرامی عارف باللہ، شیخ طریقت، پیر کامل، حاذق الامت حضرت مولانا الشاہ حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا بھی ہے، جن کا فیضان ہندوستان میں جنوب تا شمال یکساں جاری وساری ہے اور آپؒ کے فیضان کی کرنیں پاکستان ودیگر ملکوں تک بھی پہنچیں اور تشنہ لبوں اور قلوب کو سیراب فرمایا۔

اس ناچیز کی یہ خوش قسمتی ہے کہ زندگی کے آخری دور میں حضرت حاذق الامتؒ کے آستانہ کا شرفِ نیاز حاصل ہوا، اور ایسا نیاز کہ جس نے جبین نیاز کا سلیقہ سکھا دیا، دل

کو آداب محبت سے پُر کرایا، اصلاح کا طریقہ ایسا عمدہ اور آسان کہ نرمی، محبت اور شفقت کے لبادہ میں سب کچھ سمجھا دیتے اور اصلاح فرما دیتے کہ سامنے والا بعد میں خیال کرتا تھا کہ حضرت والاؒ نے یہ باتیں میرے لئے ارشاد فرمائی ہیں۔

بڑا ہی نازک موقع ہوا اور جذبات بھڑکا دینے والا موقعہ ہوا، ایسے بہت سے مواقع آئے کہ حضرت والاؒ پُرسکون اور صبر و تحمل کے پیکر بنے رہے، زبان پر اُف تک نہ آیا، اسی کو علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔ ؎

شور دریا سے کہہ رہا ہے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

زندگی نام ہے اتھل پتھل اور انقلابات کا اور اسی میں امتحان ہے انسانیت کا، علمیت کا، اور عملیت کا اور انسان کے مزاج کو سمجھنے اور دیکھنے کا، یہ سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ میں نے حضرت والاؒ کو دیکھا، یہ گویا حضرت والاؒ کی مبارک زندگی کے آخری ماہ وسال تھے لیکن حضرت کو دیکھا تو فنائیت کا ادراک پیدا ہو گیا، بلکہ یوں کہا جائے کہ حضرت کو دیکھا کہ ''تو مرمٹا'' ابتداء میں شکایت کی کہ حضرت دل اتنا سخت ہو گیا ہے کہ آنسو بھی نہیں آتے، فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے بھی یہی شکایت کی تھی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے، حاجی صاحب نے فرمایا: ہاں رونا بھی آجائے گا! بس پھر ایسا رونا شروع ہوا کہ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں ''میرے پاس خوبصورت پھولوں کا ایک لحاف تھا اتنے آنسو بہے کہ سارے پھولوں کا رنگ مندمل ہو گیا، واللہ حضرت حاذق الامتؒ نے یہ واقعہ سنایا تو یہ کیفیت ہو گئی کہ چار سال تک آنسو ہی نہیں رکے، ضبط اور تحمل کے بعد بھی آنسو رخساروں پر آ ہی جاتے، بندہ یہ خیال کرتا کہ لوگ کہیں گے کتنا ریاکار ہے ہر وقت آنسو ہی بہاتا ہے، غرض حضرت کی کیا کیا باتیں عرض کروں ایک دفتر چاہیے لکھنے کے لئے، ایک عرصہ چاہیے سب کچھ بتانے کے لئے، آپ محقق عالم

دین بھی تھے، صاحب طریقت ومعرفت بھی، مصلح بھی تھے اور امین بھی، متقی وپرہیزگار بھی، حکیم بھی تھے اور معالج روحانی بھی، ڈاکٹر بھی تھے اور روحانی آپریشن کرنے والے سرجن بھی، شفیق بھی تھے، مربی اور ہمدرد بھی اور امام بھی تھے، اور پیر بھی اور پیروں کو راستہ دکھانے والے بھی، ایک سچے انسان تھے اور انسانیت کا درس دینے والے بھی، ایمان والوں کے لئے منبع انوار، غیر مسلموں کے لئے مونس وغمخوار، پڑوسیوں کے لئے مہربان، دوستوں کے لئے محبت اور رحمت کا مجسمہ، دشمنوں کے لئے عفوودرگذر کا پیکر، دنیا اور حب دنیا سے بیزار، متبع سنتِ رسولؐ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا نمونہ بے مثال۔ غرض آپؒ کی زندگی بھی مبارک تھی اور آپ کی موت بھی مبارک کہ رب العزت کو آپؒ کا سجدہ ایسا پسند آیا کہ پھر دنیا میں واپس نہ فرما کر اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لیا کہ قیامت کے دن بھی آپؒ حالت سجدہ میں رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

مہلت ملے کہ خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

حضرت مولانا الطاف عزیز قاسمی دامت برکاتہم نے حضرت والاؒ کی سوانح لکھی، حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی زندگی کا اس میں عشر عشیر بھی احاطہ نہیں کیا گیا لیکن ہم جیسوں کے لئے اس میں بے پناہ سامانِ عبرت ونصیحت ہے، عمل کرنے کے لئے ایک جملہ بھی کافی ہے، جو بھی لکھا گیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے بلکہ لکھنے کا صحیح حق ادا نہیں ہو سکا، فرصت ملی اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مولانا الطاف صاحب حضرت والاؒ کی سوانح کا دوسرا حصہ بھی ترتیب فرمائیں گے، میں حضرت والاؒ کی سوانح کی اشاعت پر حضرت والاؒ کے صاحبزادگان خصوصاً حضرت ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب اور حضرت حکیم ناصر الامت ناصر الدین احمد صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ حضرت والاؒ کے

عقیدت مندوں اور جاں نثاروں کی تسلی اور تشفی کا سوانح حیات کی شکل میں علم وعمل کا یہ خزینہ مہیا فرما کر حضرت والاؒ کی تعلیمات کو زندگی کے لئے مشعل راہ بنا دیا، اللہ تعالیٰ سب کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے،سوانح کی پوری کتابت (ڈی ٹی پی) اور اس کی ترتیب اور طباعت کے جملہ مراحل کے لئے عزیزی مولوی محمد عثمان حبان دلدار اور ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی عرف محمد حارث حبان ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ نے سعی فرمائی اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، وہ ہمارے سلسلہ کے تمام حضرات کی جانب سے شکریہ کی مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اشاعت کی ذمہ داری حضرت مولانا محمد عارف صدیقی نے لی ہے وہ بھی بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کی سوانح کے حصۂ اول کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر حضرت کے اہل خانہ اور اہلِ خاندان، رشتہ داروں اور مریدین ومتوسلین کے لئے ذریعۂ نجات بنائے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

تا قیامت ان کا مرقد نور سے معمور ہو
ہے دعا حبان کی وہ محبوب و مغفور ہو

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اصحابہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

والسلام

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۹؍مارچ ۲۰۰۹ء

میری طرف سے

شاعر اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر اظہار افسر اسعدی رحیمی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت حبیب الامت عمت فیوضہم، بانی و مہتمم دار العلوم مصباح التوحید بنگلور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد۔

سلطان شہاب الدین محمد غوری ہندوستان کو فتح کرنے کی غرض سے یہاں آیا، اجمیر کے مہاراجہ پرتھوی راج کے بھائی کھانڈے راؤ جو دہلی کا حکمراں تھا اس سے تراوڑی کے میدان میں راست مقابلہ ہوا، کھانڈے راؤ بہت بہادر تھا، شہاب الدین کھانڈے راؤ کے نیزے سے زخمی ہوکر گھوڑے سے گرنے ہی والا تھا کہ ایک خلجی وفادار نوجوان اچک کر گھوڑے کی پیٹھ پر آ بیٹھا اور ایک ہاتھ سے سلطان کو سنبھالا دوسرے سے تلوار چلاتا ہوا نرغہ سے باہر نکل گیا، سلطان کو زخمی حالت میں دیکھ کر فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑی ہوئی، اس شکست فاش سے سلطان کو بہت صدمہ ہوا، اس نے قسم کھائی کہ اس ذلت آمیز شکست وناکامی کا بدلہ لینے تک وہ نہ چین سے سوئے گا اور نہ پیٹ بھر کھانا کھائے گا، چنانچہ ہر وقت جنگی تیاریوں میں مصروف رہنے لگا، ایک رات خواب میں ایک پاکیزہ نورانی صورت بزرگ کو دیکھا جو فرمارہے تھے ”شہاب الدین ہندوستان کی طرف جلد توجہ کر! خداوند کریم تجھے اس ملک کی بادشاہت عطا کرے گا“ سلطان کے دل میں اس غیبی بشارت نے جہاد کی آگ

لگادی، صبح اٹھ کر بھرے دربار میں جب سلطان محمد غوری نے یہ خواب بیان کیا تو جرنیلوں، کرنیلوں اور عمائدین کے دلوں میں جذبۂ جہاد امنڈ پڑا، چنانچہ کچھ ہی دن بعد معہ لشکر ہندوستان کی طرف نکل کھڑا ہوا، پہلے کی طرح اسی تراوڑی میدان میں مقابلہ ہوا اور پرتھوی راج کو بھاری شکست سے دوچار ہونا پڑا، وہ سر پر خاک اڑاتا ہوا میدان سے فرار ہوگیا، تراوڑی کی فتح کے بعد دوسرے چھوٹے موٹے محاذات سے نپٹتا ہوا سلطان جب اجمیر پہونچا تو یہاں اسے کچھ درویشوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ اجمیر میں کچھ اللہ والے بھی موجود ہیں، سلطان کو فقیروں اور درویشوں سے عقیدت تھی، اس جذبۂ عقیدت نے اسے بے قرار کردیا لہٰذا ایک دن کچھ خاص مشیروں کو لے کر ان اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ یہ دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا کہ جن نورانی چہرہ والے بزرگ نے اسے ہندوستان پر دوبارہ حملہ کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے بادشاہت کی بشارت دی تھی وہ ان درویشوں کی جماعت کے سردار خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری ہیں، جو اس کفرستان میں توحید کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں اور جن کی بدولت لاکھوں بندگانِ خدا ابدی امن وسلامتی کے گہوارہ میں جھول رہے ہیں، انہیں (خواجہ اجمیریؒ دنیا کے اعتبار سے بے تاج تھے مگر اللہ کے نزدیک تاجور بادشاہ تھے) نے ہندوستان کو اللہ کے حکم وفضل سے شہاب الدین محمد غوری کی گود میں ڈال دیا، اللہ اپنے مخصوص اور طاعت گذار بندوں میں اسی طرح کے کمالات پیدا فرمادیا کرتا ہے، ایسے متبعین ومخلصین ہر زمانہ میں اللہ نے پیدا فرمائے ہیں جن کے جھونپڑوں کے آنگن میں عزت، دولت، حکومت تھرکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں دہلی کے بڑے بڑے امیروں، وزیروں اور بادشاہوں کی تمنا ہوا کرتی تھی کہ صحبت میں کچھ ہی دیر سہی رہیں مگر حضرت کسی کو منھ نہ لگاتے تھے، علاء الدین خلجی بادشاہِ وقت عمر بھر ترستا ہی رہا مگر قدمبوسی کی خواہش

پوری نہ ہو سکی، بادشاہ درخواست کرتا تو مسترد کر دی جاتی جب بادشاہ کا اصرار حد سے بڑھا تو حضرت کی خدمت میں تحریری عرضی پیش کی، حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تو اپنی بادشاہت کے زعم میں آئے گا بھی تو فقیر کے گھر کے تین دروازے ہیں، تو ایک سے آئے گا تو میں دوسرے سے باہر نکل جاؤں گا اور زیادہ تنگ کرے گا تو تیرا ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا، اللہ غنی یہ ہے اللہ والوں کی شانِ بے نیازی۔

یہ حقیقت ہے کہ ان درویشوں اور اللہ کے فقیروں نے دولت مندوں، بادشاہوں کو کبھی منہ نہیں لگایا اور نہ ہی کبھی یہ کوشش کی کہ ان کی دولت کا کچھ حصہ بھی ان کے لنگر خانوں میں جمع ہو، اس لئے کہ ولایت اور قلندری خود اتنی بڑی بادشاہت ہے جس کے آگے دنیا کی بادشاہت اور حکومت ماتھا ٹیکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، بڑے بڑے راجے مہاراجے بادشاہ اپنی اپنی سلطنتوں اور ملکوں کی بقا اور تحفظ کے لئے ان بوریہ نشینوں کی چوکھٹوں پر جبین نیاز خم کرنے کے لئے آتے تھے، اکبر جیسا جلالت مآب شہنشاہ حکومت کی بقا کے لئے اپنے ایک وارث کی تمنا لے کر حضرت سلیم چشتی کی خانقاہ میں حاضری دینے کے لئے پاپیادہ جانے پر مجبور ہوا۔

یہ تو تھیں اگلے وقتوں کی باتیں، فی زمانہ بھی ایسے مردانِ خدا اور اللہ کے نزدیک اونچا مقام و مرتبہ رکھنے والے اولیائے کرام سے میدان خالی نہیں ہے، جو نہ تو اہل زر و مال سے متاثر ہوئے اور نہ حکومتوں سے خوفزدہ اور اگر کسی نے اپنی طاقت کے برتے پر ان خاک نشینوں کو مرعوب کرنے کی ناکام کوشش کی تو اس کا انجام بھی اس نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا، برٹش حکومت کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ اس کو نہ صرف حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ اپنے ناپاک وجود سے ہندوستان کی سرزمین کو پاک کرنا پڑا۔ ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں مگر مضمون کی طوالت کے خیال سے اسی پر اکتفا کر رہا ہوں۔

اوپر کے واقعات لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ اللہ والوں کی ٹھوکروں میں زمانہ ہوتا

ہے ہم جس ہستی اور شخصیت کے بارے میں یہ چند سطور قلمبند کر رہے ہیں وہ بھی اسی درجہ کی شخصیت تھی، یعنی حضرت حاذق الامتؒ خلیفہ حضرت مسیح الامتؒ، خلیفہ حضرت تھانویؒ، خلیفہ پیرانِ پیر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔

حضرت حاذق الامتؒ کبھی کسی طاقت سے مرعوب نہ ہوئے، نہ امراء کے دباؤ میں آئے اور نہ کبھی کسی لالچ نے حضرت کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا کیا، اس لئے کہ آپ کی تربیت ایسے ہی اکابرینِ امت کے سائے میں ہوئی تھی کہ دنیا جن کے پیروں میں سجدہ ریز رہتی تھی، اور جنھوں نے بڑے بڑے حکمرانوں کے سرِ مغرور کو نیچا دکھانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی یعنی خاندانِ امدادیہ، ہمارا بھی اصلاحی تعلق اسی خاندان سے شروع ہوا اور ابھی بھی اسی خاندان سے ہے، غالباً ۱۹۶۲ء انیس سو باسٹھ میں حضرت مولانا سید حامد حسن صاحبؒ بابا امروہوی خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ سے ہمارا اصلاحی تعلق قائم ہوا، اس کی بعد حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے اور پھر پیر و مرشد حبیب الامت حضرت مولانا حکیم و ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی عمت فیوضہم فاضل دیوبند بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوشِ عالم، کے توسط سے حضرت حاذق الامتؒ سے ہوا، جب ہم پہلی بار حضرت حاذق الامتؒ کے دربار عالی وقار میں ایک نورانی اور روحانی قافلہ کی معیت میں جس کے امیر پیر و مرشد حضرت حبیب الامت ہی تھے اور شرکاء میں برادرم جناب سید محمد افضل صاحب سکریٹری محمدیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، جناب عبدالرحمٰن عرف بابو بھائی، ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی ایڈیٹر ماہنامہ نقوشِ عالم اور حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب قاسمی خلیفہ حضرت حاذق الامتؒ و مرتب ''سوانح حضرت حاذق الامتؒ'' حاضر ہوئے اور حضرت کی فیض رسا نظر ہم پر پڑی تو یک لخت ہماری کیفیت کچھ سے کچھ ہوگئی جبکہ اتنی جلدی متاثر ہونے والوں میں سے ہم نہیں

تھے، مگر حضرت کی نظر کے طاقتور پہلوان نے ہمیں پہلے ہی داؤ میں چاروں شانے چت کر دیا، حضرت کی نظر کا پہلا ہی تیر دل میں پیوست ہو گیا اور ہماری زبان سے بے ساختہ نکلا ؎

روح وجان وقلب کو تسکین میسر آ گئی
سچ ہے اللہ والوں کی نظر میں جادوئی اثر ہوتا ہے

شاعرِ مشرق نے ٹھیک ہی کہا ہے ؎

نگاہ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حاذق الامتؒ واقعی دورِ حاضر کے ولی کامل درویشِ وقت حق پرست وحق پسند وضعدار شخصیت کے مالک تھے، فرائض کی ادیگی، سنن کی پابندی، حقوق شناسی آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی، محسنِ کائنات جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولایت کی یہی کسوٹی بتائی ہے کہ اگر کسی کو ولایت کے درجہ پر فائز دیکھنا چاہتے ہو تو اتنا دیکھ لو کہ وہ سنتوں کا پابند ہے کہ نہیں، اگر کوئی شخص سنتوں کا پابند نہیں اور آسمان پر اڑتا ہے یا پانی کے سینہ پر نماز پڑھتا ہے تو وہ ولی نہیں ہو سکتا، ہمارے حضرت حاذق الامتؒ الحمدللہ پابندِ شرع نیک خصلت بااخلاق انسان تھے، ہم مشکور ہیں پیر ومرشد حضرت حبیب الامت مدظلہ العالی کے کہ ہم کو آستانۂ زکیہ کا غلام ہونے میں مدد دی، حضرت حاذق الامتؒ کے وصال کے بعد ہم نے حضرت حبیب الامت ہی کے دامن کو تھامنے میں بہترائی اور کامیابی سمجھی اس لئے حضرت ہی سے رجوع ہو گئے، حضرت کی دریا دلی یہ ہے کہ اپنے خدام کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے خلافت جیسی عظیم ذمہ داری کا بوجھ بھی ہمارے ناتواں کاندھوں پر ٹیک دیا۔ ؎

درویش وقت نے مجھے یہ حوصلہ دیا
قطرہ تھا ایک بحر مصفا بنا دیا

صحرا کی خاک چھانتی پھرتی تھی زندگی
آوارگی کو جینے کا عرفان دے دیا

خوش ہوں کہ حضرت حبیب الامت مدظلہ العالی خلیفہ ومجازِ بیعت حضرت حاذق الامتؒ اور حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ حضرت حاذق الامتؒ نے حضرتؒ کی حیاتِ باصفات، حالات وواقعات کو جمع کر کے اکتسابِ فیض کی غرض سے عوام وخواص کے ہاتھوں تک پہونچایا اور دوسرا پہلو میرے نزدیک ایک یہ بھی ہے بقول شاعر ؎

یہ بھی سنا ہے موت کو کہتے ہیں زندگی
جینے کا خیر نام ہے لیکن جیے چلو

شاعر نے موت کو زندگی سے تعبیر کیا ہے، آپ کہیں گے موت زندگی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس خیال میں ہم بھی آپ کے شانہ بشانہ ہیں واقعی موت زندگی نہیں ہو سکتی، مگر شاعر کہتا ہے کہ اللہ نے جتنی زندگی آپ کو دی ہے اس کو اس طرح گذارو کہ لوگ آپ کو بھلائی کے ساتھ یاد کریں، اور آپ کے اوصافِ حمیدہ کے چرچے لوگوں کی زبانوں پر ہوں اپنے کارہائے نیک کے ذریعہ وہ نقوش چھوڑو جس سے لوگ مرنے کے بعد بھی آپ کو اچھے نام کے ساتھ یاد کریں، اسی کو شاعر نے زندگی کہا ہے۔

ہمارے حضرت حاذق الامتؒ نے یوں تو اپنی خوش خلقی، خوش طبعی، خوش مزاجی، خوش گوئی اور خوش معاملہ کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں تاہم ایک یادگار دستاویز کے طور پر سوانح کا کتابی صورت میں منصہ شہود پر آنا بھی ضروری تھا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

قابلِ ستائش ہیں پیر ومرشد حضرت حبیب الامت عمت فیوضہم، حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب قاسمی خلیفہ حضرت حاذق الامتؒ، ناصر الامت ڈاکٹر حکیم ناصر

الدین احمد صاحب جانشین حضرت حاذق الامتؒ، ڈاکٹر رضی الدین احمد، ڈاکٹر کبیر الدین احمد فرزندانِ حضرت حاذق الامتؒ جو حضرتؒ کی سوانح حیات کو آپ تک پہونچانے میں معاون بنے۔

اللہ تعالیٰ جزائی خیر سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

(طالبِ دعا)

محمد یوسف المتخلص اظہار افسرؔ اسعدی رحیمی

بانی و مہتمم دار العلوم مصباح التوحید بنگلور

میرے والد حاذق الامتؒ

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب قبلہ

جانشین خانقاہ حاذق الامتؒ نظامیہ دواخانہ پرنامبٹ ویلور

کیا ان کے اوصاف لکھوں میں — ان کی کیا تعریف کروں میں
پھر بھی باتیں رہ جائیں گی — ختم یہ سانسیں ہو جائیں گی
اپنے پرایوں میں تھی مکرم — ہستی تھی وہ ایک معظم
اور تھا تقویٰ ان کا اونچا — علم وعمل میں بھی تھے یکتا
آہ! اچانک ہو گئے رخصت — میرے والد حاذق الامتؒ
اپنانا تم فرض اور سنت — کرتے تھے حضرت یہ نصیحت
دل بھی تمہارا صابر شاکر — ہووے زباں تمہاری ذاکر
ہر مشکل کو ہنس کر سہنا — سب کا ادا حق کرتے رہنا
اور تلاوت قرآں کرنا — وردِ درودِ پاک کا رکھنا
اور کسی کا دل نہ دکھانا — تم نہ کسی کو جانو چھوٹا
حق پہ جینا حق پہ مرنا — ناصر ملت کے کام آنا

☆☆☆

مرشد الملتؒ

از: مولانا محمد ادریس حبان رحیمی

(خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامتؒ)

میں لکھنا چاہتا ہوں مرشدِ ملت کے بارے میں
زکی الدین احمد حاذق الامتؒ کے بارے میں

میں اک ناچیز بندہ ہوں بھلا تعریف ہو کیا مجھ سے
وہ بھی اک ایسے انساں کی جو افضل ہے ہم سب سے

قلم جذبات کا عکاس میرے ہو نہیں سکتا
ثنائے شیخ کا مجھ سے ادا حق ہو نہیں سکتا

تھے اپنی ذات میں یکتا وہ پابندِ شریعت بھی
عظیم المرتبت انسان بھی پیرِ طریقت بھی

دیئے روشن کئے جس نے ہزاروں علم و حکمت کے
ہوئے ذرات مہر و ماہ جس کے فیض صحبت سے

تھے پابندِ فرائض اور سنتیں بھی حاذق الامتؒ
سراپا مہر و اخلاق و مروت کا بھی تھے حضرت

قیامت تک رہے گا سلسلہ امداد واشرفیہ
تھے اسی سے حاذق الامتؒ ہمارے بھی وابستہ

ہوئے سجدہ کی حالت میں واصل حضرت حق سے
فرشتے بھی فلک پر رشکِ ہدا کرنے لگے ان سے

ہوا اک ادنیٰ سے خادم تم بھی اے ادریس اس در کے
جہاں سے اٹھ کے بادل فیض اور اکرام کے برسے

☆☆☆

قطعات مرثیات

تھا آفتابِ علم نبوت، ہوا غروب

از: ڈاکٹر اظہار افسر
ناظم وبانی دارالعلوم مصباح التوحید وجامعہ ام ہانی چک بے تھلی بنگلور

اُف رے حکیم حاذق روح وبدن گئے
ہمراہ لے کے تازگی انجمن گئے
احسن نقوش چھوڑ کے دنیا میں دوستو
رب کے حضور آج تو شیخ زمن گئے

وہ جن کے دم سے گلشن ہستی میں تھی بہار
دنیا میں جن کی ذات گرامی تھی مشکبار
وہ شیخ وقت حاذق امت نہیں رہے
ماحول پر ہے چھایا ہوا ہر طرف غبار

شب زندہ دار عابد و زاہد و متقی
سایہ میں سنتوں کے کٹی جن کی زندگی
جن کا سراپا فیض رہتا تھا خدا گواہ
ہر ہر ادا تھی آئینہ شرعِ احمدیؐ

پائے تھے جن کے فیض نظر سے ضیاء قلوب
جس نے کیا شمال کو ہم رشتۂ جنوب
وہ شیخ با کمال یعنی حضرتِ ذکیؒ
تھا آفتابِ علم نبوت، ہوا غروب

ہو جائے گا ایسا کچھ کسی کو نہ تھی خبر
حضرت جہانِ فانی سے کر جائیں گے سفر
یوں دیکھتے ہی دیکھتے ہو جائیں گے جدا
بارش غموں کی ہوگی متوسلین پر

جائیں تو جائیں اب کہاں غمخوار آپ کے
بہر علاج روح یہ بیمار آپ کے
اپنے تو کیا پرائے بھی آشفتہ حال ہیں
کر کر کے یاد روتے ہیں افکار آپ کے

فرقت کا غم تو ہے مگر اس پہ ہے ہم کو ناز
پڑھتے تھے آپ پیر کے دن فجر کی نماز
سجدہ میں سر تھا اور رکعت بھی تھی آخری
اس طرح رب سے شیخ نے حاصل کیا نیاز

☆☆☆

نوحۂ غم

بروفات حسرت آیات حضرت حاذق الامتؒ

از: جناب خطیب اقبال احمد صاحب، ایم زید مجدہ

ہے بزمِ غم حکیم زکی الدین احمد کی — ہے سب کی آنکھوں میں صورت زکی الدین احمد کی
عجب اک سانحہ کہیے جو سارے شہر پر ٹوٹا — عجب غم دے گئی رحلت زکی الدین احمد کی
کئی صدیوں کے آئینوں میں جو صورت دکھائی دے — یقیناً ہے وہی صورت زکی الدین احمد کی
نگاہوں کی ہر اک جنبش میں بیجاپور کا جلوہ — وہ شان و عظمت و سطوت زکی الدین احمد کی
یہ دن کٹ جائیں گے بے شک زمانے بیت جائیں گے — رلائے گی مگر فرقت زکی الدین احمد کی
بڑے حضرت کے گلشن کا گلِ تر آج مرجھایا — کہ ہستی ہوگئی رخصت زکی الدین احمد کی
مزہ کیا آئے گا اقبالؔ جنت کی فضاؤں میں — ہماری چاہ تھی جنت زکی الدین احمد کی

☆☆☆

میر کارواں رخصت ہوئے

نتیجۂ فکر:

حضرت الحاج محمد اسلام صاحب اسلامؔ
سابق چیئرمین، جانسٹھ مظفر نگر یوپی

حاذق الامت امیر کارواں رخصت ہوئے / سرفراز و کامیاب و کامراں رخصت ہوئے
عبد کامل جبینِ سجدہ کناں رخصت ہوئے / دارِ فانی چھوڑ کر سوئے جناں رخصت ہوئے
جو ولایت کے فلک پر تھے منور شان سے / چھوڑ کر اپنے نقوش کہکشاں رخصت ہوئے
مجلس پرنامبٹ میں ہر بشر غمگین ہے / کاروانِ حق کے میر کارواں رخصت ہوئے
طالبِ زہد و ورع کی جو کرے گی رہبری / دے کے اپنی وہ مقدس داستاں رخصت ہوئے
عاشقانِ اشرفیؒ سے جن کا ربط خاص تھا / وہ مسیحِ عصرؒ کے اک رازداں رخصت ہوئے
خانقاہِ زکیہ پرنامبٹ میں شور ہے / مرشد جان فخر عارفاں رخصت ہوئے
عارفانِ دین میں ہے ہر طرف یہ تذکرہ / عارفِ ذاتِ مکینِ لامکاں رخصت ہوئے
کل جہاں میں جن کی ہستی ہر طرف مشہور تھی / وہ امام و رہبرِ خورد و کلاں رخصت ہوئے
روشنی پھیلی ہوئی ہے ان کے ملفوظات کی / وہ نکاتِ دینِ حق کے پاسباں رخصت ہوئے

خانۂ حبان میں ہے ہر بشر ماتم سرا
گلستانِ دینِ حق کے گلفشاں رخصت ہوئے

یاد میں ان کی نئی تاریخ لکھی جائے گی
نازشِ بزمِ ہجومِ عاشقاں رخصت ہوئے

جن کی سیرت کی شمع ہر سو اجالا کر گئی
کر کے روشن دینِ حق کا آستاں رخصت ہوئے

محترم ادریس فرماتے ہیں یہ رحمٰن سے
درحقیقت واقفِ دردِ نہاں رخصت ہوئے

مفتی احساں قاسمی نے حارث افضل سے کہا
رہنمائے دین وملت حق بیاں رخصت ہوئے

یہ کہا افضل نے اپنے دوستوں کے درمیاں
مقتدائے محفلِ کون ومکاں رخصت ہوئے

جو کیا کرتے تھے درماں روح کے امراض کا
وہ طبیب وحاذقِ ہندوستاں رخصت ہوئے

مقصدِ تخلیق انساں کو بتایا بارہا
وہ مفکر اصفیائے درمیاں رخصت ہوئے

رحلتِ حاذق سے خود اسلام بھی مغموم ہے
مذہبِ اسلام کے شیخِ زماں رخصت ہوئے

● مولانا محمد ادریس حبان رحیمی ● عبدالرحمٰن بابو بھائی ● مفتی احسان قاسمی،
● قاری محمد حارث ● قاری محمد افضل ● سید افضل پاشاہ ● الحاج محمد اسلام

☆☆☆

تعزیت نامہ

بابت انتقال پر ملال

حضرت حاذق الامت مولانا الشاہ حکیم زکی الدین احمد صاحبؒ

نتیجۂ فکر: مولانا محمد نسیم اللہ مظاہری پرتاپگڑھ یوپی
پیش کش: مفتی محمد ارشد جمیل رشیدی مدرس دار العلوم محمدیہ بنگلور

معرفت کے نور سے عالم کو چمکاتے رہے
عمر بھر دل کی سیاہی دور فرماتے رہے

جو پریشاں حال تھے افلاس کے مارے غریب
آپ کے فیض دعا سے ہو گئے وہ خوش نصیب

روح کے بیمار جو آئے توانا ہو گئے
کتنے احمق آپ کی حکمت سے دانا ہو گئے

تھی گناہوں کے سبب بیکار جن کی زندگی
آپ کی صحبت میں رہ کر ہو گئے وہ سب ولی

آپ کی مجلس تھی عرفان محبت کی بہار
چشمۂ جود وسخا اور رحمتوں کا آبشار

طالب روحانیت کا اک ہجوم عام تھا
فتنۂ شیطان اس دربار میں ناکام تھا

اہل حاجت اور دعا کی ٹولیاں کی ٹولیاں
ہو کے خوش بھر بھر کے لے جاتی تھیں اپنی جھولیاں

کتنے ہی شری فسادی خم کیا کرتے تھے سر
آپ کی چشم عنایت زینت قلب ونظر

اہل دولت آپ پر کرتے جان ودل نثار
دیکھتے تھے وہ ہدایت کی فضائے خوشگوار

رات دن اصلاح امت کے لئے بے چین تھے
جس طرح امت کے غم میں سرور کونین تھے

جسم کو طاقت توانائی سے خالی کردیا
اہل مجلس کی زباں کو ذکر والی کردیا

اپنی ساری قوتیں نظر ریاضت کردیا
زندگی کی ہر گھڑی وقف عبادت کردیا

ہے یقیں دور صحابہؓ کی کھلی تصویر تھے
چشمۂ نور نبی کی آپ ایک تنویر تھے

تھی دعا امت یہ وابستہ رہے اسلام سے
گوشہ گوشہ میں حفاظت ہو غم و آلام سے

چھائی رہتی ہر گھڑی گلزار جنت کی بہار
دل کو آتا سنت نبوی کی لذت سے قرار

خانقاہی اور درویشی کے شیدائی تھے آپ
گوشۂ خلوت کی زینت اور رعنائی تھے آپ

آپ کا ارشاد عالی دین کا فرمان تھا
آخرت کے راستہ میں توشۂ انسان تھا

شرک اور بدعت سے تھی قلبی عداوت آپ کو
جاہلوں کی رسم و عادت سے تھی نفرت آپ کو

آپ کی مجلس میں نادم ہو کے جو آتا کبھی
دور ہو جاتی تھی کلفت اور ساری برہمی

تھے یہی اخلاق سرکارِ نبی پاک کے
رحمت سرکار دو عالم شہِ لولاک کے

اہل علم و اہل دل کے تھے آپ رہبر سدا
آپ کے دربار میں یکساں تھے ہر شاہ و گدا

شاہ احمدؒ احمد مختارؐ کے وارث تھے آپ
طالب حق کے لئے تسکین کا باعث تھے آپ

آپ تھے اس دور کے لوگوں کے روحانی امام
باطنی احوال میں تھا آپ کا عالی مقام

دشمنوں کی بھی زباں پر آپ کا ہے ذکر خیر
سب پہ شفقت آپ کی تھی خواہ اپنا ہو کہ غیر

آپ ہیں محبوب اپنی ہی محبت کے سبب
آپ ہیں محبوب عالم آپ ہیں محبوب ربّ

اولیاء اور اتقیاء کی آپ اک تصویر تھے
دفتر اسلاف میں پوری طرح تحریر تھے

روح احمدؒ جنت الفردوس میں مسرور ہے
کثرت انعام سے قلب و نظر معمور ہے

دیکھے عرفانِ محبت آپ پائندہ ہیں آج
آپ اقوال سلف کی شکل میں زندہ ہیں آج

قرنِ اوّل کے نمونہ اب کہاں پائیں نسیم
بہر مرہم کس کو اپنے زخم دکھلائیں نسیم

☆☆☆

مادہ ہائے تاریخ وفات

یا اللہ یا ودود اغفرلہ

۱۴۲۴.....ھ.....

غفرلہ الحکیم

۱۴۲۴.....ھ.....

نتیجہ فکر قاضی عزیز احمد صاحب مہتمم مدرسہ اشاعت الحسنات پرنامبٹ

☆☆☆

بسمہ الغفور

۱۴۲۴.....ھ.....

نتیجہ فکر قاضی اشتیاق احمد صاحب مدرس مدرسہ دینیہ وصیت العلوم پرنامبٹ

☆☆☆

مشعل دین حکمت، الحاج مولوی زکی الدین احمد صاحب

۱۴۲۴.....ھ.....

نتیجہ فکر حکیم ہادی رضا انصاری صاحب عزیزیہ یونانی دواخانہ پرنامبٹ

☆☆☆

باسمہ سبحانہ

حاذق الامت کا مختصر سوانحی خاکہ

ولادت باسعادت: ۱۳۵۸ھ بمطابق 1937۔

ابتدائی تعلیم: مدرسہ اشاعت الحسنات۔

مولوی فاضل: مدرسہ عربیہ دارالعلوم میں ۱۳۷۶ھ بمطابق 1957 میں تکمیل ہوئی۔

اساتذہ کرام: آپ کے والد بزرگوارؒ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی نثار احمد صاحبؒ۔

رفقاء حضرات: مٹیکار حافظ مولوی عبدالرزاق صاحب، آمنہ مولوی حافظ عبد الرزاق صاحب مولانا محمد ایوب صاحب، چتانے مولوی خلیل الرحمان صاحب، حافظ مولوی عبدالنور صاحب ایم بٹ، مولوی عبدالرشید صاحب ایم پیٹ۔

طب: کرنول طبیہ کالج۔

خدمت خلق: بحیثیت طبیب ۴۳ سال۔

تصوف: ۱۲ سال حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ سے زمانہ طالب علمی سے تعلق رہا اور استفاضہ کیا۔

بیعت شیخ: بذریعہ خط و کتابت پھر ممبئی تشریف لانے پر براہ راست بیعت سے مشرف ہوئے۔

شیخ ثانی: شیخؒ کے وصال کے پندرہ سال بعد حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی سے تعلق فرمایا۔

خلافت: صرف، ڈیڑھ سال میں منازل سلوک طے کر کے حضرت کے مجاز و خلیفہ ہو گئے۔

خلفاء: تیرہ ہیں۔ان میں حضرت مولانا الحاج مفتی عبدالوہاب صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

تدریسی خدمات: اعزازی طور پر اپنے مطب میں اکثر بعد نماز صبح درس دیا کرتے تھے جیسا کہ پچاس سالہ روئیداد میں حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رقمطراز ہیں "کہ دارالعلوم کے منتہی طلباء کو برابر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے طلباء مدرسہ لطیفیہ ویلور میں چند سال قبل اعزازی طور پر درس حدیث وغیرہ سے استفاضہ کئے ہیں۔

رفاہِ عام: سینکڑوں مدارس عربیہ اور اسکول سے تعلق۔

دینی خدمات: وصیۃ العلوم سے خاص تعلق: ہمارے کرم فرما حضرت مولانا الحاج حکیم محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت حاذق الامتؒ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ہم حضرت کا جو مدرسہ کے رکن رکین ہیں تذکرہ نہ کریں تو ناسپاسی ہوگی مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لئے ان کے دل میں جو تڑپ اور لگن ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو ان کے ساتھ مجالست کا اتفاق ہوا ہو باوجود مصروفیات کے مدرسے کے کاموں کے لئے وقت فارغ کرنا مدرسہ کے منافع کو اپنی ذاتی منافع پر ترجیح دینا ہمیشہ ان ممتحن کا وطیرہ رہا ہے نیز اس مدرسہ کی ممتحن کی حیثیت سے ان کی خدمات ہمیشہ سے رہی ہیں مجلس وصیۃ الاسلام ان کی خدمات کی بے حد قدردان اور شکر گزار ہے۔

مدرسہ باب السلام سے آپ کا تعلق: ۱۸ رجب المرجب

۱۴۱۱ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۹۱ء بروز پیر مدرسہ کا پہلا جلسہ تھا جس میں حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحبؒ، مولانا ابو السعود صاحب اور مولانا محمد طلحہ صاحب او رمولانا محمد سلمان صاحب سہارنپوری وغیرہ تشریف لائے تھے اس میں دونوں مرحومین نے تشریف لاکر جلسہ کو رونق بخشی تھی اور ہماری عزت افزائی فرمائی تھی۔

وفات: ۲۷ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۲ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز پیر دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرماگئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

☆☆☆

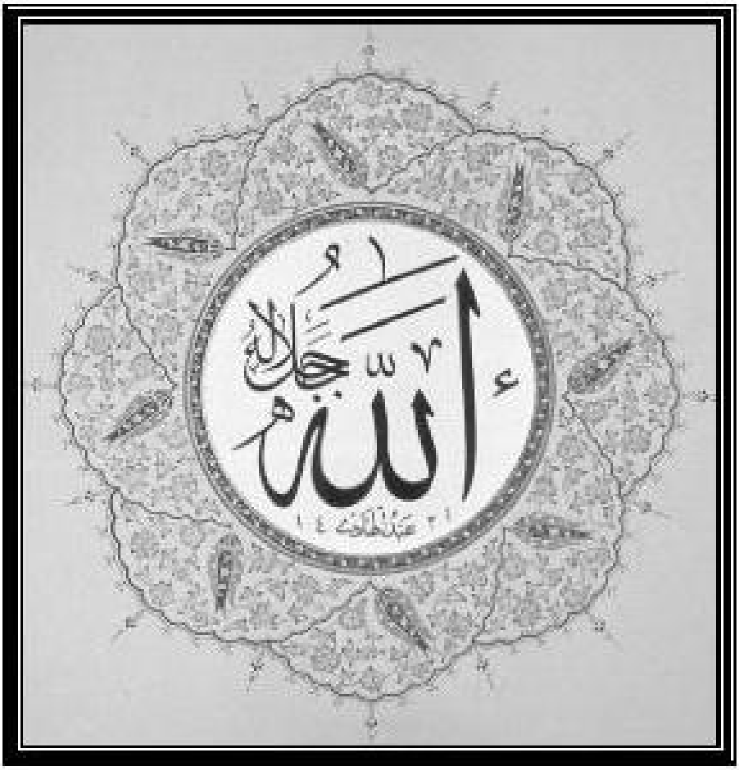

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سن ولادت وجائے پیدائش

شاباش آں صدف کہ در پردہ گہر
آباء از و مکرم و ابناء عزیز تر

حضرت حاذق الامتؒ کی ولادت باسعادت ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۷ء حضرت مولانا عبدالباری صاحب کے دولت کدہ میں ہوئی۔ حضرت والا نے ایک روز فرمایا۔

''یہ جو ہمارا گھر ہے۔ ہمارے والد صاحب نے خرید لیا تھا۔ اس زمانے میں اس گلی میں دو تین گھر ہی تھے تو ہمارے دادا (بڑے حضرتؒ) فرماتے تھے کہ دیکھو عبدالباری نے وہاں جنگل میں گھر خریدا ہے۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے ایسے ہی سنتے تھے باتیں۔ پھر ہمارے دادا یہاں بعد عصر شام کو تشریف لاتے اور چائے پیتے تھے خوب باتیں کرتے تھے دادا جان خود ہی فرماتے تھے کہ بھائی عبدالباری کا گھر اچھا ہے۔ بازار نزدیک ہے بس بھی نزدیک ہے۔ اس زمانہ میں بس وہ تھی کہ اس میں کوئلہ ڈال کر انجن گرم کرتے تھے ہم بھی جا کر دیکھتے تھے اور تمنا کرتے تھے کہ ہم بھی اس بس میں بیٹھتے۔ پہلی مرتبہ ہمارے دادا حج کو گئے تو والد صاحب پیسے دیئے

پھر دادا جان نے جمائے تھے تو یہاں بہت کھانا اکٹھا ہو گیا اور مقامی حضرات جا رہے تھے تو دادا جان کو بہت رقم دی تحفہ میں اور لوگ بہت خوش ہوئے پھر حضرت فرمانے لگے کہ یہ گھر تقریباً تین ہزار روپے میں خریدا گیا ہم اور روالد محترم اور والدہ محترمہ اور پھوپھی جان یہاں آ گئے تھے۔ یہ گھوڑوں کے باندھنے کا علاقہ تھا پھر آخر میں دادا جان بہت خوش ہوئے تھے کہ بھائی عبدالباری کا مکان بہت اچھا ہے۔ بہت تعریف کرتے اور بجلی بھی تھی تو عورتیں کہتیں تھیں کہ وہاں دیکھو کیسے ہوتا ہے۔ بٹن دباؤ تو روشنی ہوتی ہے۔ عبدالباری کا گھر کتنا اچھا ہے۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہماری دادی جان شام کے وقت بتی بانٹتی تھیں پھر وہ چراغ میں جلایا کرتی تھیں روزانہ کا یہی کام تھا۔ کیسا سادہ زمانہ تھا، سبحان اللہ۔

آپ کی جائے پیدائش پرنام بٹ ہے۔ یہ ایسی بستی ہے جس نے بے شمار علماء، فقہاء، صلحاء اور اکابرین امت کو جنم دیا جس کی وجہ سے اس بستی نے بہت شہرت پائی۔

حکیم الاسلامؒ کی نظر میں دوسرا دیوبند

جس وقت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ مہتمم دارالعلوم دیوبند خلیفہ ومجاز حضرت حکیم الامتؒ پہلی مرتبہ پرنامبٹ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں ایک دیوبند سے نکل کر دوسرے دیوبند میں پہنچ گیا ہوں۔

اپنے خاندان کے مایہ ناز سپوت

حضرت والا خانوادہ بیجاپور کے مایہ ناز سپوت ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت شیخ احمد فقیہ بیجاپوریؒ ہیں۔ آپ کو نواب صاحب نے دین کی نشر واشاعت کے لئے طلب فرمایا تو آپ یہاں پر تشریف لائے اور علمی خدمات میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کے

جدّ امجد حضرت فقیہ الامت مولانا قاضی مفتی بشیر الدین احمد صاحبؒ ہیں۔ آپ کے نامِ نامی سے کون واقف نہیں۔ آپ بڑے حضرت سے مشہور و معروف تھے۔ شہر پرنام بٹ میں آپ کے تعریفی کلمات اور علمی خدمات آج تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔

حضرت اجمل خان کے شاگردِ خاص حکیم عبدالباریؒ

آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا حکیم عبدالباری صاحب ہیں۔ حکیم اجمل خان صاحب کے شاگردِ رشید، آپ کو علم طب میں بے پناہ دسترس حاصل تھی۔ آپ کے دستِ شفا سے بہت سے لاعلاج مریض شفایاب ہوئے۔ درسیات کی فنی کتابوں پر بہت عبور تھا۔ عربی کی بڑی مشکل کتاب کو بڑی آسانی سے سمجھا دیتے تھے۔ آپ فقیہ الامت تو تھے ہی آپ کو علم طب میں حاذق الملک کا خطاب ملا۔

آپ کے بڑے فرزند ولی الدین بچپن سے صوم و صلاۃ کے پابند، ولی صفت اسم با مسمّٰی تھے۔ افسوس کہ کم سنی میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ بہت ہی آرزوں کو تمناؤں کے بعد حضرتؒ کی ولادت ہوئی۔ بڑوں کی آغوش میں نورِ نظر بن کر پرورش پائی۔ ہر ایک کے چہیتے اور لاڈلے تھے آپ نے اپنے بزرگوں کے مہکتے باغ کے جن پھولوں کے زیادہ استفادہ کیا ہے اور ان کی شفقت و محبت کو خوب پایا ہے وہ آپ کے جدِّ امجد دادا جانؒ ہیں۔

۶۰ سال تک ایک ہی مسجد میں امامت کے منصب پر فائز رہے

آپ کے دادا جان مولانا القاضی المفتی بشیر الدین احمد صاحب بڑے حضرت سے مشہور و معروف تھے۔ بڑوں سے لے کر بچوں تک آپ کی محبت ہر ایک دل میں رچ بس گئی تھی۔ ساٹھ سال تک چوک مسجد پرنام بٹ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ دارالعلوم پرنام بٹ میں طلباء کو اعزازی درس بھی دیا کرتے تھے۔

پرنامبٹ میں حضرتؒ کی علمی خدمات

شہر پرنامبٹ کے اندر جو علم کی خوشبو ہے وہ آپ ہی کی مرہونِ منت ہے۔آپ نے بہت سی علمی خدمات انجام دی ہیں۔اور اساطینِ علم پیدا کئے۔آپ ہی کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ اسی چمنستان علم سے (ایک گل جو سارے گلوں میں گلاب بن کر چکا اور بہت سے تشنگانِ علم کو علم وحکمت سے سیراب کیا۔اور ہزاروں لا علاج مریض آپ کے دستِ شفا سے شفایاب ہوئے یہ سب آپ کے دادا بزرگوار کی دعاؤں کا ثمرہ تھا۔

ایک موقعہ پر حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا''جب دادا جان آخری حج کے لئے روانہ ہوئے تو میں نے یہاں سے دادا جان کو خط لکھا تو جواب میں فرمایا کہ زکی الدین کے لئے میں نے بہت دعائیں کیں ہیں۔دادا بزرگوار نے اپنے پیارے پوتے کو بیحد دعاؤں سے نوازا اور اپنی زیرِ نگرانی خاص شفقت ومحبت سے پرورش کی۔آپ کے جد امجد (دادا جان)حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے۔دارالعلوم لطیفیہ ویلور سے سند فراغت حاصل کئے ہوئے تھے۔جید عالم اور خوش الحان قاری تھے۔ایک مرتبہ جمیعۃ العلماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے حیدرآباد گئے ہوئے تھے تو حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے آپ سے امامت کی درخواست کی نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج ہم نے صحیح نماز پڑھی ہے۔آپ سورہ یوسف بڑے اچھے انداز سے تلاوت فرماتے تھے ایک مولانا صاحب تھے وہ آپ سے کہتے تھے کہ آپ سورہ احسن القصص احسن الصوت میں پڑھتے ہیں۔

☆☆☆☆

تعلیم کے ساتھ تربیت کا اہتمام

حاذق الامتؒ کی تعلیم بھی آپ کے جد امجد کی نگرانی میں ہوتی رہی۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ دادا جان اکثر تقریری امتحان لیا کرتے تھے۔ فرمایا حضرتؒ والا نے کہ بڑے حضرت کا امتحان بھی بڑا کٹھن تھا کہ طالب علم پڑھتے پڑھتے ذرا اٹکتے تو استاذ کو حکم فرمادیتے کہ ازسرِ نو پڑھائی جائے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بہت اہتمام تھا۔ مثلاً مدرسہ کے اندر طلباء کے لئے سخت قوانین تھے۔ طلباء کرام کے لئے بازاروں میں گھومنا ، بغیر عمامہ کے رہنا، چائے نوشی، اخبار بینی، دوستی یہ ساری باتیں بڑے حضرت کے یہاں انتہائی جرم سمجھی جاتی تھی۔

تمل ناڈو صوبہ میں شہرِ پرنام بٹ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ صدیوں سے یہ علم دین کا گہوارہ رہا ہے۔ ہر زمانہ میں یہاں علم دین وعلم دین سے وابستہ حضرات نے اپنی اپنی خدمات پیش کی ہیں اسی سلسلہ کی کڑی جیسا کہ گزر چکا ہے حضرت شیخ احمد فقیہ بیجاپوریؒ ہیں۔ جنھوں نے بیجاپور سے تشریف لاکر یہاں رہائش اختیار کی تھی۔ آج بھی دیوان صاحب کی مسجد کے صحن میں ان کا مزار ہے۔ اسی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت فقیہ الامت قاضی بشیر الدین احمد صاحبؒ کے خلف اکبر شفاء الملک حضرت مولانا حکیم عبد الباری صاحب مرحوم ہیں۔ ابتدائی تعلیم دادا جان صاحب کی نگرانی میں مدرسہ اشاعت الحسنات میں ہوئی اس کے بعد مدرسہ عربیہ دارالعلوم پرنام بٹ میں مولوی فاضل کی تکمیل

کی ۔فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نثار احمد صاحبؒ اور شفاء الملک حضرت مولانا عبدالباری صاحب نور اللہ مرقدہ (جو اعزازی طور مختی طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے) آپ کے اساتذہ کرام ہیں۔

حضرت والا کو علمی اورفنی ذوق بہت تھا اہل علم واہل طریقت سے برابر استفادہ کرتے رہتے تھے۔حضرت حاذق الامتؒ کو تین اکابر سے اجازت حدیث بھی حاصل ہے ۔حضرتؒ خود فرماتے تھے کہ سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا نثار احمد صاحبؒ سے ختم بخاری پر اپنی سند حضرت شاہ ولی اللہ تک بیان کر کے اجازت دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تقریباً تیس سال قبل حج بیت اللہ کے موقع پر مدینے طیبہ میں محدث مسجد نبوی ﷺ شیخ عمر البری المدنیؒ سے اجازت حاصل کی شیخ نے سند میں لکھا ہے

"و فقد سالنی عن قلة بضاعتی فی ھذالفن الفاضل النجیب زکی الدین احمد بان اجیزہ فی مروياتی لعلم الحديث فاجبته الی مقصده بعد ان اقرا علی عدة احاديث من صحيح البخاری فوجدتے لائقاً لمنحه الاجازة فاجزته برواة علم الحديث كما اجازنی مشائخی عليهم صحائب الرحمه والرضوان و اوصيته بتقو الله فی السر و العلانية والله ولی التوفيق و هو الهادی الی اقوم طريق ۔

كتبه الفقير الی رحمة ربه القدير ۔ عمر بن شيخ ابراهيم البری المدنی

آپ نے فرمایا کہ تیسری اجازت حدیث کی فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے مدرسہ مظاہر علوم سیلم تمل ناڈو تشریف لائے تھے اور حدیث "ارحموا من فی الارض یرحکم اللہ من فی السماء " یہ حدیث پڑھکر شیخ نے اجازت دی۔ فللہ الحمد و له الشکر ۔

حضرت حاذق الامتؒ اکثر بعد نماز صبح درس بھی دیتے تھے۔حضرت کے بہت سے تلامذہ،حفاظ اور علماء بھی ہیں۔حضرت حاذق الامتؒ اپنے دواخانہ میں طلبہ کو درس نظامی کی فقہ واصول فقہ وغیرہ کی درسی کتابیں پڑھاتے تھے۔بار ہا راقم الحروف نے بھی شرکت کی ہے۔اس کے بعد ساتھ میں چائے نوشی بھی ہوتی تھی اور کسی کی فراموشی نہ ہوتی تھی۔

کیا منظر تھا وہ حضرت کے ساتھ چائے نوشی کا!اگر کوئی طالب علم کسی بھی مدرسے کا ہو وہ کوئی کتاب پڑھنا چاہتا تو اعزازی طور پر حضرت والا برابر درس دیتے تھے۔حضرت والا کی گفتگو اور کلام سے درس میں مٹھاس پیدا ہو جاتا تھا ۔اور دل ودماغ میں رچ بس جاتا تھا۔عربی کتب کی عبارات ومطالب کو ایسے بیان فرمادیتے تھے کہ کم ذہین طلباء بھی بخوبی سمجھ کر خوش ہوتے تھے اور عبارات کا حل فرماتے تھے اور دوران درس کبھی بھی طلباء بیزار نہیں ہوتے تھے بلکہ معانی و مطالب سمجھ کر حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

صبح کے وقت اکثر درس ہوتا تھا،راقم الحروف کو کئی مرتبہ ایسا موقعہ نصیب ہوا ہے کہ خود بھی طلباء کے ساتھ بیٹھ کر حضرت والا کی دلنشیں تشریح سنی اور محظوظ ہوا۔ چونکہ صبح کے وقت حضرت والا کا چائے کا معمول تھا تو تمام حاضرین بھی شریک ہوتے تھے اور حضرت والا بڑے خوش اور محبت کے ساتھ گفتگو فرماتے ۔حضرت والا کا طلباء کے ساتھ محبت واحترام والا سلوک تھا کبھی طلباء کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرماتے تھے،جھڑکتے نہیں تھے،اور اونچی آواز سے کبھی بات نہیں کرتے تھے،اور کبھی غصہ کا اظہار نہیں فرمایا کہ مزاج کے خلاف کوئی بات ہو کبھی ناگواری کا احساس ہونے نہیں دیا بلکہ صبر وتحمل کے پیکر تھے شاگردوں کے ساتھ مدرسہ کے اساتذہ کے ساتھ نرم خوئی اور خوش خلقی کے ساتھ ہی پیش آتے تھے اور ان کے آرام کا لحاظ فرماتے۔

سائیکل سیکھنے کا واقعہ

حضرت حاذق الامتؒ بچپن میں سائیکل سیکھنے کا دلچسپ واقعہ سناتے تھے ایک مرتبہ چاندنی رات میں عشاء کے بعد چند ساتھیوں کے ساتھ سائیکل چلانے کا اتفاق ہوا۔ انجام یہ ہوا کہ سائیکل تو سیکھی نہ جاسکی ہاں مگر سائیکل ٹوٹ گئی اور ہاتھ پیر زخمی کرا کر خاموشی کے ساتھ گھر واپس آنا پڑا۔

طبّ تعلیم

چونکہ حضرت اقدسؒ کے والد محترم حکیم تھے اس لئے درس نظامی سے فراغت کے بعد آپ کا رجحان خاندانی ورثہ طب کی طرف ہوا اس کے لئے آپ نے قصبہ کرنول (یہ آندھرا پردیش میں ہے) یہاں طبیہ کالج میں داخلہ لیا جو آج کل ڈاکٹر عبد الخالق یونانی میڈیکل کالج کرنول کے نام سے مشہور ہے طب کی تعلیم کے متعلق ایک دفعہ حضرت والا نے فرمایا ''حکمت تو ساری گھر میں ہی سکھادی گئی تھی بس وہاں تو ڈگری لینے کے لئے بھیجا تھا۔ فرمایا ''ہمارے ساتھ ایک حافظ اخلاق صاحب بھی تھے وہ بھی پڑھتے تھے اور رمضان شریف میں ایک مرتبہ وہ تراویح میں قرآن سنا رہے تھے تو متشابہ لگ گیا دوسرے پارہ میں پہنچ گئے تو ایک مقتدی نے کہا کہ حافظ صاحب آپ نے غلط پڑھا ہے دوسرے پارے میں پہنچ گئے ہیں تو حافظ صاحب نے کہا کہ سنئے! میں نے جو دوسرے پارے میں پڑھا ہے تو کیا وہ قرآن نہیں تھا؟ ارے قرآن ہی تو پڑھا ہے پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ بہت دلچسپ تھے حافظ صاحب، بہت دل لگاتے تھے۔ اور وہ یہاں بھی آتے تھے۔ حاضر جواب تھے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر بات کا جواب ہنستے ہوئے اس طرح دیتے ہیں کہ لاجواب کر دیتے ہیں۔

حضرت مصلح الامتؒ سے بیعت وارشاد

زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ (پرنامبٹ) جو حاذق الامتؒ کے اساتذہ میں سے ہیں، اپنے مشفق وکرم فرما اور محسن کی خصوصی توجہ اور صحبت کی برکت سے مشائخ طریق سے استفاضہ کی دل میں ایک لگن پیدا ہوگئی تھی چنانچہ طالبعلمی کے زمانے میں ہی مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ سے مراسلت شروع کر دی تھی تقریباً بارہ سال تک حضرت مصلح الامتؒ سے استفاضہ کا موقع نصیب ہوا اور پرنام بٹ سے ہی حاذق الامتؒ خط وکتابت فرماتے رہے اور خط وکتابت کے ذریعہ ہی آپ کی بیعت بھی ہوگئی تھی۔ جب حضرت مصلح الامتؒ بمبئی تشریف لائے تو آپ بھی بمبئی گئے تو حضرت سے براہ راست بیعت سے مشرف ہوئے۔

نیت کی اصلاح ضروری ہے

حضرت حاذق الامتؒ نے ایک مرتبہ دوران مجلس ارشاد فرمایا کہ دیکھئے مشائخ کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ ہمیشہ ان کا مقصود حق تعالیٰ شانہ ہی ہوتے ہیں۔ مریدوں کی بھیڑ جمع کرنا اور اپنی ہی شہرت کرانا یہ خالص دنیا ہے غفلت ہے۔ اس سے نفرت و بیزاری فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے شیخ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ الہ آبادیؒ بیمار ہوگئے۔ تبدیلی آب وہوا کی غرض سے بمبئی میں قیام ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے بھی یہاں (پرنامبٹ) سے خط لکھ دیا کہ حضرت میں بھی بمبئی آرہا ہوں فرمایا کہ میں نے حضرت مصلح الامتؒ کو خط میں اتنا لکھ دیا کہ دعا فرمایئے کہ ”میرے شیخ خوش وراضی ہوجائیں“ تو اس جملہ سے اس قدر بے چین

ہوئے کہ حضرتؒ نے وہاں کے ذمہ داروں سے فرمایا کہ حکیم صاحب کو خط لکھ دو کہ نیت کی اصلاح کر کے آئیں۔ چونکہ کہ نیت کی اصلاح ضروری چیز ہے۔اور وہاں خدام سے فرمایا کہ جلدی کرو"واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ" اور اللہ اور اس کے رسول زیادہ مستحق ہیں کہ اس کو خوش کیا جائے اور راضی کیا جائے۔خدام جو بمبئی میں حضرت والا کی خدمت میں تھے عرض کیا کہ حضرت حکیم صاحب تو کل یہاں پہنچ رہے ہیں فرمایا اچھا تو آنے دیجئے آجانے پر پہلے یہی بات ان کو بتلا دی جائے کہ اپنی نیت کی اصلاح کریں اور رضائے شیخ کے بجائے رضائے خداوندی کی نیت کریں بحکم "واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ" دیکھئے یہ ہے کہ شیخ کو اپنی عزت وتوقیر مقصد نہیں بلکہ اللہ کی رضا اور اس کی رضا و تعظیم کو ضروری سمجھتے ہیں اور یہی توحید و اسلام ہے تو آپ لوگ بھی نیت کی اصلاح ضرور فرمائیں چونکہ نیت ہی بڑی چیز ہے۔

حضرت حاذق الامتؒ کی شیخ سے عقیدت و محبت

حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا کہ میں حضرت مسیح الامتؒ کا کون کون سا واقعہ سناؤں؟ حیران ہو جاتا ہوں، آپ بتایئے کہ خاموش رہ کر بھی کوئی اصلاح کرتے ہیں لیکن ہمارے حضرتؒ کا انوکھا طریقہ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح الامتؒ مجلس میں تشریف لائے اور مجلس میں بیٹھ کر آپ سب کو دیکھتے اور خاموش رہتے، کچھ کہتے نہ سنتے، بس خاموش بیٹھ کر سب کو دیکھتے مراقبہ (گردن جھکا کر) نہ بیٹھتے بلکہ سب کو دیکھتے تھے اور دیکھ کر چلے جاتے بس یہ مجلس ہو گئی۔سب حضرات بھی خاموش رہتے تھے مگر اس سے برابر فیض پہنچتا تھا۔کبھی حضرت وجد میں آجاتے تھے تو مجلس میں سامنے بیٹھنے والوں کو ان کے سروں پر زور سے ہاتھ مارتے تھے یہ معاملہ مخصوص مریدین اور خلفاء کے ساتھ تھا۔

خاموش مجلس پر حکیم الاسلامؒ کی یاد آگئی

حضرت یہ حالات سناتے سناتے ایک دم فرمانے لگے کہ ایک دفعہ پرتا مبیٹ میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ تشریف لائے۔ حضرت کو کھانسی تھی تو مجلس بھی ہو رہی تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت مجلس میں خاموش تشریف رکھئے چونکہ خاموشی سے فیض ہوتا ہے تو حضرت حاذق الامتؒ نے لطف اندوز ہوتے ہوتے حضرت حکیم الاسلامؒ کے لطف اندوزی کا جواب فرمایا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ نے فرمایا کہ آپ کے یہاں اس طرح کے فیض کے لئے کوئی تیار نہیں۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ صاحب اعظمیؒ کی حضرت مصلح الامتؒ سے ملاقات

حضرت حاذق الامتؒ نے ایک دفعہ دورانِ گفتگو فرمایا "بڑے بڑے علماء حضرات حضرت مصلح الامتؒ کی خدمت میں آتے تھے ایک مرتبہ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اتنے بڑے آدمی ان کا علم اور رتبہ کیا تھا فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ سے ملاقات کے لئے آئے تو حضرت مصلح الامتؒ نے پوچھا کہ مولانا اخلاص کیا ہے۔ محدث اعظم سے حضرت مسیح الامتؒ پوچھ رہے ہیں اخلاص کیا ہے؟ تو محدث کبیر بہت دیر تک خاموش رہے اور خاموشی کے بعد مولانا نے فرمایا "حضرت اخلاص تو یہ ہے کہ کسی ایک کا ہو جائے۔ یہ اخلاص ہے حضرتؒ یہ جواب سن بہت خوش ہوئے۔ حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا کہ شیخ کو اپنا مربی سمجھ کر اس کا ہو جائے۔ پھر رسول ﷺ کی اتباع میں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی غیر کو شریک نہ کرے یہ اخلاص ہی بڑی چیز ہے۔

ہر بار قند مکرر کا مزہ لیتا ہوں لا الہ الا اللہ کے متعلق حضرت مصلح الامتؒ کا انوکھا واقعہ

حضرت حاذق الامتؒ اپنے شیخ سے عقیدت و محبت کا برابر اظہار فرماتے تھے۔ایک روز آپ نے فرمایا کہ آپ کو مصلح الامت کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ فرمایا مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ نے یہ واقعہ نقل فرمایا یہ۔مجھے بہت پسند ہے بار بار نقل کرتا ہوں ہر بار قند مکرر کا لطف ملتا ہے آج توفیقِ الٰہی سے حضرت مسیح الامتؒ کی برکت سے اسی کو نقل کرتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی رضا نیشا پورؒ تشریف لے گئے، بازاروں سے آپ کا گزر ہوا تو آپ کا حلیہ ایسا تھا کہ آپ پر کوئی چادر یا نقاب پڑا تھا کہ باہر سے صورت مبارکِ نظر نہیں آتی تھی۔تشریف آوری کی خبر پاتے ہی حفاظِ حدیث میں سے ابوزرعہ رازیؒ اور محمد بن اسلم طوسیؒ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں حضرات کے شاگردِ حدیث بے شمار تھے۔پس ان دونوں بزرگوں نے بڑی عاجزی کے ساتھ حضرت علی رضا سے دو چیزوں کی خواہش کا اظہار کیا۔ایک چیز تو یہ تھی کہ حضرت آپ اپنے روئے انور کی زیارت کرادیں۔دوسری چیز یہ تھی کہ آپ معزز و مقدس خاندان کی مخصوص مرویات میں سے کوئی عمدہ سی حدیث سنا دیں۔یہ دونوں چیزوں کی خواہش دیکھ کر حضرت علی رضاؒ نے اپنی سواری روک دی اور دائیں بائیں کھڑے ہوئے دونوں خادموں کو حکم دیا گیا کہ پردہ اٹھا دیا جائے چنانچہ آپ نے اس سارے مجمع کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی کہ سب نے آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی۔نقشہ یہ تھا کہ سر کے بال کندھے پر لٹک رہے تھے اور زیارت کرنے والوں کا یہ حال ہوگیا کہ کوئی تو چیخ مار مار کر رو رہا تھا۔کوئی مارے محبت کے زمین پر لوٹ رہا تھا کوئی آپ کی سواری کے قدم چوم رہا تھا غرض مجمع میں ایک شور سا برپا تھا ارشاد

مبارک سننے کا موقع و ماحول ہی نہیں نصیب ہو رہا تھا چاروں طرف شور ہی شور ہے یہ حال دیکھ کر علماء زور سے چیخ کر ارے اللہ کے بندوں! خاموشی اختیار کرو، خاموش ہو جاؤ حضرت والا کچھ ارشاد فرمائیں گے اس کو تو سننے دو۔ ذرا چپ رہو۔ علماء کی یہ چیخ و پکار سن کر مجمع پر سکوت طاری۔ ہو گیا اور ان دونوں بزرگوں یعنی (طوس اور رازی) نے کچھ ارشاد فرمانے کی درخواست کی اور قلم کاغذ لے کر اس کو لکھنے کے لئے مستعد ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"عن علی رضا عن ابی موسی الکاظم عن جعفر الصادق عن محمد باقر عن زید العابدین عن حسین بن علی عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی علیہ و سلم عن جبرئیل علیہ السلام عن رب العزۃ سبحانہ و تعالی "من قال لا الہ الا اللہ دخل فی حصنتی و من دخل فی حصنتی فقد امن، او کما قال علیہ الصلاۃ و السلام۔

"یعنی علی رضاؒ نے حدیث بیان کی ہے کہ مجھ سے میرے والد ماجدؒ حضرت موسیٰ کاظم اپنے والد حضرت جعفر صادق سے سن کر اور انہوں نے اس حدیث کو سنا اپنے والد محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت حسینؓ سے اور حضرت حسینؓ نے اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ سے کہ فرماتے تھے کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک جناب محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ فرمایا کہ مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ فرمایا، میں نے رب العزت حق تعالیٰ سبحانہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** یعنی کلمہ طیبہ میرا قلعہ ہے جس نے اس کو کہہ لیا وہ گویا میرے قلعہ میں آ گیا اور جو شخص میرے قلعہ میں آ گیا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گیا حضرتؒ نے یہ حدیث سنا کر پردہ کو پھر

بدستور کھینچ لیا اور اپنی سواری آگے بڑھا دی اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس سند کے الفاظ (جو کہ بمنزلہ سلسلۃ الذہب کے ہیں) اگر کسی دیوانے مجنوں پر پڑھ کر پھونک دے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مریض اور جنون جاتا رہے گا اس کے لئے یقین اور ادب شرط ہے۔ ''واللہ الموفق'' حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ واقعات ایسے بیان فرماتے تھے کہ جیسے کسی کتاب سے پڑھ کر سنا رہے ہوں اور ایسے انداز سے پیش کرتے تھے کہ جیسے وہ منظر دکھا رہے ہوں۔

دو صاحبزادیوں کا انتقال مصلح الامتؒ بہت غمگین

حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا کہ ہمارے مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ بڑی اہمیت کے مالک تھے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے چیچک کے مرض میں انتقال کر گئیں۔ اسی دوران میری شادی بھی تو میں نے اپنی شادی کی اطلاع نہیں دی کہ حضرت والا کو غم ہے۔ پھر چھ مہینے کے بعد اپنی شادی کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ حضرت شادی کے موقع پر اطلاع اس لئے نہیں کی کہ آپ بہت غمگین تھے۔ ادباً اطلاع نہ کی۔ اس سے حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ کے اس ادب سے بہت خوش ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مؤدب بنائے آمین۔ حضرت مصلح الامتؒ کو اس واقعہ کا بڑا صدمہ تھا بہت غمگین رہتے تھے چونکہ آپ کے چھوٹے چھوٹے نواسے نواسیاں تھیں ان کو دیکھ دیکھ کر آپ بہت رنجیدہ رہتے تھے لیکن زبان پر اُف نہ تھی۔

لقمان کو حکمت کون پڑھائے ایوب کو صبر کون دلائے

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا تعزیتی خط

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا حضرت مصلح الامتؒ سے تعلق تھا۔ ان حالات میں حضرت مولاناؒ نے ایک تعزیتی خط لکھا، حضرت!

آپ پر یہ حالات آئے اور دو صاحبزادیوں کا اس طرح فوت ہو جانا یہ بہت صدمے کی بات ہے، رنج کی بات ہے لیکن لقمان کو حکمت کون پڑھائے اور ایوب علیہ السلام کو کون صبر دلائے۔

مصلح الامت کا اظہارِ عبدیت

فرمایا حضرت حاذق الامتؒ نے کہ وہ خط حضرت مصلح الامتؒ نے پڑھا اور پڑھکر جواب بھی ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ کا خط سرہانے رکھ لیا ہے۔ بس تسلی کے لئے اس کو پڑھتا ہوں دیکھتا رہتا ہوں۔

فرمایا حضرت حاذق الامتؒ نے کہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ سے فتح پور سے ہی تعلق ہوا۔ مگر حاضری تو بمبئی میں ہوئی تھی فتح پور جانا نہیں ہوا حضرت کو تخلیہ محبوب تھا فرمایا کہ حضرت شاہ مصلح الامتؒ اکثر استغراق میں رہتے تھے اور کبھی کبھی مجلس ہوتی اس کا اثر کتنا ہوتا تھا۔

ان حالات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت حاذق الامتؒ کو اپنے شیخ سے اور شیخ کی تعلیمات سے کتنی دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ اور کتنا آپ دھیان دیتے تھے۔ اپنے مشائخ کی تعلیمات پر اور ان ہی تعلیمات کو اوروں کو سکھانے کے لئے بھی پیش فرماتے تھے۔ اور ان تمام چیزوں سے آپ کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ ان چیزوں کو اپنے اپنے زندگی میں داخل کیا جائے چونکہ حضرت والا کو دیکھا گیا ہے کہ کبھی آپ حکم نہیں دیتے تھے بس جس چیز کو پسند فرماتے تھے اس کو بار بار توجہ سے تذکرہ فرماتے اور اپنی مجلس کی رونق بڑھاتے اور دلوں کو گرماتے۔ حضرت والا کی ان تمام باتوں کو سن کر دل چاہتا ہے کہ ہم بھی ان ہی طریقوں کو اپنائیں اور اپنی زندگی کو خوشگوار بنائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سینے سے لگا کر فلاح دارین حاصل کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام چیزوں پر عمل کرنا آسان فرمائے آمین ثم آمین۔

زندگی گزارنے کے لئے مصلح الامتؒ کی ہدایت

فرمایا حضرت حاذق الامت نے کہ مصلح الامتؒ نے میرے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ ایسے رہیے جیسے خاروں میں گل اور گلوں میں گلاب۔ واہ کیا بات فرمائی، سبحان اللہ۔

☆☆☆

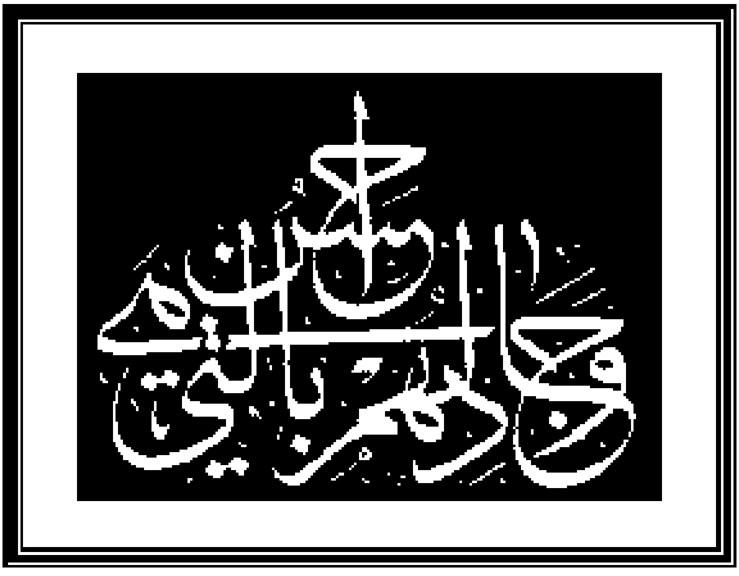

آہ! حاذق الامتؒ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی

ستم ظریفی تو کوئی دیکھے
ہنسانے والا رُلا کے اٹھا

بحمد اللہ تعالیٰ دارالعلوم محمدیہ ۱۹۸۹ء میں قائم ہوا، اور اس پندرہ سالہ دور میں دارالعلوم محمدیہ کے اس خادم راقم الحروف اور جملہ اراکین نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ اسلام کی یہ چھاؤنی، قرآن وسنت کی روشنی میں اکابر ومشائخ اور علماء حقانی کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کے تحت کام کرتی رہے۔ دارالعلوم محمدیہ کو یوم تاسیس سے ہی یہ شرف حاصل رہا ہے کہ اکابر ومشائخ اور علماء حق کی ہمیشہ اس پر نظر التفات رہی۔ یہی وجہ ہے کہ بے سروسامانی اور مالی وسائل نہ ہونے کے باوجود اس ادارے نے قابل فخر تعلیمی اور ملی خدمات انجام دی ہیں۔ کارکنان، اساتذہ کرام نے اپنے اخلاص میں کبھی کمی نہ آنے دی۔ اور جیسے بھی ناگفتہ بہ حالات آئے کبھی شکوہ زبان پر نہ آیا اور بحمد اللہ تعالیٰ کبھی مایوسی کو قریب نہیں آنے دیا۔ الحاج عبدالباسط صاحب (سابق صدر) مرحوم اور میرے محب دل نواز انور سادات مرحوم (سابق سکریٹری) بھی اس دینی وملی سفر میں میرے ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ اس کے بعد

جناب سید افضل پاشاہ صاحب بے انتہا عقیدت ومحبت کے ساتھ دارالعلوم کی قانونی سرپرستی فرمارہے ہیں اور اس ناکارہ خادم کے ساتھ (دیگر اراکین کی طرح) قدم سے قدم ملا کر چل رہے ہیں اور ہمہ وقت ادارے کی فکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دونوں جہان میں اس کا نعم البدل عطاء فرمائے آمین۔

ابتداء میں دارالعلوم محمدیہ کی یہ سرپرستی مفکر اسلام مبلغ دین حضرت مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب خطیب بادشاہی مسجد لاہور نے فرمائی۔ حضرت آزاد صاحبؒ فرمایا کرتے، بھائی مولانا حبان صاحب میں ہندوستان آپ کے مدرسہ کو نہیں جا سکتا ہوں، اس لئے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی بزرگ کو سرپرست بنالو، تو حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم سے درخواست کی گئی، حضرت والا دارالعلوم کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ نیز دوسرے سرپرست حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین صاحبؒ قبلہ، خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت نے ادارہ کی سرپرستی قبول فرمائی اور اپنے قدوم میمنت سے دارالعلوم کو زینت بخشی اور جب بھی ضرورت محسوس ہوئی رہنمائی اور مشورے کے لئے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پر ناسبٹ حاضر ہو جاتا، خصوصاً الحاج سید افضل صاحب اور الحاج عبدالرحمٰن بابو بھائی ضرور میرے ساتھ ہوتے۔

حضرت حاذق الامتؒ دارالعلوم محمدیہ تشریف لاتے تو اساتذہ کرام سے، طلباء سے، جامع مسجد دارالعلوم کے مصلیان کرام سے اور علاقہ کے مسلمانوں سے ملاقات فرماتے، اور خرابی یا خامی کی نشان دہی فرماتے، کبھی طلباء کے لباس پر اور کبھی ان کے بالوں پر، کبھی ان کی گفتگو کے الفاظ پر تنبیہ فرماتے۔ طلباء کے معیار کے مطابق علمی گفتگو فرماتے، اساتذہ کرام کو شفقت اور مہربانی کی تعلیم فرماتے۔ طلباء کو مارنے پیٹنے سے سخت منع فرماتے، عوام الناس کو حرام سے بچنے اور حلال اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے، تصنع اور تکلف سے بیزار رہتے، خشوع وخضوع کے طالب رہتے، اخلاص کی

ترغیب فرماتے، راقم الحروف (ادریس حبان) سے کئی بار ارشاد فرمایا: مولانا! آپ کے مدرسہ میں بحمد اللہ تعالیٰ سب کچھ ہے یعنی تعلیم بھی ہے، اور تربیت بھی ہے، حکمت وتدبیر کے ساتھ کام کا مزاج بھی ہے، اساتذہ بھی مخلص ہیں لیکن عمارت نہیں ہے، آج کے دور میں عمارت کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ اس سے ادارے کی ظاہری عظمت معلوم ہوتی ہے، اس لئے کچھ کوشش کرو اور اللہ کا نام لیکر مسجد اور مدرسہ کی نئی عمارت بنانے کا افتتاح کرو! بحمد للہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے حکم اور خواہش پر ناکارہ نے ساؤتھ افریقہ کا طبی سفر کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرتیں ظاہر ہوئیں اور قدم قدم پر حضرت والا کی دعاؤں کا ثمرہ ملا، یہ ناکارہ خوش تھا کہ واپسی میں حضرت سے سفر کے پورے حالات عرض کروں گا نیز جلدی کام کو سمیٹنے کا ارادہ بھی تھا کہ ایک دن صبح (۲۲؍دسمبر ۲۰۰۳ء) بعد نماز فجر کے بعد یہ خادم آرام کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، معلوم ہوا کہ بنگلور سے قاری عبد الباری حبانی بات کر رہے ہیں، انہوں نے روتے روتے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ حضرت حاذق الامتؒ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" یہ سنتے ہی میرے دل ودماغ پر جیسے بجلی گر گئی، بے ساختہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، قاری عبد الرحمٰن صاحب جو میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے پکڑ کر سیدھا کر کے لٹادیا، لیکن کس کو چین آئے، اتنی دور کہ دو چار گھنٹہ میں پہونچنا ناممکن، حضرت والا کا مبارک چہرہ، گفتگو اور پر تامبٹ کی حاضری، اس ناکارہ کے ساتھ شفقت ومودت کا معاملہ سب یاد آنے لگے، ایک عکس کی طرح سب کچھ آنکھوں کے سامنے آگیا کیسے مشفق؟ کیسے مربی اور مہربان تھے؟ ایصال ثواب کے علاوہ (اتنے فاصلہ پر) کیا کر سکتا تھا؟ پر تامبٹ فون کیا تو ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب اور حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت والاؒ سے فون پر بات ہوئی، ایک دوسرے کو دلاسا دیا، کیونکہ ایسے وقت میں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے لیکن یہ اللہ

تعالیٰ کا نظام ہے کہ جب کام پورا ہو جاتا ہے تو بندے کو اس دنیا سے اٹھا لیا جاتا ہے، ہم جیسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا؟ ابھی سے کیسے انتقال ہو گیا، حالانکہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کی زندگی کے آخری سانس تک تمام احوال وکوائف مادی، روحانی، ظاہری، باطنی ریکارڈ ساتھ لاتا ہے، سب کچھ انسان کی نظر کے سامنے ہوتا ہے، بس ایک چیز چھپی ہوئی ہوتی ہے وہ ہے ''موت'' جب ظاہر ہوتی تو نفس فنا ہو جاتا ہے، اور یہ فنائیت حضرات انبیا علیہم السلام سے لے کر اولیاء، قطب، ابدال صالحین اور ہر فرد و بشر کے حصے میں آتی ہے، حضرت قاری محمد طیب صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کبھی مرتا نہیں بلکہ منتقل ہوتا ہے اور اس کی منزلیں بدلتی ہیں یہی ہمارے حضرت کے ساتھ ہوا کہ اللہ رب العزت نے حالت سجدہ میں حضرتؒ والا پر رحمت کی نظر ڈالی اور اپنے پاس بلا لیا، رحمھم اللہ علیھم مغفرۃ واسعہ۔

میں بار بار سوچتا رہا کہ آخری وقت میں حضرتؒ کے دیدار سے محروم، نماز جنازہ میں شرکت سے محروم، لیکن ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب فون پر بار بار یہی کہتے رہے کہ آپ اپنا کام پورا کر کے آئیں جلدی نہ کریں، ان کے کلمات سے میں اپنے کام میں لگا رہا، فون پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ حضرت حاذق الامت بہت یاد فرما رہے تھے، حضرت کی یہ محبت و شفقت ہی میری دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے حضرتؒ کے وصال پر مایوسی چھا گئی، بنگلور سے بار بار الحاج سید افضل صاحب، عزیزی قاری محمد حارث حبان سلمہ اور میری اہلیہ کا بار بار فون آتا رہا کہ اپنے آپ کو سنبھالو اور حضرتؒ اقدس ہی کے حکم سے آپ سفر پر ہیں، اللہ تعالیٰ کے نظام میں کون مخل ہو سکتا ہے، صبر کرو اور صبر ہی سب سے بہتر چیز ہے۔ یہ راقم الحروف بار بار سوچتا ہے کہ حضرت والا نے تو اپنے اعمال صالحات سے رتبہ رفیع درجات کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے حاصل کر لیا ہے، اس سلسلہ میں ہم کو فکر کرنی چاہئے کہ اب باقی زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت

والا کے نقش قدم پر گذاریں تاکہ ہم بھی اس شاہراہ پر چل کر حضرتِ اقدس اور دیگر پاک نفوس سے جاملیں، بہت آگے گئے، باقی ہیں جو تیار بیٹھے ہیں۔

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
دل چاہتا ہے نقش قدم چومتا چلوں

اس سانحہ ارتحال پر کیا لکھوں، بس یہی کہوں گا کہ حضرت کی زندگی سے ہم خدام کو رہنمائی ملتی ہے اور آپ کی موت سے یہ سبق مل رہا ہے کہ آخر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اپنے مالک کے حضور حاضر ہونا ہے۔

تیری نیکیاں باقی تیری خوبیاں زندہ

☆☆☆

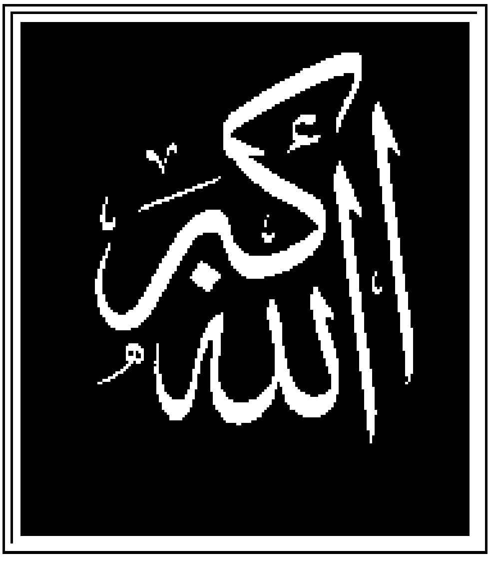

حاذق الامتؒ کا سفرحج

سفر تو سفر ہی ہوتا ہے، سفر چاہے دور کا ہو یا نزدیک کا اور آرام کا ہو یا دقتوں کا لیکن اس میں سفر کی تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ سفر کی تاثیر اصل کیا ہے کہ ضروریات کی چیزیں کیسے کہاں اور کب ملیں گی ان تمام چیزوں کے حاصل کرنے میں اپنی ہی مشقت ومحنت شامل کرنا پڑتی ہے ایسے سفر کرنے کے بعد جہاں آپ مہمان ہوتے ہیں وہاں بھی بہت پابندیوں کا سامنا ہونے سے اپنے گھر کی طرح سہولت نہیں ملتی ہے سفر میں پابندیاں ہی پابندیاں ذہن میں آزادی نہیں رہتی ہے جس کی وجہ سے شریعت نے کتنے سہل طریقے سے اسلامی احکامات کو لاگو کیا ہے۔

سفر کی مشقتوں کو جھیلنا

سفر خواہ کیسا ہی ہو وہ بذات خود ایک مشقت کا سبب ہے اسی وجہ سے شریعت نے اس میں خصوصی رعایت بھی فرمائی کہ فرض نمازوں میں تخفیف فرمادی۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا "السفر قطعة من النار" سفر آگ کا ایک ٹکڑا ہے تو تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ تو سفر کے اندر سہولتوں کی تلاش و آرام نہیں کرنا چاہئے بس سفر کی نیت کیساتھ ساتھ ہمت وحوصلہ وجواں مردی کی نیت بھی کرلے اور تہیہ کرلیں سفر کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے۔ غصہ نفرت اور خود غرضی نہیں کریں گے، اور پھر یہ سفر حج کا اس کی تو

ایک الگ شان ہے اور خاص پہچان ہے چونکہ یہ سفر تو خصوصیت سے عاشقانہ سفر ہے عاشقوں کی طرح اس کو طے کرنا چاہئے کہ ساتھیوں کی ہر قسم کی تکلیف گوارہ ہی نہ کریں بلکہ درگزر کرتے ہوئے اپنے مقصود سے نزدیک ہونے میں شاداں وفرحاں رہے اور مست محبوب کی نزدیکی کی خوشبو ومہک سے مست اور بے خود ہوتا جائے۔ اور ہر مشقت کا بشرطیکہ کسی دوسری دینی مصلحت یا صحت کے خلاف نہ ہو برداشت کرنا اجر کی زیادتی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے جس کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی کتاب فضائل حج کے اندر نقل فرمایا ہے۔ کہ اس سفر میں آدمی جو کچھ خرچ کرے اس کو نہایت خوش دلی سے خرچ کرے دل میں رنج نہ ہو بلکہ خوش ہو ایسے بابرکت سفر میں خرچ ہو رہا ہے اور جو نقصان جانی یا مالی اس راستہ میں پہنچے اس کو خوش دلی سے برداشت کرے کہ یہ اس کے حج کے قبول ہونے کی علامت ہے علماء نے لکھا ہے کہ حج کے راستے میں مصیبت جہاد کے راستے میں خرچ کرنے کے برابر ہے کہ ایک درہم کے بدلے سات سو درہم ملتے ہیں۔ اور حج کے راستے میں تکلیف کا اٹھانا جہاد میں تکلیف اٹھانے کے برابر ہے۔ اس لئے جو مشقت یا تکلیف برداشت کرے گا اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے وہ ضائع نہیں ہے۔

حرم کی نیکیوں کا ثواب

حدیث پاک میں تذکرہ ہے

"عن ابن عباس مرفوعاً من حج الی مکة ماشیاً حتیٰ رجع کتب له بکل خطوة سبعماة حسنة من حسنات الحرم قیل و ما حسنات الحرم قیل لکل حسنة بماة الف حسنة"

حضور اقدس ﷺ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کے لئے پیدل جائے اور آئے اس

کے لئے ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سونیکیاں لکھی جائیں گی کسی نے عرض کیا کہ حرم کی نیکیوں سے کیا مطلب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حرم میں ایک روزہ ایک لاکھ روزے کے برابر روزوں کا ثواب رکھتا ہے اور اسی طرح ہر نیکی جو حرم میں کی جائے غیر حرم کی ایک لاکھ کے برابر ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ اپنے گھر کی عظمت کو سخاوت وعطیات کا مرکز بنادیا اور رحمتوں ونعمتوں کے دریا بہارہے ہیں۔ سفر سے متعلق اتنی جانکاری کے بعد ہم حاذق الامتؒ حضرت شاہ حکیم زکی الدین احمد صاحبؒ کے اسفار کو حج بیت اللہ کے سفر سے شروع کریں گے۔ چونکہ حضرت حاذق الامتؒ نے بہت اسفار کئے ہیں۔ آپ کا ہر سفر اپنی نوعیت کے اعتبار سے الگ ہی حیثیت رکھتا تھا کافی دلچسپی اور ایثار و ہمدردی کا ثبوت آپ کے ساتھ ساتھ سفر میں ملتا تھا۔

حضرت حاذق الامتؒ کے ساتھ سفر کرنے کا شرف اس احقر کو بھی کئی مرتبہ نصیب ہوا۔ حضرت والا کی سادگی اور تواضع انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ احقر کو آپ کی میزبانی کی سعادت ملی تو احقر اس وقت K.G.F. کے اینڈرسن پیٹ کی مسجد میں امامت کرتا تھا تو حضرت والا تشریف لائے اور حضرت والا کیساتھ اور بھی احباب تھے رات کو لیٹنے کیلئے ایک کمرہ تھا اس میں حضرت والا احباب کے ساتھ ہی ایسے برابر لیٹ گئے خادم نے عرض کیا حضرت لیٹنے میں بہت تکلیف ہوئی تو حضرت والا نے مسکراتے فرمایا کہ ”نہیں نہیں بہت اچھا رہا اور کافی آرام بھی ملا دل لگا اس میں تکلیف کی کیا بات ہے“۔

تو حضرت والا نے اپنے چہرے سے کوئی بھی اثر ظاہر نہیں ہونے دیا ہنسی خوشی اور بہت دل لگی کے ساتھ وقت گزارا۔ جس جگہ حضرت والا تشریف لے جاتے تھے

وہاں حضرت والا کی خوشبو اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی چنانچہ حضرت والا کا سفر جہاں جہاں ہوا ہے آج بھی وہاں احباب یاد کرتے ہیں اور حضرت والا کی اداؤں کو یاد کرتے رہتے ہیں، ان کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔

سفر حج کے متعلق کچھ معلومات

حضرت حاذق الامتؒ قبلہ حکیم زکی الدین احمد نور اللہ مرقدہ کو بیت اللہ کی حاضری کئی مرتبہ نصیب ہوا۔ ایک دفعہ تو آپ کو انڈین گورنمنٹ نے سرکاری خرچہ سے سرکاری وفد میں شامل فرما کر حجاج کرام کے لئے انتظام کے ساتھ اس کے لئے سرکاری وفد یہاں سے بھیجا گیا اس میں ہمارے حضرت بھی شامل تھے۔ ماشاء اللہ وہاں سعودی عربیہ حکومت نے آپ لوگوں کے قیام وطعام کا انتظام کیا اور وہاں حج کرنیکا موقع مل گیا۔ جب آپ کی حج بیت اللہ کے لئے پہلی مرتبہ حاضری ہوئی یہاں بات قابل ذکر ہے کہ حضرت حاذق الامتؒ کو حج کرنے کے لئے حج کیا کے جملے پسند نہ تھے بلکہ آپ حاضری کے الفاظ ہی استعمال فرماتے تھے اس لئے احقر وہی لفظ لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پہلی مرتبہ پانی والے جہاز سے آپ نے سفر فرمایا اور پانی کے جہاز میں سفر کرنے کیلئے آدمی کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے بہت ہمت وجگر کی ضرورت ہوتی تھی۔ سمندری جہاز سے سفر کرنے کے لئے ہر حاجی اپنا کفن ساتھ رکھتے تھے اللہ کے گھر حاضر ہونے سے پہلے پہلے اللہ کے نام کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔

”اس حالت کو حاذق الامتؒ نے اپنے الفاظ میں کچھ یوں فرمایا ہے

”فرمایا کہ پہلے سمندری جہازوں سے سات روز کے بعد جہاز میں احرام باندھا جاتا تھا۔ فرمایا کہ اب سفر کی کیا مشکل ہے اب سفر کی کیا پریشانی ہے کچھ بھی نہیں ہے جب میں پہلے حج کے سفر میں گیا تھا تو تین مہینے کا سفر

ہوتا تھا اور سمندری جہاز میں جب رات کو سمندر میں نظر ڈالو تو اوپر آسمان نیچے پانی ہی پانی ہے بہت ہولناک منظر ہوتا تھا اصل تو وہ حج ہوتے تھے، یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

شب تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبک ساراں ساحل ھا

اندھیری رات میں موج کا خوف اور ایسی ہولناک بھنور، وہ لوگ جو آرام سے ساحلوں پر رہتے ہیں وہ ہمارا حال کیا جانیں۔

واقعی سمندری جہاز کا سفر کتنا ہولناکیوں سے بھرپور ہوتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں یہ تکلیف حجاج کرام برداشت کرتے تھے اور برداشت کرنے کے لئے اس راہ میں قدم رکھتے تھے آج تو ہوائی جہاز کا سفر ہے اور اس زمانہ کی بات کریں کہ جس زمانہ میں لوگ پیدل اور اونٹ پر سفر کرتے تھے وہ کتنی ہلاکتوں اور مصیبتوں سے بھرا ہوتا تھا اور وقت بھی کتنا طویل ہوتا تھا اس راستہ سے بھی لوگ اللہ کی محبت سے سرشار اور مسرور وشاداں فرحاں چلے آرہے ہیں تو ہر دور میں اللہ کے عاشق موجود رہے ہیں اور ان عاشقوں کو راستے کی دوریاں اور پیروں کی ڈوریاں روک نہ سکیں۔ یہ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اللہ کے اعلان کرانے کا اثر ہے۔ قال اللہ عز وجل "و اذن فی الناس با الحج "لوگوں میں حج اعلان کرو وابراہیم "یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق' 'لوگ جوق درجوق آئیں گے پیدل بھی اور کمزور اونٹوں پر سوار بھی دنیا کے کونہ کونہ سے۔ یہاں یہ بات دھیان میں رکھنے کی ہیں کہ سفر حج کے جتنے ذرائع ہیں سب کے سب اللہ کے گھر حاضر ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ اس اعلان آسمانی کی تاثیر ہے یہ اعلان اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے اللہ تعالیٰ احقر کو بھی اس اعلان پر لبیک کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سمندری جہاز کے سفر کے بارے میں حضرت والا نے یہ منظر خود اپنی زبان مبارک سے یوں فرمایا ہے کہ

''سمندر کے اندر پانی پر یہ سفر نو دن تک ہوتا تھا راتوں کو اٹھ کر جہاز والے خوب دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور ذکر و تسبیحات اور دعائیں کرتے تھے اللہ اللہ اللہ یا اللہ آوازیں پورے جہاز کے اندر آتی تھیں۔ سمندری جہاز سے یلملم اس علاقے سے جب گزرتے تھے تو یہاں سے احرام باندھ لینے کا اعلان ہو جاتا تھا اور جب ہوائی جہاز سے سفر ہوتا ہے تو گھر سے احرام باندھ کر جاتا اچھا ہے کیونکہ ہمارا جہاز احرام کی حدود سے ہو کر گزرتا ہے۔''

اندازہ لگائیے ہمارے حضرت والا کا کہ آپ نے ایسے محترم و مقبول حضرات کے ساتھ حج کا سفر فرمایا ہے کہ راتوں کو اللہ اللہ کرتے ہوئے حرم شریف کی حاضری ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو کیسا دل سوز موقع عطا فرمایا اور سننے والوں کو یہ سن کر رشک آتا ہے کہ کاش ہماری زندگی میں اللہ ایسی ساعتیں عطا فرما دیں جو خالصۃً لوجہ اللہ گزاریں جائیں اب ایسے حجاج کرام کہاں ہیں جو راستہ میں دھاڑیں مار مار کر اللہ اللہ کریں بہت مشکل حالات ہو گئے ہیں۔ ہمارے حضرت والا کی یہ قسمت تھی کے ایسی ساعتیں نہ معلوم کتنی آپ کو نصیب ہوئیں ہیں جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور حضرت والا کو یہ مقام عطا ہوا کہ متعدد بار ان کا توجہ الی اللہ ہم نے محسوس کیا اور غور کیا تو بات حضرت والا نے پھر ظاہر بھی فرمادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت و عشق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے انسیت و محبت کھلے طور پر ظاہر ہو جاتی تھی لیکن آپ اس کیفیت کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

حضرت حاذق الامتؒ ایسے تواضع و عاجزی اور بے تکلف طریقہ سے اصحاب کے ساتھ رہتے تھے کہ آپ کا پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ آپ اس مرتبہ کے آدمی ہیں احقر نے خود کتنی

بارمشاہدہ کیا ہے اور میں نے بے ساختہ اپنی زبان سے ایک روز دل ہی دل میں حضرت حاذق الامت کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ حضرت آپ کی جدائی کے بعد ان پروانوں کا کیا ہوگا یہ کہاں مارے مارے پھریں گے ایک مرتبہ K.G.F سے ایک مریض کو لے کر گیا اس مریض کے منھ میں چھالے تھے وہ منھ سے کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے ۱۵ سال کا نوجوان تھا یہ بات جب بھی سوچتا ہوں حیران رہ جاتا ہوں۔ حضرت والا نے دوا کھانے کے لئے اندر گھر سے پانی منگایا اور اس مریض کو گلاس سے پلایا پھر خود ہی اسی گلاس سے آپ نے پانی پیا میں یہ واقعہ دیکھ کر ششدر رہ گیا اور حدیث میں آتا ہے کوئی مرض کسی کو نہیں لگتا او رکسی سے گھن نہ کرو اور کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گھن والے مریض کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل فرمالیا تھا۔ صحابہ حیران ہو گئے۔ حضرت والا کو اس حدیث کی تفسیر میں نے دیکھا اس مریض کا جھوٹا پانی پیتے ہوئے خود مجھے الجھن ہو رہی تھی۔ لیکن آپ بلا جھجک مسکراتے ہوئے پی گئے اور چہرہ پر تازگی رہی حضرت کے ایسے ایسے حسن سلوک نے آپ کے بلند مقام کو چھپا دیا اور حضرت والا کبھی بھی کوئی بات ہو تو اللہ کا فضل ہے۔ فضل الٰہی یہی جواب دیتے تھے شیخ و مرشد ہوتے ہوئے مریدوں کی خبر گیری کرتے تھے ان کے اصول کی پوری نگرانی فرماتے تھے۔ فون کے ذریعہ یا کسی طرح سے خیریت پوچھتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ تو یہ واقعات اور حالات تھے اب آپ کو ایک چیز اور بتا دی جائے کہ حق تعالیٰ شانہ سے کیسے آپ انس و محبت فرماتے تھے حضرت والا لوگوں سے اکثر ان ہی کے حالات و واقعات معلوم کرتے تھے لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنی توصیف و تالیف اور دیگر باتیں بیان کرنے کی عادت نہیں تھی اس بات سے فرماتے تھے حضرت والا سراپا متواضع منکسر المزاج اور تحمل و برداشت کے نمونہ تھے اور پندرہ سال تک میں نے کبھی حضرت والا کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا گھر کے خدام کے ساتھ بھی ان کے خلاف مزاج پیش آنے پر فرماتے تھے۔

''کہ مولانا کیا کروگے ہر جگہ ایسا ہی ہے کہاں سے لاؤ گے بس صبرو شکر کے ساتھ چلتے جاؤ یہی بہتر ہے۔شکوہ شکایت سے تکلیف دور نہیں ہوا کرتی بس تعلق مع اللہ سے ان تکلیفوں کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے''۔

ایک مرتبہ خادم حضرت والا سے ملاقات کے لئے آیا تو حضرت والا بہت مسرور ہوئے اور حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا ایک بات آپ سے بتاتا ہے ابھی تک کسی کو نہیں بتائی ہے آپ کو ہی بتارہا ہوں خادم نے عرض کیا حضرت جلدی فرمادیجئے خیریت تو ہے کہ ہاں ہاں خیریت ہے اور خیر ہی ہے۔''فرمایا کہ ام المومنین مخدومۃ المسلمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہچانا اور آپ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا انا عائشہ، پھر سوال ہوا من عائشہ؟ جواب دیا بنت ابی بکر پھر سوال من ابا بکر جواب ابن ابی قحافہ، میں اس دنیا میں کسی کو نہیں پہچانتا ہوں، اماں عائشہ گھبرا گئیں افاقہ ہوا تو سارا واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت میرے ساتھ ایسا ہوا تھا ہے کہ اس وقت میں کسی کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔خادم نے عرض کیا حضور یہ حدیث تو مشہور ہے۔اور واقعی آپ ﷺ نے ایسے سوالات کئے اور اماں عائشہ پریشان ہوگئیں کہ آپ کو کیا ہوگیا اس حدیث سے آپ نے کیا مقصد نکالا ہے اور کیسے ایسے ہوتا ہے؟ قبلہ حاذق الامتؒ ذرا سنبھل کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولانا میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ کیسے ہوجاتا ہے کہ کسی کو بھی پہچان نہیں سکتا فرمایا کہ یہ میں برابر سوچا کرتا تھا اور دل میں طرح طرح کے خیالات آتے رہتے تھے لیکن یہی بات آپ کو بتاتا ہے جو اب تک کسی کو نہیں بتائی ہے۔

''فرمایا کہ ایک روز تقریباً دو منٹ تک اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظہور رہا اور میں اسی حدیث کے بارے میں تصور جمائے ہوئے بیٹھا تھا کہ ایک قسم کی کیفیت طاری ہوگئی دو منٹ تک وہ کیفیت رہی تب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی

محبت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ جس سے دوسروں کو پہچان نہیں سکتے‘‘۔

یہ بات میں نے کسی کو بتائی نہیں آپ کو بتا رہا ہوں حضرت مسیح الامتؒ کو یہ کیفیت لکھی حضرت نے فرمایا کہ کریم ہی کی جانب سے یہ کرم وانعام ہے۔ آپ کی شان کیا شان تھی دنیا کے اندر بھی آپ کو اعزازات سے نوازا گیا اور دین کے اعتبار سے بھی آپ پر انعامات و اکرامات ہوئے۔ ایسی جامع شخصیت بہت دنوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ گویا کہ ایک شخصیت بظاہر لیکن حقیقت میں وہ ایک انجمن ہیں کتنوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں اور کیسے کیسے لوگوں کے پریشانیوں کا حل اور کیسی کیسی الجھنوں کی سلجھن اور کیسے کیسے مریضوں کی مسیحائی اور کیسے کیسے معاملوں کو چٹکیوں میں حل فرمانے والے در اصل حضرت والا کی خوبی کیا تھی کہ آپ اپنے فرائض کو انجام دینے میں ہر وقت ہمہ تن رہتے تھے۔ آپ ہر زاویے سے انمول جدا حیثیت رکھتے تھے۔ آپ جسمانی علاج کے لئے طبیب تھے جس طرح مریض کی تشخیص وعلاج کے لئے غور وخوض فرما کر اس کے علاج کے لئے بڑی عرق ریزی فرماتے تھے اسی طرح آپ مدرسہ کے طلباء پر اپنی پوری شفقت ونگاہ رکھتے تھے اور اسی پر بس نہیں بلکہ آپ روحانی علاج کے لئے جیسے کوشاں رہتے تھے اور معرفت وطریقت سیکھنے والوں کو ان کے نکات سمجھا کر ان کو راستہ پر لگاتے تھے اسی طرح آپ شریعت کے احکامات پر پوری نگاہ رکھ کر ایک ایک مسئلہ کو کتابوں میں تلاش فرماتے تھے اور پھر آپ کو چین آتا تھا ایک ہی وقت میں آپ کی نگاہ عمیق اور مزاج شفیق سے کوئی چھپا نہیں رہتا تھا ادھر اگر مریضوں کا خیال کر کے ان کا علاج کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف مہمانوں کے کھانے کا رہنے سہنے کا اور ان کے جانے کا تمام چیزوں کا اہتمام فرماتے تھے کسی کے گھریلوں مسائل کسی کے فیکٹری کے مسائل کسی کے دواخانہ کے کسی کے سسرال کے کسی کے آفس کے کسی کے اسکول کے کسی کے ماں باپ کے کسی کے جائیداد کے کسی کے اپنی ذہنی پریشانی کے متفرق قسم کے مسائل کو

الگ الگ وقت میں ان کو سن کر ان کا حل نکالتے اور چٹکیوں میں آنے والی پریشانی دور فرما دیتے اور آنے والا دل میں اپنی مرادیں لئے واپس جاتے یہ تھی ہمارے حضرت کی مسیحائی اور یہ تھا حضرت کا وسیع ظرف جو اپنی مثال آپ تھے۔حضرت والا کی باتوں کو لکھنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے چونکہ ہمارے حضرت کی ہر بات ایک سبق اور ایک نصیحت ہوتی تھی، حضرت والا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ مغلوب الحال نہیں ہوتے تھے۔حج کے متعلق یہ صفحات شروع کئے تھے مگر اصل مقصد کی طرف آنے میں تاخیر اور طوالت ہوتی جارہی ہے۔حضرت والا کے یا صاحبزادہ کے حج کے موقع پر کئی دفعہ رخصت کرنے کے بہانے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ حضرت والا کے ساتھ ایسے قیمتی ایام گزارنے کو ملے، حضرت والا کے ساتھ رمضان المبارک گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا اور عید الفطر کی نماز اور عید کا دن حضرت کے ساتھ گزارنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے موقع عنایت فرمایا اگر افطاری ساتھ کی ہے تو سحری کا کیا منظر تھا جو ان آنکھوں نے دیکھا ہے سفر میں اگر معیت رہی تو حضر میں کافی وقت ساتھ رہے مقامی طور پر ساتھ چلے تو ٹرین کے اندر بھی سفر کرنا پڑا ہے حتیٰ کہ آرام و آسائش کے ایام میں حق تعالیٰ شانہ نے پر لطف طریقہ سے دولت کدہ پر وہ دن نصیب فرمائے ہیں اور خوشیوں میں دن گزارے ہیں تو اسی دولت کدہ میں احقر نے تنہائی میں رنج و غم کے ٹوٹتے پہاڑ جیسی راتیں بھی گزاری ہیں اور ان آنکھوں کو جن میں خوشیوں کی چمک نظر آتی تھی پر نم اور لہجہ کو بہت تبدیلی کے ساتھ دیکھنے کی تکلیف و صدمہ سے بھی دو چار ہونا پڑا ہے، جس پیشانی سے ہمت و حوصلے عطا ہوتے تھے اور غمگین و افسردہ دلوں کو تازگیاں ملتی تھیں احقر نے اس پیشانی کو کسی کے حوصلے اور دلاسہ دلانے کی منتظر دیکھی ہیں، سوچئے وہ کیسی گھڑی ہوگی کیسے محبت والوں نے جھیلا ہوگا یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ کے اہل خانہ کے کچھ افراد پر ایکسیڈینٹ کا حادثہ رونما ہوا تھا۔

حضرت والا کی زندگی میں یہ پہلا ایسا سانحہ پیش آیا تھا جس میں سر سے پیر تک صبر کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے بنا دیا قال اللہ "ان اللہ مع الصابرین"۔

ہمارے حاذق الامتؒ اس بات کو بہت تاکید سے فرماتے تھے کہ آب زمزم کے بارے میں واقعی آپ کا عقیدہ قابل تقلید ہے۔ یہ بات سمجھنے کی ہے حج بیت اللہ سے واپسی پر وہاں کی حکومت کی آپ بہت تعریف فرماتے تھے اور سعودی عرب کی حکومت کے لئے بہت دعائیں کرتے تھے حج بیت اللہ کے ارکان کے ادا کرنے کے بارے میں حضرت والا ایک اصول تھا کہ ہر معاملہ میں جلدی نہیں فرماتے تھے اطمنان سے سبھی کام کرتے تھے کنکر مارنے کے موقع پر حادثہ ہوا اس وقت آپ کا بھی سفر تھا تو آپ نے اصل واقعہ بیان کرتے ہوئے اور بہت سی باتوں کی نشاندہی فرمائی وہ واقعات نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اول آب زمزم کے بارے میں آپ کا عقیدہ تھا کہ حدیث کے اندر آتا ہے کہ جس نیت سے آب زمزم پیا جائے گا یا لگایا جائے گا اس نیت کے متعلق ہی فائدہ ہوگا اس حدیث کو فضائل حج کے اندر میں نے پڑھا تو وہ عربی متن کے ساتھ نقل کرتا ہوں "عن جابر رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول ماء زمزم لما شرب لہ "رواہ ابن ماجہ، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہی فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔" ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر تو اس کو پیاس بجھانے کے واسطے پئے تو اس کا کام دے اور اگر کھانے کی جگہ پیٹ بھرنے کے لئے پئے تو اس کا کام دے اور اگر کسی مرض سے صحت کی نیت سے پئے تو اس کا م دے۔ یہ حضرت جبرئیل کی خدمت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے خدمت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوشش سے یہ چشمہ زمین سے ابلا تھا۔ آب زمزم کی بہت فضیلت ہے دل چاہتا ہے کہ کچھ فضیلتیں بیان کردی جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور رغبت

ہو۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ڈول بھرنے کا حکم دیا، ڈول بھر کر کنویں کے کنارے رکھا گیا حضور ﷺ نے اس ڈول کو ہاتھ سے پکڑ کر باسم اللہ کہکر دیر تک پیا پھر فرمایا الحمد اللہ اس کے بعد پھر باسم اللہ کہکر دیر تک پیا پھر فرمایا الحمد للہ پھر فرمایا کہ ہم میں اور منافقوں میں یہی فرق ہے کہ وہ خوب سیراب ہو کر اس کو نہیں پیتے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ آب زمزم ساتھ لے جایا کرتے تھے۔اور بیماروں پر چھڑکتے تھے اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنھما کے تحنیک کے وقت ان کو دیا تھا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ زمزم کا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے،"اللھم انی اسئلك علماً نافعاً و رزقاً واسعاً و شفاءً من کل داء" اے اللہ میں آپ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو نفع دینے والا ہو اور وسیع رزق اور بیماری سے شفا مانگتا ہوں۔ آب زمزم کے متعلق یہ عقیدہ ہمارے حضرت والا کا تھا آپ گھٹنوں کے درد کے بارے میں علاج ومعالجہ کے ساتھ آپ نے اس حدیث پر اعتقاد و اعتماد کے ساتھ آب زمزم گھٹنوں پر ملا اور آپ کا مرض جاتا رہا یہ واقعہ آپ نے سنایا کہ میں ہاتھوں میں آب زمزم لیکر گھٹنوں پر ملتا تھا لگاتا تھا اور یہ حدیث تصور کرتا تھا۔الحمد للہ درد اب تک نہیں آیا ہے۔ واقعی حضرت حاذق الامتؒ کے قلب سلیم میں احادیث واعمال رسول کی بہت قدر دانی اور بہت عظمت تھی اور پورے وثوق ویقین کے ساتھ ہمارے حضرت ان باتوں کو بیان فرماتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس میں بہت خاموشی وسناٹا ہوتا تھا اور حاضرین کے قلوب میں آپ کی مجالس کا بہت اثر ہوتا تھا۔ازل دل خیزد بردل ریزد کا مشاہدہ یہاں دیکھنے کو ملتا تھا۔اسی طرح بیت اللہ کے اندر اہم چیز حجر اسود ہے۔حاذق الامتؒ حجر اسود کے بارے میں بھی یہی فرماتے جس کا مطلب ہے کہ حجر اسود کے سامنے جاتے ہوئے اکابر ومشائخ ڈرتے تھے ناظرین کی معلومات میں اضافے کے لئے حجر اسود اور رکن یمانی دونوں کے بارے میں مدلل مضمون نقل کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حاذق الامتؒ کے پوتے ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے یہی سوال پوچھا کہ رکن یمانی کیا چیز ہے کس کو کہتے ہیں اور حجر اسود کیا ہے؟ تو حضرت والا کے واسطے سے اس کا جواب دیا گیا اس موقع پر ہم اس کو تفصیل سے نقل کر رہے ہیں تاکہ پوری جانکاری مل سکے۔ عن ابن عباس قال رسول الله صلی الله علیه و سلم الحجر الاسود من الجنة و هو اشد بیاضاً من اللبن فسودته خطایا بنی آدم (رواه احمد فضائل حج")۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حجر اسود جب جنت سے نکالا گیا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا آدمیوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا۔ یہ حجر اسود کے بارے میں ایک حدیث ہے اب دوسری ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے "عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم فی الحجر والله لیبعثه الله یوم القیامة له عینان یبصر بهما و لسان ینطق به یشهد علی من استلمه بحق" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ حجر اسود کو اللہ جل شانہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور گواہی دیگا اس شخص کے حق میں جس نے اس کو حق کے ساتھ بوسہ دیا ہو حق کے ساتھ بوسہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ بوسہ دیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا" بسم الله و الله اکبر علی ما هدانا و لا اله الا الله الذی وحده لا شریك له آمنت و کفرت بالجبت و الطاغوت و اللات و العزی و ما یدعی من دون الله ان ولیی الله الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین"۔ ایسے ہی رکن یمانی ہے تفصیل اس کی بڑی کتابوں کے اندر ملتی ہے یہاں ناظرین کی کچھ جانکاری کے لئے بحوالہ کچھ چیزیں پیش کی جارہی ہیں حدیث پاک کے اندر رکن یمانی کے بارے میں

آتا ہے "عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال وکل بہ سبعون ملکاً یعنی الرکن الیمانی فمن قال اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیاو الآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار قالو آمین" حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو شخص وہاں جا کر یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک العفو والعافیة فی الدنیاو الآخرة ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار (ترجمہ، اے اللہ میں تجھ سے معافی کا طالب ہوں اور دونوں جہاں میں عافیت مانگتا ہوں اے اللہ تو دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے حفاظت فرما) تو اس کی دعا پر وہ ستر فرشتے جو مقرر ہیں آمین کہتے ہیں رکن یمانی بھی بابرکت مقام ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حجر اسود یا رکن یمانی کا استلام نرمی یا سختی میں اس کے بعد نہیں چھوڑا جب سے ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ اسکا استلام کرتے تھے رکن یمانی کا استلام یہ ہے کہ طواف کرتے ہوئے اس پر ہاتھوں کو پھیرے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کا مس کرنا گناہوں کو ساقط کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں اس طرح بھی ہے کہ آپ ﷺ نے رکن یمانی کو بھی بوسہ دیا فضائل حج کے اندر حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ

''موسیٰ بن محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عجمی شخص طواف کر رہا تھا نیک دیندار آدمی تھا طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت عورت کے پازیب کی آواز جو طواف کر رہی تھی اس کے کان میں پڑی یہ شخص اس عورت کو گھورنے لگا رکن یمانی سے ایک ہاتھ نکلا اور اس زور سے تھپڑ مارا کہ آنکھ نکل گئی اور بیت اللہ کی دیوار سے ایک آواز آئی کہ ہمارے گھر کا طواف کر رہا ہے اور غیر کو دیکھتا ہے یہ تھپڑ اس نظر کے بدلہ ہے

اور آئندہ اگر کوئی اور حرکت کریگا تو ہم بھی زیادہ بدلہ دیں گے"۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں اگر مشرکین اس کو نہیں چھوتے تو جو بھی بیمار خواہ کیسی بیماری ہی کیوں نہ ہو اس کو چھوتا تو تندرست ہو جاتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے اگر گناہوں کی نحوست جو فاجروں کے چھونے سے پیدا ہوگئی ہوتی تو جو اندھا کوڑھی یا کسی اور مرض کا بیمار اس کو چھوتا تو وہ تندرست ہو جاتا۔

جب حجر اسود کو بوسہ دیا جائے تو اس موقع پر ایک دعا ہے جو مسنون ہے۔ یہ مسنون دعا دہرائی جاتی ہے "اللھم ایماناً بك و تصدیقاً بکتابك و وفائاً بعھدك" اے اللہ میں بوسہ دیتا ہوں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے۔ حضرت حاذق الامتؒ کے، نزدیک جب ذکر رسول ہوتا تھا تو مدینے منورہ کی باتیں بہت درد و سوز کے ساتھ ہوتی تھی ایک مرتبہ قبلہ حضرت حاذق الامتؒ نے راقم الحروف (الطاف عزیز) کو مدینہ منورہ سے ایک سعادت نامہ تحریر فرما کر شرف بخشا اور حج بیت اللہ سے واپسی پر ایک مصلی عنایت فرمایا جو حضرت والا نے مدینہ منورہ کے مقدس بازار سے خریدا تھا۔

حضرت والا کی یہ محبت اور حسن سلوک قابل تقلید ہے کہ مریدوں کی ہر طرح کی خبر گیری فرماتے تھے، ایسے شیخ کہاں ملتے ہیں جو دین سکھائیں اور دنیا کی دیگر ضروریات کا بھی پورا دھیان رکھیں اور حتی المقدور ان کو پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کریں اور اپنے قلب کو تسکین پہنچاتے رہیں کتنے احباب ایسے تھے کہ حضرت والا سے اصلاحی تعلق کے سلسلہ میں ملاقات کرنے آتے تھے اور اس کے ساتھ حضرت والا سے علاج و معالجہ کراتے تھے تو حضرت والا خود ہی دوا خانہ سے دوائیں بھی مفت عنایت فرماتے تھے اور چلتے وقت اس کو آمد و رفت کا کرایہ دیتے تھے۔

آب زمزم کی فضیلتیں

آب زمزم کے بارے میں حضرت والا فرماتے تھے: جس نیت سے پیو گے وہی مقصد حاصل ہوگا۔ آب زمزم کے متعلق ایک مختصر سا نوٹ سپرد قلم کیا جاتا ہے، تاکہ ناظرین استفادہ کر سکیں۔

آب زمزم سے نیت پر فیصلہ حدیث سے ثبوت

عن جابر یقول سمعت رسولا یقول ماء زمزم لما شرب له (رواہ ابن ماجہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہی فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر اس کو پیاس بجھانے کے واسطے پئے تو اس کا کام دے اور اگر کسی مرض کے لئے صحت کی نیت سے پئے تو اس کا کام دے۔

حضرت جبرئیل کی خدمت اور اسماعیل کی سبیل

یہ ماء زمزم حضرت جبرئیل کی خدمت اور اسماعیل کی سبیل ہے (الاتحاف)۔ حضرت جبرئیل کی خدمت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سعی سے یہ چشمہ زمین سے پھوٹا تھا جس کا قصہ مشہور ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ جو مشہور محدث ہیں ان کے پاس ایک شخص آئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آب زمزم جس کام کے لئے پیا جائے اس کام کیلئے ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو میں نے اس لئے پیا کہ آپ مجھے دو سو حدیثیں سنائیں انہوں نے فرمایا بیٹھو اور دو سو حدیثیں سنا دیں ابن عیینہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت عمر نے زمزم کا پانی پیتے ہوئے کہا یا اللہ میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کیلئے پیتا ہوں (کنز الاتحاف)۔

حضور ﷺ کا حجۃ الوداع میں زمزم پینا

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں زمزم کا پانی خوب پیا اور ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ خود ڈول بھر کر پیوں مگر سب لوگ خود بھرنے لگیں گے اس لئے نہیں بھرتا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھرا ممکن ہے کہ کسی وقت خود بھرا ہو اور دوسرے وقت مجمع کی وجہ سے یہ عذر فرمادیا ہو ایک روایت میں حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے زمزم کا پانی طلب کیا انہوں نے عرض کیا کہ اس پانی میں (جو کوئی حوض کی قسم سے پانی کے مجتمع ہونے کی جگہ تھی) سب لوگ ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ گھر میں صاف پانی رکھا ہوا ہے اس میں سے لاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس میں سے سب لوگ پیتے ہیں اسی میں سے پلاؤ۔ انہوں نے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس میں سے پیا اور آنکھوں پر ڈالا پھر دوبارہ لے کر پیا اور اپنے اوپر دوبارہ ڈالا (کنز) ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ ہم میں اور منافقین میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کے پانی کو خوب سیراب ہو کر نہیں پیتے (معمولی سا پیتے ہیں) ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ڈول بھرنے کا حکم فرمایا ڈول بھر کر کنویں کے کنارے رکھا گیا حضور ﷺ نے اس ڈول کو ہاتھ سے پکڑ کر بسم اللہ کہہ کر دیر تک پیا پھر فرمایا الحمد للہ پھر ارشاد فرمایا کہ ہم میں اور منافقوں میں یہی فرق ہے کہ وہ خوب سیراب ہو کر اس کو نہیں پیتے۔

نیک لوگوں کے پانی سے پیا کرو

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے مصلے پر نماز پڑھا کرو اور نیک لوگوں کے پانی سے پیا کرو! صحابہ نے عرض کیا کہ نیک لوگوں کا مصلے کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میزاب رحمت کے نیچے، پھر صحابہ نے عرض کیا کہ نیک لوگوں کا پانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم (اتحاف)۔

ام معبد کہتی ہیں کہ میرے خیمے کے پاس کو ایک غلام گزرے جن کے ساتھ دو مشکیزے پانی کے تھے میں نے پوچھا یہ مشکیزے کیسے ہیں انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا والا نامہ میرے سردار کے پاس پہنچا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں زمزم کا پانی بھیجا جائے میں بہت عجلت سے لے جانا چاہتا ہوں تا کہ راستہ میں خشک نہ ہو جائے (کنز) حضرت عائشہ زمزم کا پانی اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور یہ نقل کرتی ہیں کہ حضور ﷺ بھی لے جایا کرتے تھے۔

آب زمزم سے "تحنیک" اور بیماروں پر چھڑکنے کا ثبوت

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ زمزم ساتھ لے جایا کرتے تھے اور بیماروں پر چھڑکتے تھے اور حسن حسین رضی اللہ عنہ کی تحنیک کے وقت ان کو دیا تھا۔ (شرح لباب) بچے کہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے اس کے منہ میں کچھ ڈالنے کو تحنیک کہتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ شب معراج میں حضرت جبرئیل آسمان سے براق لائے اور جنت سے سونے کا طشت لائے لیکن قلب اطہر کو دھونے کے لئے جنت کے پانی کہ بجائے آب زمزم کا استعمال کیا گیا حالانکہ جبرئیل علیہ السلام جہاں جنت سے سب کچھ لے کر آئے وہاں پانی لانے میں کیا اشکال تھا۔

آب زمزم پینے کی مسنون دعا

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب آب زمزم پیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللهم انی اسئلك علما نافعا و رزقا واسعا و شفاءا من کل داء۔ اے اللہ میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو نفع دینے والا ہو اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔

آب زمزم کھڑے ہو کر پینا افضل کیوں

حضرت حاذق الامتؒ کے سامنے اس بات کو رکھا گیا کہ حضرت اس بات کا خلاصہ فرمایئے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہئے یا بیٹھ کر؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو اصل بات یہ ہے کہ یہ پانی دنیا کے پانی سے الگ ہے دوسری بات یہ ہے کہ پانی پر اس کو قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ آب زمزم کو کھڑے ہو کر پینا افضل ہے اس لئے کہ تمام بدن میں اس کی برکتیں جب ہی پہنچے گی جب کھڑے ہو کر پئیں گے، تمام بدن میں اس پانی کو پہنچانا ضروری ہے، وہ کھڑے ہو کر ہی ہوسکتا ہے۔ دوسرے پانی جو ہوتے ہیں ان کے اثرات بدن میں دھیرے دھیرے پہنچانا ضروری ہیں ایک دم سے پہنچانا نقصاندہ ہوتا ہے اس لئے ان کو بیٹھ کر پینا افضل ہے۔ تو یہ فضیلت ثواب کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کی افادیت کے اعتبار سے فضیلت ہے۔

مدینہ منورہ سے مکتوب گرامی

مدینہ منورہ سے حضرت والا کا مکتوب گرامی جس میں چھوٹوں سے شفقت ومہربانی کا اظہار ہے درج ذیل ہے۔

مکرمی مولانا صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ علی الخیر والعافیۃ

امید کہ مزاج گرامی مع اہل خانہ جمیع احباء اہل کے. جی. ایف بعافیت ہوگا، بفضلہٖ تعالیٰ شانہ ہمارا سفر اچھا چل رہا ہے اس وقت دیار حبیب ا میں حاضری نصیب ہوئی ہے۔

دیوانہ وار آہی گیا ان کی بزم میں
اک رو سیاہ حسرت طاعت لئے ہوئے
جیسے کہ سامنے متبسم حضور ہیں
اور ہم ہیں ایک اشک ندامت لئے ہوئے

توفیق الٰہی سے اور مسیح الامتؒ کی برکت سے صلوۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور تمام اقرباء واحباء کے لئے بھی دست بدعا ہوں آپ تمام کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا کر رہا ہوں آپ بھی دعا فرمایئے۔

محترم مولانا مرسلین صاحب زید مجدہم مولانا مزمل صاحب زید مجدہم محترم جناب سراج صاحب عزیزم عبد الواجد صاحب اور مختار صاحب سے حسب موقع و سہولت سلام مسنون پہنچائیں اور بہت سے حضرات کے نام یاد نہیں ہیں جو بھی ہمارے محب وکرم فرما ہیں سلام سنا دیجئے۔

والسلام
خاکپائے آستانہ مسیح الامتؒ
حکیم زکی الدین
☆☆☆

تذکرہ
شیخ ثانی مسیح الامتؒ

حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی

حضرت مسیح الامتؒ سے رجوع ہونے کی خواب میں اشارت وبشارت

فرمایا حاذق الامتؒ نے ایک مرتبہ مجھے خواب آیا کہ مسیح الامتؒ حضرت مولانا شاہ محمد مسیح الامتؒ حضرت مولانا شاہ خانصاحب جلال آبادی قیام کی صورت میں ہیں۔ سیدھے بالکل ایک دم سیدھے مجھے دل میں آتا ہے کہ یہ صراط مستقیم ہے سلام پھیرنے کے بعد حضرت والا مجھے دیکھ رہے ہیں میں نے یہ خواب جلال آباد حضرتؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیج دیا اور میں نے لکھا کہ حضرت اقدس اس قدر مدت گزر گئی ہے۔ اکابر سے اور ان کی توجہات سے محروم ہوں اب مراسلت کی اجازت مرحمت فرما دی جائے۔ صراط مستقیم نصیب ہو جائے حضرت والا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ محرومی کیسے بلکہ یہ کہو کہ جو چنگاری مستور تھی اس کے ظہور کا وقت آ گیا ہے احقر خدمت کے لئے تیار ہے بتو اتر خدمت لی جائے۔

عمل قلیل بھی قرب وقبول میں زیادہ

مسیح الامت کے ارشادات کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پھر حضرت مسیح الامتؒ سے مکاتبت اصلاحی شروع ہوئی تو حضرت والا کا مرتبہ ظاہر ہوتا گیا کس مرتبہ اور کس درجہ کے تھے۔ سبحان اللہ! ایک دفعہ میں نے لکھا کہ حضرت بہت مصروف الدنیا ہوں قلیل العمل ہوں۔ تو حضرت مسیح الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ مصروف آدمی کا عمل قلیل فارغ آدمی کے عمل کثیر سے قرب وقبول میں زیادہ ہے۔ یہ مسیح الامتؒ کی مسیحائی تھی کہ کیسے ضعیف وقلیل العمل کی ہمت بڑھادی دیکھئے حضرت مسیح الامت کی مسیحائی کس انداز سے حضرت والا نے خط لکھا اور دل میں کیسی مایوسی ہوگی لیکن حضرت مسیح الامت کے جواب سے گرا ہوا آدمی بھی اٹھ کر کھڑا ہو جائیگا کہ مایوسیوں کو داخل ہی نہیں حضرت مسیح الامتؒ کی تعلیم بس کام میں لگے رہو چلتے رہو اللہ کا شکر ادا کرتے رہو جو اللہ کے نام لینے کی توفیق ملی ہوئی ہے اسے بھی کم نہ جانو اگر یہ بھی نہ ہوتی تو کیا کرتے، الحمد اللہ بس جان ہی نکال کر رکھ دی ہے حضرت مسیح الامتؒ نے، دلوں کو مالا ل کر رکھا ہے، غریب نہ ہونے دیا، مایوس نہ ہونے دیا دور نہ ہونے دیا دلوں کو دل کے پیدا کرنے والے سے جوڑے رکھا۔ ٹوٹنے نہ دیا۔ یہی تربیت ہے تصوف میں کہ اللہ سے ملاوے خدا سے جدا نہ کرے بلکہ شیخ کی تعلیم خدا کی طرف چلنے کے لئے ھدیٰ ہو۔ یہی فرمایا گیا ہے "ھدی للناس۔ ھدی للمتقین۔ ھدی للمتقین۔ ھدی ورحمۃ" یہی افتتاح اور یہی اختتام بندہ کے لئے تکمیل وانعام ہے۔

شیخ کی محبت واطاعت

حضرت حاذق الامتؒ نے ایک روز تذکرہ میں فرمایا کہ حضرت مصلح الامتؒ کے وصال کے بعد حضرت مفتی صاحب پرتاپ گڑھیؒ سے ہی تعلق خاطر تھا اور کسی سے اپنا

اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا۔تقریباً پندرہ سال کے بعد حضرت مسیح الامتؒ سے باشارہ غیبی تعلق فرمالیا، صرف ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں منازل سلوک کر کے حضرت مسیح الامت کے مجاز وخلیفہ بن ہو گئے "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل عظيم" اور ایسے عاشق صادق کے جب بھی کوئی بات ہو مجلس ہو اس میں جب تک مسیح الامتؒ کا ذکر نہیں آتا تسلی نہیں ہوتی ۔حضرت مسیح الامتؒ کو بھی آپ کی دلی محبت کا خوب اندازہ تھا۔ایک خط کے جواب میں جس وقت ہمارے حضرت حاذق الامتؒ نے سفرِ حج کا ارادہ ظاہر فرمایا حضرت مسیح الامتؒ نے حج کے سفر کے ارادے کے اظہار والے خط کے جواب میں ارشاد فرمایا میں آپ کو کیا کہوں بس یہی کہ ؎

اے قوم کہ بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق شما اینجا است بیائید بیائید

حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا میں نے جب خط پڑھا اور حضرت مسیح الامتؒ کا جواب دیکھا بس جلال آباد پہنچ کر حضرت کی خدمت میں حاضری دی اور دعائیں لے کر سفرِ حج پر روانہ ہو گیا ہر سال بلکہ سال میں دو دو مرتبہ بھی حضرت والا نے معمول بنا لیا تھا۔حضرت حاذق الامتؒ اہلِ علم کی عزت تو فرماتے تھے مشائخ کے احترام میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے اپنے پیر بھائیوں کی شیخ کی عظمت کی ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

جلال آباد کو جمال آباد بنا دیا، مسیح الامتؒ کی تربیت کا اثر

فرمایا حضرت والا نے کہ مسیح الامتؒ کو جس نے دیکھ لیا تو پھر ان کی نظر میں کوئی جچتا نہیں ہے۔حضرت والا نے جلال آباد کو جمال آباد بنا دیا ہر آدمی یہ سوچتا ہے کہ حضرت اقدس کو مجھ سے محبت ہے۔ ؎

جس نے بچشم خود نکتہ چیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں
اس کی نظر میں پھر کبھی کوئی حسیں جچتا نہیں

مسیح الامتؒ کی مجالس کی تاثیر

حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا حضرت مسیح الامتؒ کی مجلس میں آنے والوں کے سوالوں کے جوابات خود بخود ہی مل جاتے تھے یہ کشف تھا حضرت والا کا، سوال کی حاجت کم ہوتی تھی۔ فرمایا ایک مرتبہ میں نے جلال آباد گیا اور میرے دل میں بہت دنوں سے ایک سوال پیدا ہوتا تھا کہ حدیث کے اندر آتا ہے "لا یحل لامرئ ان یذل نفسہ" کہ کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے تو میں نے سوچا کہ ذلیل اپنے نفس کو کون کرتا ہے؟ کیوں ذلیل کرے گا؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ میں یہاں سے جلال آباد گیا حضرت مسیح الامتؒ کی خدمت میں پہنچا تو مجلس ہو رہی تھی میں نے بھی شرکت کا شرف حاصل کیا تو دوران مجلس ہی حضرت نے فرمایا کہ دیکھو نفس کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیسے ذلیل کرنا ہوتا ہے مثال سنو! مثال کے طور پر مدرسہ کے استاذ فرمائش کریں کہ میں تو جلالین شریف پڑھاؤں گا، ہدایہ پڑھاؤں گا، بڑی کتابیں لے کر بیٹھ جانا اور گاڑی چلتی نہیں ہے طلباء میں، اہل علم کے اندر رسوائی ہو رہی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح کوئی عہدہ صدر مدرس یا نظامت کے لینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ سفارش کرنا اور سلیقہ سے نہ کرنا اور سارے لوگ چہ میگوئیاں کرتے رہیں گے اس سے ذلت نفس ہوئی کہ نہیں اس موقعہ پر قبلہ حکیم صاحب نے واقعہ سنایا وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ ایک مولانا صاحب تھے وہ بہت چرب زبان تھے کسی مدرسہ میں پڑھانے کیلئے گئے وہاں پہنچ کر مدرسہ کے مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی تو مہتمم صاحب نے پوچھا کہ کون سی کتاب پڑھا سکتے ہیں تو مولانا صاحب نے جواب دیا کہ کوئی بھی کتاب دیدو سب پڑھا سکتا ہوں مہتمم صاحب نے پوچھا آپ ترمذی پڑھا سکتے ہیں مولوی صاحب نے عرض کیا ہاں ہاں ضرور اس میں کیا مشکل ہے، چنانچہ ترمذی

شریف مل گئی پڑھانا شروع کردی، بیٹھ گئے پڑھانے کے لئے، امام ترمذی نے ایک اصطلاح تحویل سند ظاہر کرنے کے لئے (ح) کو استعمال کیا ہے۔ جگہ جگہ تحویل سند کے متعلق لکھا گیا ہے تو دوران درس اس عبارت کے پاس پہنچے تو مولانا صاحب سے طلباء نے پوچھا کہ حضرت اس (ح) کا کیا مطلب ہے مولانا نے جواب دیا کہ اس (ح) کا مطلب رحمۃ اللہ علیہ ہوتا ہے۔ پھر دوسری جگہ (ح) پھر بار بار (ح) اس طرح آنے لگا چونکہ یہ تو اصطلاح تھی اس کو آنی ہی تھی تو طلباء نے پھر پوچھا کہ حضرت یہاں اس (ح) سے کیا مطلب ہے تو آپ نے جواب دیا کہ دیکھو دوسرے جملے سے تعلق ملانے سے رحمۃ اللہ علیہ اور آگے جملے سے یہاں لگاؤ تو رضی اللہ عنہ ہوگا۔ طلباء اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگئے کہ اب کیا کریں۔ بس نے طلباء اس واقعہ کی اطلاع حضرت مہتمم صاحب کو کردی کہ ہم مولانا صاحب کے پڑھانے سے مطمئن نہیں ہیں۔ مہتمم صاحب نے مولانا صاحب کو بلا کر پوچھا کہ یہ ترمذی شریف میں (ح) آتا ہے اس کا کیا مطلب ہے تو مولانا نے فوراً جواب دیا رحمۃ اللہ علیہ ہے اور کیا ہوسکتا ہے۔ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ آپ نے ترمذی شریف پڑھی ہے یا ایسے ہی بتا رہے ہیں مولانا نے کہا ہے کہ ہاں ہاں پڑھی ہے مہتمم صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب (ح) تحویل سند ہے۔ مولانا آپ کوئی دوسری کتاب پڑھا دیجئے۔ مولانا خفا ہوگئے، مہتمم صاحب نے فرمایا آپ ترمذی شریف پڑھانے کے قابل نہیں ہیں آپ جاسکتے ہیں۔ حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا دیکھئے یہ ذلت نفس کہلاتی ہے انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔

شیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت

حضرت مسیح الامتؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہوئے آپ نے بڑے درد بھرے انداز میں ایک واقعہ نقل فرمایا کہ میں حضرت مسیح الامتؒ کی خدمت میں جلال

آباد پہنچا تین روز خانقاہ میں قیام کیا تیسرے روز ٹکٹ تھا دہلی سے ریزرویشن کرالیا تھا۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ حکیم صاحب کب تک قیام ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آج شام دہلی سے ٹکٹ ریزرویشن ہے دہلی جانا ہے وہاں سے گاڑی ہے شام کو، لہٰذا شام تک دہلی پہنچنا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جن کو ہم روکنا چاہتے ہیں وہ بس ایسے ہی چل کھڑے ہوجاتے ہیں ویسے جا کر دیکھئے خانقاہ بھری پڑی ہے۔ ہمارے حضرت والا نے فرمایا بھرائی ہوئی آواز میں ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ کے اس مبارک جملہ سے اتنا اثر ہوا کہ جلال آباد سے دلی تک روتا ہوا آیا، یہ اثرات تھے حضرت والا کے اندر، حضرت ہمارے لئے سراپا شفقت و رحمت بنے ہوئے تھے، متوسلین سے اپنی اولاد سے زیادہ شفقت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محبوب بنالے

قبلہ حضرت حاذق الامت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ کے یہاں خصوصی مجلس ہورہی تھی تو میں بھی مجلس خانہ میں داخل ہوا تو حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا، آیئے مولانا حکیم صاحب پھر اپنے قریب بٹھالیا اور فرمایا کہ آپ پہلے حکیم صاحب ہیں بعد میں مولانا یا پہلے مولانا بعد میں حکیم صاحب، یہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی تو نہ حکیم صاحب نہ مولانا کچھ بھی نہ ہوسکا آگے کی خبر اللہ کو معلوم ہے'' یہ جواب سن کر حضرت والا پر ایک جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، بے قرار ہوگئے بار بار فرمانے لگے یہ دیکھئے حکیم صاحب کیا فرمارہے ہیں ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوئے ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوئے پھر بڑی زور سے حضرت مسیح الامتؒ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ حکیم صاحب آپ نے یہ دل سے کہہ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محبوب بنالے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محبوب بنالے، پوری

مجلس میں سناٹا چھا گیا اسی جملہ کو حضرت بار بار دہراتے تھے۔ ’’ابھی تو کچھ نہ ہوئے‘‘ واللہ علیٰ ما نقول وکیل۔ واللہ ولی التوفیق (الصیانۃ)۔

شیخ سے محبت و تعلق

فرمایا حاذق الامتؒ نے ایک دفعہ میں نے جلال آباد حضرت والا کو خط لکھا تو تین مہینے تک جواب نہیں آیا حضرت والا سفر میں تھے یہی جواب آتا رہا کہ سفر میں ہیں اور ادھر بے چینی بڑھتی جا رہی ہے کہ کیا کریں، کیسے کریں کشمکش میں ہے، پریشانی ہے پھر جب حضرت تشریف لائے تو میں نے خط لکھا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی کتنا عرصہ ہو گیا ہے بہت بُعد محسوس ہوتا ہے اور پریشانی ہو رہی ہے، بے چین ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بُعد کیسا؟ آپ میرے دل کے قریب ہیں جسمانی اعتبار سے بُعد ہے مسافت کا بُعد ہے دل سے قریب ہیں، حضرت والا فرماتے تھے کہ اتنے سے جملہ نے ساری کلفتوں کو ختم کر کے راحت عطا فرما دی۔

اہل اللہ کی خدمت میں فنائیت ہی کام آتی ہے

فرمایا حضرت والا نے کہ حضرت مسیح الامتؒ کے یہاں ایسے ایسے بڑے علماء آتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ یہ بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہوں گے۔ حضرت والا بھی ان کی عزت فرماتے تھے بہت محبت فرماتے تھے لیکن جب حضرت والا کی خلفاء کی فہرست طبع ہوئی تو اس میں بڑے بڑے علماء کا نام ہی نہیں تھا گمنام لوگوں کے نام تھا ایک جلال آباد کے نابینا صاحب تھے وہ بھی خلفاء کی فہرست میں تھے، معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی خدمت ہی کام آتی ہے اور حقیقت میں گمنام ہو جاؤ پروانہ بن کر جاؤ شمع بن کر آؤ گے۔

بیعت وتلقین کی اجازت

فرمایا حضرت والا نے کہ جب مجھے حضرت مسیح الامتؒ کی طرف سے اجازت ملی تو میرے دل میں عجیب طرح کی کیفیت پیدا ہوگئی، اور اس نے دل میں سوچا کہ یہ اجازت نامہ غلطی سے یہاں آگیا کسی اور جگہ جانا تھا پھر میں نے حضرت مسیح الامتؒ کی خدمت میں لکھا کہ حضرت والا یہ اتنی بڑی ذمہ داری اور اہم معاملہ مجھ جیسے ناکارہ کو، میں تو کسی بھی اعتبار سے اہل نہیں ہوں، کیسے اس کی حفاظت کر پاؤں گا، تو حضرت والا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی توقع تھی وہی آپ نے لکھا ہے۔

فقیہ الامتؒ مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ کا خواب

حاذق الامتؒ کی تعبیر وتشریح

فقیہ الامتؒ حضرت مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ کے مدرسہ کے قیام کے دوران حضرت مسیح الامتؒ کا وصال ہوگیا اس موقعہ پر حضرت فقیہ الامتؒ نے ایک، خواب دیکھا تھا، وہ خواب حضرت مولانا حکیم زکی الدین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ کو سنایا تو حضرت حکیم صاحب نے خواب کی تعبیر پیش کی جس کو فقیہ الامتؒ نے بہت پسند فرمایا وھو ھذا۔

علاج کے سلسلہ میں جب حضرت مفتی صاحب کے لئے حاذق الامتؒ کو بلایا گیا تو دوران گفتگو تو حضرت مفتی صاحب کے خواب کا ذکر آیا حضرت حکیم صاحب نے عرض کیا کہ وہ خواب ہم بھی سننا چاہتے ہیں، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا خواب خواب ہی ہے خواب کی باتیں کیا سنو گے، حضرت حاذق الامتؒ بولے کہ حضرت اس میں ہمارے لئے سبق بھی ہوسکتا ہے اور تسلی کا سامان بھی اس پر حضرت مفتی صاحبؒ سنبھل کر بیٹھ گئے، غایت محبت وشفقت سے خواب بیان کرنا شروع کیا۔

فقیہ الامتؒ کا خواب

حضرت جی! (مسیح الامتؒ کو حضرت جی کہہ کر پکارا کرتے تھے) خانقاہ میں جہاں چارپائی پڑی رہتی تھی میں پہنچ گیا ہوں مجھ کو دیکھ کر حضرت جی نے فرمایا کہ تو یہاں کیوں آیا؟ میں نے کہا حضرت جی عیادت کرنے کے لئے آیا ہوں، حضرت جی نے فرمایا، یہاں تمام اقطاب واولیا کا ہجوم ہوگیا ہے اور ستاروں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ گیارہ بجے سے صبح صادق تک چمکتے رہیں (غالباً یہ وصال کی رات ہے) بس حضرت جی نے کہا اور مصافحہ کر کے رخصت ہوگیا اور آنکھ کھل گئی یہ خواب سن کر حکیم صاحب نے اس کی تعبیر وتشریح کی کہ اس میں تسلی کا سامان بھی ہے اور سبق بھی ہے۔ حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا کہ حضرت والا کے وصال کے وقت اولیاء واقطاب کا اجتماع قبول عنداللہ کی دلیل ہے اور صبح صادق تک ستاروں کا چمکنا دمکنا تجلی ذات باری کا عکس ہے جو روح طیبہ کی متوجہ ہے اس تعبیر وتشریح پر حضرت مفتی صاحبؒ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اوہو آپ تو خوب حاشیہ آرائی کرتے ہیں (الصیانۃ)۔

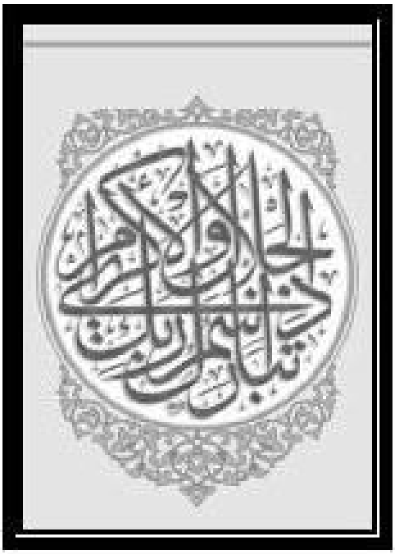

شیخ کی زیارت کیلئے اچانک جلال آباد کی حاضری

اوہ حکیم صاحب ہیں!

خادم نے حضرت والا سے پوچھا کہ حضرت آپ جب شروع شروع میں جلال آباد گئے تھے چونکہ جب آپ کی اتنی بے تکلفی اور وہاں خانقاہ میں اتنی جان پہچان نہیں ہوئی تھی اور وہاں کا ماحول بھی الگ ہے اور موقع بموقع آپ کا کبھی جانا ہوا ہوگا کوئی واقعہ یاد ہو تو سنایئے۔ آپ نے فرمایا کہ

ایک مرتبہ میں شروع شروع میں جلال آباد چلا گیا تو وہاں کے احباب سے میری شناخت تو نہیں تھی وہاں جو حضرات موجود تھے کہنے لگے کہ حضرت والا سے ان کی ملاقات نہیں ہوسکتی میں نے کہا کہ اچھا یہ ایک پرچی ان کی خدمت میں بھجوا دیجئے، راقم الحروف نے پوچھا کہ حضرت اس پرچی میں آپ نے کیا اطلاع کی تھی یا اجازت چاہی تھی یا کوئی اور بات لکھی تھی پرچہ لکھنے اور پڑھنے کا موقع ہوتا ہے، آپ نے اتنا بڑا پرچہ لکھ دیا۔ فرمایا ایک شعر لکھ دیا تھا۔

دیوانہ وار آہی گیا ان کی بزم میں
ایک رو سیاہ حسرتِ طاعت لئے ہوئے

حکیم زکی الدین احمد

بس حضرت والا یہ دیکھ کر باہر تشریف لائے، حاضرین کو تعجب ہوا کہ یہ کون شخص ہے جو حضرت والا خود ہی تشریف لا رہے ہیں حضرت والا نے وہ پرچی غور سے دیکھی اور فرمایا "اوہ حکیم صاحب ہیں"! فرمایا دیکھو یہ حکیم صاحب ہیں جب دواخانہ میں یاد آئی اچکن پہنا اور چل دیئے"۔

فرمایا آپ نے "کہ حضرت والا مہمان نوازی کا بہت اہتمام کرتے تھے جب کوئی تشریف لاتا تو آپ فرماتے آپ کب تک قیام کریں گے، حضرت دو دن قیام کروں گا، کہتے اچھا بہت خوشی کی بات ہے مہمان خانہ میں قیام کرو کسی نے کہا کہ حضرت شام تک قیام کروں گا اچھا تم کھانا کھا کر جاؤ کوئی مہمان کہتے کہ حضرت ابھی جاتا ہے تو فرماتے کہ پانی تو پی لو کم از کم پانی پلا کر بھیجتے کسی کو بھی خالی نہ جانے دیتے، کوئی پیسے مانگتا تو پیسے دیتے، یہ حال تھا شفقت ومحبت کا اور کرم کا۔

اپنے شیخ سے ملاقات کے لئے دور دراز کا سفر

حضرت والا اپنے شیخ سے تو محبت واحترام کا ایسا معاملہ کرتے تھے کہ واقعی آپ کے اس رویہ کو معمول بنانا یہ ایک کسی سالک کے لئے بے حد ضروری و لازمی ہے۔حضرت والا پرتابگڑھ سے جلال آباد کے لئے کبھی بھی اچانک پروگرام بنالیتے تھے ایک مرتبہ راقم الحروف نے حضرت والا سے پوچھا کہ حضرت والا آپ جلال آباد پہنچنے کی کبھی پیشگی اطلاع دیتے ہیں یا اچانک ہی پہنچ جاتے ہیں تو جواب میں آپ نے فرمایا

"میں نے کبھی اپنے جلال آباد پہنچنے کی اطلاع نہیں دی ہے، نہ ہی اپنا انتظار کرایا اس سے کیا فائدہ، فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ کی حیات مبارکہ

میں بھی بغیر اطلاع ایسے ہی پہنچ گیا"۔ درمیان میں باتوں باتوں میں حضرت والا سے عرض کیا گیا کہ حضرت آپ اچانک جب پہنچتے ہوں گے تو حضرت والا کتنے خوش ہوتے ہوں گے اور کیا منظر ہوتا ہوگا محب ومحبوب کا۔

"فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جلال آباد خدمت میں اچانک ایسے حاضر ہوگیا تو حضرت والا نے مجھے غور سے دیکھا کہ اتنی دور دراز سے بغیر اطلاع کئے کیسے آگئے اور مطب وغیرہ، میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کی یاد آئی اور میں چلا آیا" راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! پھر حضرت والا کیا فرماتے تھے ان چیزوں کے دیکھنے کے بعد۔ فرمایا کہ حضرت والا مجلس میں فرماتے تھے کہ دیکھو حکیم صاحب ہیں کتنی دور سے آئیں ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی یاد آئی اور چلا آیا دیکھا حکیم صاحب کو فرمایا حضرت والا بڑی محبت سے مجلس میں تذکرہ فرماتے تھے کہ حکیم صاحب مطب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ بڈھا یاد آگیا اچکن منگوائی اور پہن کر چل کھڑے ہوئے۔ حضرت مسیح الامتؒ سے حاذق الامتؒ کا ملاقات کا سلسلہ بہت کم رہتا تھا کیونکہ آپ کا وطن ساؤتھ انڈیا تھا اور نارتھ انڈیا میں حضرت مسیح الامتؒ کا قیام تھا تو ارادہ کرکے ہی جانا ہوتا تھا اتنی دوری اور ملاقات زیادہ نہ ہونے پر بھی حضرت مسیح الامتؒ کی شفقت اور توجہ کتنی تھی اس کا اندازہ آپ کو حضرت حاذق الامتؒ کے الفاظ میں ہی آپ ملاحظہ فرمائیں! حضرت حاذق الامتؒ نے فرمایا

"کہ میں حضرت مسیح الامتؒ کی خدمت میں جلال آباد پہنچا تین روز خانقاہ میں قیام کیا۔ تیسرے روز دہلی سے ٹکٹ تھا دہلی سے ریزرویشن کرالیا گیا تھا۔ حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ حکیم صاحب کب تک قیام ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! آج شام کو دہلی سے ٹکٹ ہے۔ لہذا آج شام تک دہلی پہنچنا ہے، ابھی یہاں سے

جانا پڑے گا۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ جن کو ہم روکنا چاہتے ہیں وہ واپس ایسے ہی چل کھڑے ہوتے ہیں“۔

ویسے جا کر دیکھئے خانقاہ بھری پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے حضرت حاذق الامتؒ نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے چہرے پر تاثرات چھپاتے ہوئے بس بیخود ہو جاتے تھے پھر آپ نے دل کی بات ظاہر ہی فرما دی حضرت حاذق الامتؒ نے بھرائی ہوئی آواز میں ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ کہ اس مبارک جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ جلال آباد سے دہلی تک روتا ہوا آیا ہوں یہ اثرات تھے حضرت والا کے اندر۔ حضرت ہمارے لئے سراپا شفقت و رحمت بنے ہوئے تھے۔ فرمایا حضرت حاذق الامتؒ نے کہ متوسلین کے ساتھ اپنی اولاد سے بھی زیادہ شفقت کرنا ضروری ہے۔

مدارس کے طلباء پر خصوصی شفقت

حضرت حاذق الامتؒ یوں تو سراپا شفقت ہی تھے لیکن مدارس کے طلباء کے ساتھ خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ طلباء کے ساتھ ایسا برتاؤ فرماتے کہ طلباء والدین کی طرح حضرت سے دیر دیر تک اپنے گھریلو معاملات پر باتیں کرتے۔ حضرت نے طلباء کی ایسی تربیت فرمائی کہ باتوں کے درمیان آواز سے کبھی یا کوئی بحث و مباحثہ یا سوال و جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔ فضول باتوں سے پرہیز فرماتے اور ضروری باتوں کو مثالوں سے ایسے سمجھا دیتے تھے کہ ساری الجھنیں دور ہو جاتی تھیں۔ طلباء کے ملنے کا وقت کا لحاظ فرما کر گفتگو فرماتے تاکہ ان کے سبق کا نقصان نہ ہونے پائے اور اگر کھانے یا ناشتہ کا وقت ہوتا تو حضرت والا پابندی کے ساتھ کھانے یا ناشتہ میں شریک فرماتے اور اس کا انتظام فرماتے طلباء کے حالات کا لحاظ رکھ کر ہر اعتبار سے ان کی مدد فرمانا اولین کام سمجھتے تھے مدارس کے طلباء کو اس بات کا پورا دھیان دلاتے کہ ان کا پورا وقت کتاب

وسبق اور اساتذہ کے ساتھ ہی منسلک رہے حضرت والا کا پورا زور اس بات پر رہتا کہ تھا کہ دوکانوں ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا زیادہ نہ ہو بلکہ ضرورت سے اگر جانا ہو تو ضرورت پوری کر کے گھر آجاؤ۔ چوراہے پر کھڑے ہو کر چائے پینا پان کھانا یا ایسی باتیں کرنا ان تمام چیزوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے زیادہ دوستی کرنا آپس میں مدرسہ کے طلباء سے بھی دوستی کرنے کو کبھی پسند نہیں فرمایا۔ بس دوستی کرو کتابوں سے کرو اور تقوی کا خاص دھیان دلاتے اور طلباء کو کچھ واقعات سناتے تھے اور طلباء کو نیت کی اصلاح کا دھیان دلاتے تھے کہ نیت بس اللہ کی رضا کے لئے ایک واقعہ حضرت والا نے خود سنایا فرمایا کہ

قرآن کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے

قرآن پاک سنانے کے لئے حفاظ قرآن کی حفاظت کی نیت کریں! فرمایا کہ نیت تو بدلتی رہتی ہے قرآن پاک کی حفاظت کی نیت سے تراویح میں قرآن پاک سنایا جائے جیسے بھی سنا سکیں۔ جیسے پڑھتے ہیں ویسے ہی پڑھیں اور نفلوں میں بھی پڑھنا چاہیے، شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ تراویح میں سناؤ گے جو پیسے ملیں گے وہ ناجائز ہے اور سامع بن کر سنیں گے تو بھی اجرت لینا ناجائز لکھا ہے لیکن شکوک وشبہات میں پڑ کر دونوں ہی شکل چھڑا دیتا ہے اور دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تلاوت کرو یہی اچھا ہے ان وسوسوں کے بعد قرآن پاک سے شغل نہیں رہتا اور دوری ہو جاتی ہے اللھم احفظنا اللھم احفظنا اللھم احفظنا۔

مساجد کے اور مدارس کے اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک

قبلہ حضرت حاذق الامتؒ یوں تو سب کا احترام فرماتے تھے یہاں تک کہ بچوں کا بھی بے حد خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے تھے لیکن مساجد کے ائمہ اور مدارس کے

اساتذہ کرام کے ساتھ آپ جس انداز سے پیش آتے تھے وہ حقیقت میں آپ کا ہی حصہ تھا۔ ایسے ایسے پیش امام اور اساتذہ مکتب میں پڑھانے والے جن کی کوئی خاص اعلیٰ تعلیم بھی نہ ہوتی تھی اور نہ زیادہ مالداری اور نہ ہی کوئی زیادہ عمر والے بظاہر ادب و احترام کا کوئی وجہ نظر نہیں آتا تھا لیکن آپ صرف قرآن کریم کی نسبت پر ایسا شاندار استقبال فرماتے تھے کہ موجود حضرات پریشان ہو کر پوچھ ہی بیٹھتے کہ یہ صاحب کون ہیں تو جواب ملتا کہ فلاں مسجد کے امام صاحب ہیں فلاں مکتب میں پڑھاتے ہیں اس سے زیادہ حیرانی اس بات پر ہوتی تھی کہ حضرت والا کے مریدین اور اور حضرت والا کے شاگرد یا حضرت والا کے ہی مدرسہ یا مسجد میں کام کرنے والے احباب بھی جب خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ نہایت تواضع و عاجزی کے ساتھ سلام و معانقہ مصافحہ حسب موقع حسب ضرورتان تمام دل خوش کرنے والے معاملات سے پیش آتے اور پورے طور پر متوجہ ہو کر حالات پوچھتے تو آنے کے بارے میں دریافت فرماتے چائے پلاتے اور اگر کھانے کا موقع ہوتا تو فرماتے کھانا کھا کر جایئے۔

کیسے کیسے مسائل آپ چٹکیوں میں حل فرمادیتے

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ائمہ حضرات کو مساجد کی امامت کرتے کرتے کبھی مقتدیوں کی طرف سے اور تو کبھی انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے کچھ نہ کچھ وہ حالات جو پیش آتے تھے وہ تمام حالات حضرت والا کے سامنے رکھے جاتے تھے اور آپ چٹکیوں میں ان مسائل کا حل فرمادیتے تھے اداس اور مایوس آتے تھے اور حضرت والا ان کو ہشاش بشاش اور پرامید واپس فرماتے تھے۔

امامت مقتدیوں کی شامت

حضرت حاذق الامتؒ ہمیشہ فرماتے تھے کہ نماز کے بارے میں مقتدیوں کی رعایت رکھی جائے ان کی رعایت رکھتے ہوئے مختصر نمازیں پڑھانی چاہیے۔ فرمایا کہ

ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو ایک امام صاحب کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا امام صاحب نے لمبی لمبی سورتیں پڑھیں اور دھوپ بہت تھی تو حضرت نے امام صاحب سے فرمایا کہ امام صاحب مقتدیوں کی بھی رعایت رکھنی چاہئے دھوپ بہت ہے تو امام صاحب نے کہا کہ قیامت کے دن میدان حشر میں کیسے کریں گے تو حضرت نے فرمایا ارے کیا قیامت کی مشق کر رہے ہو نعوذ باللہ۔ تو ائمہ حضرات کو موقع محل سے امامت کرنی چاہئے وہی امام موزوں ہوتے ہیں اور انہی کی امامت سب کے لئے قابل قبول ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے مجلس کے اندر ہی حضرت والا سے تذکرہ کیا کہ حضرت ہمارے مقتدیوں میں سے بعض مقتدی ہمارے خطبہ (تقریر) پر اعتراض کرتے ہیں کہ دامام صاحب جو تقریر میں بتاتے ہیں ان باتوں کا حوالہ ہونا چاہئے اور یہ بات اور واقعہ کون سی کتاب سے بیان کیا ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ میرا ذہن بہت پریشان ہے کہ ان لوگوں کو کیا کہوں، کتابیں دکھا دوں تو میں نے گزشتہ جمعہ کو پانچ چھ موٹی موٹی کتابیں جن میں وہ مسائل تھے جمعہ کے دن تقریر سے پہلے سب کے سامنے ممبر پر اوپر رکھ دیں کہ جو حوالہ مانگے گا اس کو کتاب سے دکھا دیا جائے گا۔ خیر اس کی نوبت نہ آئی، اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ اس کا کیا علاج ہے اور کیا کریں۔

دو چار آدمی تو اعتراض وفساد کے لئے ہی ہوتے ہیں

فرمایا کہ آج کل تو ہر جگہ یہی ہے۔ کسی بھی جگہ جاؤ تو دو چار آدمی ضرور ایسے ملیں گے جو اعتراض وفساد کے لئے ہی ہوتے ہیں، اس کا بس وہی کام ہوتا ہے۔ فرمایا ”لوگوں کی ان باتوں پر دھیان مت دو اور جواب بھی مت دو بلکہ خاموشی کیساتھ اپنا کام کرتے رہو دیکھو اگر تم نے جواب دیا اور صفائی پیش کی تو مخالف سمجھ لیتا ہے کہ اب

یہ قابو میں آیا ہے اور اس جواب کے اندر بھی مخالف کوئی شق سمجھ لیتا ہے۔فرمایا اگر کوئی مسئلہ اختلافی آ گیا تو اس کی صفائی مت دو بلکہ خاموش رہو اور ان حالات کو دفن کرنے کی کوشش کرو ان کو زندہ نہ کرو صفائی کی ضرورت نہیں بس خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہو اور چلتے رہو۔فرمایا کہ آج ہر آدمی دوسرے کی اصلاح کی فکر میں لگا ہوا ہے اس کو اپنی اصلاح کی فکر نہیں ہے۔دوسروں کی اصلاح کرتے پھرتے ہیں۔

مجلس میں تذکرہ ہوا کہ آج ہر مدرسہ و مسجد ہی کیا بلکہ محلوں کے اندر بھی گھروں میں بھی مخالفت ہو رہی ہے ہر جگہ مخالف لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔حاضرین کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا چونکہ کچھ حضرات کا مزاج بدلہ لینے کا جھگڑا کرنے کا ہوتا ہے کہ مخالف نے ایک بات کہی تو ہم دو بات کہیں بحث کریں مخالف کے پیچھے لگ جائیں بس ہر وقت دھیان میں مخالف ہی رہیں حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھو۔فرمایا آپ نے مخالفین کے متعلق جو تجویز اوپر بیان کی گئی ہے وہ تجویز کریں اور اس کے ساتھ ساتھ تفویض بھی ضروری ہے یہی سنت طریقہ ہے سرور کائنات ﷺ کا محبوب عمل بھی یہی ہے کہ تجویز کے ساتھ دعائے ماثورہ کا ورد رکھا جائے۔فرمایا کے مخالفین کے لئے وہی وظیفہ پڑھا جائے۔اللھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذ بك من شرورھم" اس دعا کو پابندی و یقین کے ساتھ پڑھا جائے انشاءاللہ تعالی حالات موافق ہو جائیں گے دوسری بات یہ ہے کہ اگر مخالفت کا ماحول پیدا ہو رہا ہے تو ایسے موقع اور حالات میں ایک بات یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ مخالفین کے کسی بھی اعتراض کا جواب دینے کی کوشش نہ کرے بس خاموشی کیساتھ اپنے کام میں لگا رہے اور اس پر نص ہے۔ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون فسبح بحمد ربك و کن من السجدین'' یہاں آپ ﷺ کو مخالفین اور دشمنان اسلام کی باتوں سے دھیان ہٹا کر اپنے کام میں لگایا۔

مساجد کے ائمہ حضرات کی تربیت کا انداز

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ راقم الحروف حضرت حاذق الامتؒ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر مغرب کی نماز میں امامت کا اتفاق ہوا۔ نماز کے بعد حضرت والا نے فرمایا مولانا کیا آپ کو معلوم ہے کہ جمعرات کے دن مغرب کی نماز میں مسنون طریقہ کیا ہے احقر نے صاف صاف بتلادی کہ حضرت مجھے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ آپ ﷺ جمعرات کے مغرب کی نماز میں کون کون سی صورت پڑھتے تھے آپ نے فرمایا کہ مولانا! جمعرات کے دن مغرب کی نماز میں آپ ﷺ سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھتے تھے۔ احقر نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ آج سے یہی مسنون قراءت مغرب کی نماز میں پڑھا کروں گا الحمدللہ آج تک میرا یہ عمل ہے۔

مسنون دعاؤں کی عظمت اور حاذق الامتؒ کا مزاج

حضرت حاذق الامتؒ ہر معاملہ سنت اور اکابر کے سنتوں کو ہی اپناتے تھے حضرت والا کے اندر سنت کی ترویج و تشہیر کا بہت ہی شوق و ذوق تھا اور اسی دھن میں رہتے تھے کہ مسلمانوں کے اندر سنتوں کا رواج ہونا چاہئے خاص طور پر علماء کرام کو اس چیز پر بہت دھیان دینے کی ضرورت ہے چونکہ سنتوں کی ترویج کی ذمہ داری یہ سب علماء کی ہے اس لئے حضرت والا مسجد کے ائمہ حضرات اور اساتذہ کرام سے بھی یہی بات فرماتے تھے کہ وہ اپنی اپنی دعاؤں میں مسنون دعاؤں کا استعمال کرنے کی کوشش کریں۔ ان تمام چیزوں کو فرمانے کے بعد حضرت والا کو ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ جیسے کوئی بوجھ لئے جارہے ہوں اور وہ بوجھ اتار کر تھوڑا آرام کرتے وقت تسکین و فرحت محسوس کر رہے ہوں کئی دفعہ یہ چیز محسوس کی گئی کہ حضرت حاذق الامتؒ حاضرین سے ایسی ہی چیزیں زور دیکر فرماتے تھے کہ جن چیزوں کے کرنے کی شریعت نے تاکید

فرمائی ہے جیسے فرائض سنت نوافل تو حضرت والا ہمیشہ فرماتے کہ فرائض کا اہتمام ہونا چاہیے اور مسنون دعاؤں کے متعلق ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ ''ان چیزوں کا کوئی خیال نہیں کرتا ہے ورنہ یہ چیزیں جو نازل کی گئی ہیں عمل کرنے کے لئے ہی تو آئی ہیں تو پھر کیا فائدہ اگر ان کو پڑھا نہ گیا۔

توحید پر نظر اور اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر خود اعتمادی پیدا کرنا

حضرت حاذق الامتؒ ہمیشہ اپنی ہی طرف سے دوسروں کی مدد فرماتے تھے لیکن اس مدد فرمانے کے ساتھ ساتھ یہ تاکید فرماتے تھے۔

''فرمایا حضرت والا نے کہ آج کے دور میں مولانا کوئی ہمارا ہمدرد نہیں ہے کہ ہماری ضرورتوں کا خیال کریں اور ہماری پریشانی پر دھیان دیں بس دور دور سے اور زبان سے ہمدردی اور ہاں ہاں کریں گے۔ لہٰذا اپنا دھیان خود رکھنا اور کسی سے امید نہ رکھنا، اللہ تعالیٰ پر نگاہ رہے۔ ''الیس اللہ بکاف عبدہ'' اس پر دھیان رہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ فرمایا اسی میں عافیت ہے اور سکون ہے اور اپنے کام کی دلچسپی ہوگی کاہلی غفلت بھی اسی طریقہ سے دور ہو جاتی ہے۔

انتظامیہ سے ٹکراؤ نہیں ہونا چاہیئے

حضرت حاذق الامتؒ کی ایک بات بہت اہم اور خاص ہے جس کو بار بار دہراتے تھے اور اساتذہ و ملازمین کو تاکید فرماتے تھے تاکہ دماغ میں کوئی انتشار اور تشویش پیدا نہ ہو۔ چونکہ تشویش پیدا ہونے سے بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں اور حسن اخلاق جیسی اہم عادت بھی متاثر ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ''ائمہ حضرات یا اساتذہ کرام اور دیگر ملازمین بھی یہ بات نوٹ کر لو اور غور سے سن لو کہ ہم جس جگہ رہتے ہیں ہمارا ذریعہ معاش اللہ نے مقرر کر دیا ہے تو اس جگہ کے ذمہ داران سے زیادہ بے تکلف

نہ ہوں اوران کے معاملات میں نہ پڑیں اور کسی بھی معاملہ میں دخل نہ دیں بس وہ اپنا کام تم اپنا کام کرتے جاؤ۔ آپس میں اتحاد مضبوط رہے گا یہ اگر کرتے رہو تو امن ہے عافیت ہے اور اگر اس سے ادھر ادھر ہٹے بس فساد شروع ہو جائے گا۔

معذور بھی دو قسم کے ہوتے ہیں

ایک دن حضرت حاذق الامتؒ سے دوران گفتگو یہ بات پوچھی کہ حضرتؒ معذوری آنے سے پہلے اللہ سے معذرت کرنا اچھا ہے کہ اے اللہ مجھے معذوری سے بچا۔ آپ نے فرمایا ''مولانا آپ کو معلوم بھی ہے کہ معذور بھی دو قسم کے ہوتے ہیں فرمایا ایک تو اختیاری دوسرا غیر اختیاری، راقم نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا کوئی اپنے اختیار سے بھی کوئی اپنے آپ کو معذور کر لیگا ایسا تو نہیں ہو سکتا اللہ بچائے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں دیکھو ایسا ہو جاتا ہے کبھی کبھی آپ نے فرمایا کہ آپ کو سناؤں کہ ہمارے یہاں ایک صاحب تعلیم یافتہ سمجھدار آیا کرتے تھے وہ نماز تو بیٹھ کر ہی پڑھا کرتے تھے او رمعاملات میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ یعنی تندرست تھے۔ بقایا تمام کام صحت مندوں کی طرح انجام دیتے تھے بس نماز یہاں تک کہ فرض نماز بھی بیٹھ کر ادا کرتے تھے تو وہ اختیاری معذور رہتے تھے فرمایا حضرت والا نے کہ یہ نفس کی شرارت ہے بس ان کا علاج میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ان کو امام بنا کر نماز پڑھوائی جائیں چونکہ امامت میں بیٹھنا مشکل ہے اور قرآن بھی زور سے پڑھا جائے گا لہٰذا ان کو یہاں امام بنایا جائے تاکہ یہ عادت چھوٹ جائے یا کم ہی ہو جائے گی ورنہ بڑھ جائے گی۔ یہ واقعہ تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت والا واقعی کیا علاج فرماتے تھے کہ اتنا بڑا مرض اور نفس کی اتنی بڑی شرارت اور حضرت والا نے کیسے اس کو دور فرما دیا اور پھر اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا اور میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور حضرت والا سے میں نے ذکر بھی کیا کہ حضرت والا یہ معاملہ ہے اور کیسے تو حضرت والا نے اس پر یہ پورا واقعہ سنایا۔

ذمہ داران مدارس ومساجد سے ائمہ واساتذہ کے حقوق کی وکالت

حضرت حاذق الامتؒ بے پناہ خصوصیات کے حامل تھے اس مختصر کتاب میں اور اس کم علم کے قلم سے وہ خصوصیات بیان نہیں ہوسکتی ہیں، وہ اللہ نے آپ کیلئے مخصوص فرما دی تھیں۔ حضرت والا ائمہ ومدارس کے بارے میں مساجد کے متولیوں سے اور مدارس کے ذمہ داران سے برابر تنخواہ اور دیگر رعایتوں کی وکالت کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے تمام اثر ورسوخ کا استعمال کرتے تھے اور اساتذہ وائمہ کی ضروریات کے لئے ملاقاتوں کا وقت نکال کر ملتے تھے اور مالی اخراجات بھی برداشت کرتے تھے مقامی اساتذہ وائمہ حضرات ہوں یا دوسرے قصبہ جات کے ہوں، یہاں تک کہ دوسرے صوبہ یا دوسرے ملک سے متعلق ہی کیوں نہ ہو سب کی قدر ومنزلت دل میں تھی۔

تزکیہ نفس پر خصوصی توجہ

حضرت حاذق الامتؒ مریدین ومتوسلین کے لئے اصلاح نفس پر بہت دھیان دیتے تھے تسبیحات اور وظائف پر ہی پوری توجہ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ رذائل کے ازالہ کے لئے ساری جدوجہد ہوتی تھی بیوی بچوں کے ساتھ دفتر میں مدرسہ میں مسجد میں کاروبار میں کیسے رہتے ہیں اس پر بھی توجہ دلاتے تھے ایک دفعہ محترم ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب مدظلہ العالی صاحبزادہ حضرت حاذق الامتؒ نے احقر سے تذکرہ فرمایا کہ مولانا والد صاحب کی بات سناؤں کہ ایک دفعہ مدراس میں صبح آفس جاتے وقت والد صاحب نے پوچھا رضی الدین آفس کا ٹائم کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ۱۰ بجے فرمایا کہ دس منٹ لیٹ ہوگئے ہو میں نے کہا کہ وہاں کوئی کچھ نہیں کہتا نہ پوچھتا ہے فرمایا کہ آخرت

میں تو پوچھا جائے گا یہ تو حقوق ہیں ان ادائیگی کی تاکید آئی ہے وقت پر دفتر جاؤ دیست کیا کرو ورنہ کیا کروں ان چیزوں پر دھیان دیا کرو۔

حضرت والا کی نظر اس بات پر رہتی تھی کہ ہمارے پاس جو احباب آتے ہیں ان کی زندگی کیسی ہونی چاہیے، اول ذریعہ معاش پر پوری توجہ ہوتی تھی اور آمدنی کے ذرائع سے اطمینان وسکون کے حاصل ہونے کے بعد پھر اس کی ذاتی زندگی کے حالات دریافت فرماتے اور تزکیہ نفس کو آپ اول ترجیح دیتے تھے نوافل پر زور کم تھا تزکیہ پر زیادہ دھیان دلاتے تھے تزکیہ نفس کے بارے میں حضرت والا فرماتے تھے۔ملاحظہ فرمائے!

تزکیہ نفس سے وساوس اور خطرات کی پہچان ہوتی ہے

فرمایا کہ حضرت حکیم الامتؒ نے اس سلسلہ کے اندر تزکیہ ہی میں زور دیا ہے مگر آج کل وظائف پر ہی زور دیا جا رہا ہے کہ اول ایک ہزار پھر دو ہزار بیس ہزار پچیس ہزار اور اس سے بھی زیادہ ایک لاکھ تک وظائف کر دیتے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھو صرف اوراد و وظائف بغیر تزکیہ فی زمانہ ہے آدمی کے اندر عجب اور غرور پیدا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے بُعد ہو جاتا ہے اور آدمی اپنے آپ کو مقرب سمجھ بیٹھا رہتا ہے الا ماشاء اللہ۔فرمایا کے تزکیہ نفس سے انسان کے قلب کے اندر ایک باطنی طاقت (روحانی ونورانی) کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اچھے برے خطرات کو پہچان لیتی ہے ہمارے سلسلہ میں تزکیہ نفس مقدم ہے پھر تجلیہ کا اہتمام ہے۔

☆☆☆

سفر آندھرا پردیش اور کچھ لطائف

حضرت حاذق الامتؒ کا سفر شری رامپور آندھرا پردیش کی ایک تقریب میں حضرت مولانا مخدوم صاحب کی دعوت پر ہوا جو نہایت اہم ہے۔ اس اعتبار سے کہ حضرت حاذق الامتؒ نے اس سفر کے بعد بنگلور کے چند اسفار کے بعد صرف ایک سفر کیا جو سفر وصال ہے اور وہ سیلم کے مدرسہ کا سفر تھا وہیں سے مرض وفات شروع ہو گیا۔

شری رامپور کے بارے میں حاضرین نے بتایا ہے کہ حضرت والا کے اعزاز واکرام واستقبال کے لئے علماء وعوام وطلباء ودیگر حضرات نے قطاروں سے استقبال کیا اور نعرۂ تکبیر کی صدا گونج اٹھیں۔

جس صبح کو یہ سفر شروع ہوا اس دن کی صبح کو احقر حضرت والا کے دولت خانہ پر ہی قیام کیئے ہوئے تھا تو صبح ناشتہ ساتھ میں ہو رہا تھا، بھائی ناصر الدین بھی ہمارے ساتھ تھے اور دستر خوان پر آملیٹ تھا۔

آملیٹ پر ایک لطیفہ

حضرت والا نے ناصر بھائی سے کہا کہ ناصر آملیٹ میں چھڑکنے کے لئے پسی ہوئی کالی مرچ لے آؤ، ناصر بھائی نے جواب دیا حضرت اس آملیٹ میں لال مرچ ہے کالی مرچ نہیں ہے اور اپنا آملیٹ والا پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ کھائیے یہ بہت مزیدار ہے، حضرت والا نے فرمایا یہ مزا بس تم ہی کھالو۔

احقر (راقم الحروف) نے حضرت والا کا مزاج سمجھ کر اس لطیفہ کو تھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت کالی مرچ میں ہے مزا اور لال مرچ میں ہے سزا، حضرت والا مسکرائے اور دستر خوان پر شامل حضرات خوب لطف اندوز ہوئے، احقر نے مزید تحقیق کے لئے حضرت والا سے دریافت کیا کہ عرب حضرات اور اہل یورپ لال مرچ نہیں کھاتے ہیں تو حضرت والا نے بغور سنتے ہوئے فرمایا ہاں وہ لوگ مصالحہ دار چیزیں نہیں کھاتے ہیں۔

مستعمل لفظ مصالحہ ہے یا مسالہ حضرت والا کی تحقیق

احقر نے بات کو مکمل کرنے کے لئے پھر حضرت والا کو تکلیف دی اور عرض کیا حضرت یہ جو لوگ بولتے ہیں مصالحہ کیا لفظ ہے اور آپ کی کیا تحقیق ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھو اصل تو مصالحہ ہی ہے۔ صاد سے جس کے معنی درست کرنے کے ہیں لیکن میرے اندازے سے یہ مسالہ جو ہوا ہے وہ سل کی وجہ سے ہوا ہے۔ لیکن اس کو سل پر پیستے ہیں اس لئے سل سے متعلق ہونے کی وجہ سے اس کو مسالہ کہا جا سکتا ہے۔ جو کو سل پر سلایا گیا ہو یعنی اس کو خوب لمبائی میں سل پر پیسا گیا ہو تو اس طرح یہ اسم مفعول کے قسم کی بات ہو جاتی ہے۔

سلسلہ کے نام پر ناراضگی کا اظہار

فرمایا حضرت والا نے سلسلہ بہت اہم اور مقدس چیز ہے جس کے ذریعہ انسان تک تقدس منتقل ہوتا ہے تو اس معاملہ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ فرمایا آپ نے کہ آج کل لوگوں نے اپنے اپنے نام پر سلسلہ کا نام رکھ دیا ہے۔ اور اس میں خلط ملط ہو جاتا ہے جیسے مشہور سلسلہ صرف چار ہی ہیں اب کوئی اویسی یا کمالی جنیدی یا دوسرے ناموں سے جو سلسلہ منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ حضرات ہیں مقتدا لیکن ان کے ناموں سے سلسلہ کا رواج نہیں ہے۔

ہم کہنے لگے مسیحی ،زکی حضرت والا کی مثالِ بے مثال

فرمایا کہ جیسے ہم اپنے شیخ کے نام پر مسیحی کہنے لگیں یا خود اپنے نام پر زکی کہلوانے لگیں تو یہ ساری چیزیں اختراع پردازی ہے، حقیقت نہیں ہے، اصل سلسلہ چشتیہ ہی ہے۔

ذکر کی ماہانہ مجلسیں منعقد کرنا بے سُود

فرمایا کہ ذکر کی ماہانہ مجلسیں ومحفلیں منعقد کرنا اور اس کو رواج دینا اور شہرت کرنا اور ٹائٹل لگا کر اس کی خوب تشہیر کرنا، لوگوں میں وہ ٹائٹل استعمال کرنے کی رغبت دلانا یہ سب تحذب ہے یعنی جماعت بنانا اپنی اپنی پارٹی بنانا اس کو کہتے ہیں۔

سلسلوں کو ایک نام دے دیا گیا ہے

فرمایا کہ حضرت جنید بغدادیؒ یہ قادری سلسلہ کے بزرگ ہیں لیکن حضرت جنیدؒ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں ایسا نہیں کہ سلسلوں کی بنیاد رکھی گئی ہو بلکہ یہ ایسا ہے کہ صحابی وتابعی سے اصلاحی تعلق کرتے تھے، وہاں سلسلہ کا مطلب کیا ہے، بزرگوں سے تعلق ومحبت رکھتے تھے بعد اس کو باقاعدہ ایک نام دے دیا گیا اور چار سلسلے مشہور ہو گئے، حضرت جنید بغدادیؒ کے شیخ کا نام حضرت سہیل تستریؒ ہے فرید الدینؒ کے مطابق حضرت سری سقطیؒ ہیں۔

کلاہِ مبارک کی بات

ناصر بھائی نے احقر کو حضرت کی کلاہِ مبارک مرحمت فرمائی تو حضرت والا نے اس موقع پر فرمایا کہ ٹوپیاں ہمارے پاس بہت ہیں، فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح الامتؒ سے ہمارے بھائی ماسٹر اہل اللہ صاحب دامت برکاتہم نے عرض کیا کہ حضرت ایک کلاہ مبارک عنایت فرمادیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھو کہ بکس کے اندر کلاہ مبارک ہیں ان کو ایک کلاہ مبارک دے دیا جائے۔

یعقوب حضرت کی آمد سے حضرت والا نہایت مسرور

یعقوب گڑیاتم والے تو حضرت والا کے دولت کدہ میں آتے رہتے تھے اور کئی کئی روز تک قیام رہتا تھا اور حضرت والا ان کے آرام کی ہر قسم کی فکر کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایسے ہی اچانک آگئے تو حضرت والا نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ دیکھو خانقاہ کی رونق آگئے ہیں حضرت والا نے آپ کی خیریت پوچھی اور بہت مسرور ہوئے بعد نماز عشاء حسب معمول کھانا کھایا گیا کھانے کے دوران حضرت والا نے فرمایا کہ جلال آباد میں حضرت مسیح الامتؒ کے دسترخوان پر میرے لئے چاول آتے تھے حضرت فرماتے تھے کہ

مسیح الامتؒ کی شفقت

حکیم صاحب مدراس والے ہیں یہ چاول کھاتے ہیں۔فرمایا کہ جب میں نے دیکھا کہ میں اکیلا چاول کھانے والا ہوں تو بس میں نے منع کردیا کہ حضرت روٹی ہی کھا لیں گے، یہاں بہت عمدہ روٹی بنتی ہے اس طرح کی روٹی مدراس میں کہاں بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فراخیٔ رزق، وسعت قلب اور کشادہ وپرفضا مکان عطا فرمائے! حضرت والا کی دعا

دورانِ سفر ایک مرتبہ پرنامبٹ سے بنگلور آنا تھا تو راستہ میں وی کوٹہ ہوکر جاتا تھا وہاں حضرت سے محبت کرنے والے جناب عبدالواجد صاحب تھے، ان کی دکان پر حضرت والا گئے اور چائے نوش فرمائی اور حضرت والا نے اپنے مخصوص انداز میں دعا فرمائی۔عبدالواجد نے عرض کیا حضرت مکان چھوٹا ہے دعا فرمائیں، حضرت والا نے اس طرح دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فراخیٔ رزق، وسعت قلب، اور کشادہ وپرفضا مکان عطا فرمائے، یہ تھی حضرت والا کی چھوٹوں سے شفقت۔

سفر کرتے وقت اہتمام کے ساتھ دعاؤں کی پابندی

حضرت والا سفر کرتے وقت دعاؤں کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور میں برابر دیکھتا تھا کہ حضرت کون کون سی دعائیں اور کیا کیا پڑھتے ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں میں سفر میں تینوں دعائیں پڑھ لیتا ہوں اور پھر آپ نے وہ ساری دعائیں ہم کو بتائیں، فرمایا کہ اول دعا جب سواری پر سوار ہوں تو یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔" بسم الله توکلت علی الله " اور اس کے ساتھ الحمد لله اور "سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین و انا الی ربنا لمنقلوب " تیسری دعا سفر میں جو ہے وہ پڑھنا بہت اہم ہے سفر کی مصیبتوں میں اور مشقت سے پناہ اور اپنے اہل کے لئے عافیت وحفاظت کا سوال ہے تو یہ کتنی بڑی بات ہے، وہ دعا یوں ہے "اللهم هون علینا هذا السفر واطوعنا بعده اللهم انت الصاحب فی السفر والخلیفة وی الاهل اللهم انی اعوذبك من وعثاء السفر وکابته المنظر و سوء المنقلب فی المال والاهل "۔

ان باتوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت والا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنا انہاک رکھتے تھے اور آپ کو وہ تمام مواقع اور اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال بھی یاد رہتے تھے یہ حضرت والا کی زندگی تھی جو ہمارے آپ کے لئے نمونہ ہے۔

کسی عارف باللہ سے کیا زنا کا بھی صدور ہو سکتا ہے

حضرت حاذق الامتؒ سے طرح طرح کے سوال کئے جاتے تھے اور آپ تمام سوالوں کے جواب مدلل طریقے سے تشفی بخش دیتے تھے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا ایک دفعہ آپ سے ایک سوال کیا گیا کہ اللہ والوں سے کیا زنا بھی ہو سکتا ہے تو آپ نے

بہت اطمینان وسکون سے بہت تفصیلی جواب مرحمت فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی سے یہی سوال کیا گیا کہ کیا عارف باللہ سے زنا کا صدور ہوسکتا ہے فرمایا کہ ہاں عارف باللہ سے زنا کا صدور ہوسکتا ہے اور جب وہ آزمائش منظور ہوتی ہے وہ معاملہ چلتا ہے اس کے بعد ختم ہوکر واپس طاعات پر ہوجاتا ہے۔توبہ واستغفار کی توفیق مل جاتی ہے یہ حالات یا تو آزمائش کے لئے یا جلاء قلب کے لئے یا تنبیہ کے لئے آتے ہیں،ان سے ذلیل ورسوانہیں فرماتے ہیں،پوری عبارت عربی میں آتی ہے، جیسے عبداللہ اندلسی کا واقعہ ہے کہ کتنے سال خنزیر چرائے،اس سوال کا مطلب یہی ہے کہ اللہ والے حضرات اور بزرگ لوگ جو ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتے ہیں کیا وہ لوگ بھی گناہ کبیرہ میں مبتلاء ہوجاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوجاتا ہے لیکن یہ حضرات اس غلطی اور اس حالت پر قائم نہیں رہتے ہیں پھر عود ہوجاتا ہے اور توبہ واستغفار سے پھر قرب میں اضافہ ہوجاتا ہے آپ نے اس موضوع پر ایک بات اور فرمائی وہ بھی بہت اہم اور معلوماتی ہے فرمایا کہ دیکھو ایک بات غور سے سن لو! انبیاء کرام کا مقام اول ہوتا ہے ان سے بڑا کوئی بزرگ نہیں،یہ اول درجہ کے اہل اللہ ہوتے ہیں اور ان کو مشاہدہ حق ہوتا رہتا ہے اور یہ حضرات واصل باللہ ہوتے ہیں اور وصول الی اللہ سے کون ہٹا سکتا ہے وہ تو حضور حق میں ہیں وہاں سے کون ہٹا سکتا ہے وہاں گمراہی اور غفلت کا گزر بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

اولیاء کرام یہ دوسرا درجہ ہے یہ حضرات عارف باللہ ہوتے ہیں واصل باللہ واپس نہیں ہوتے ہیں وہ بس چلا گیا اور عارف باللہ کا حالات سے گزر ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ عارف یا سالک یعنی ''مخلصون علی خطر ''انبیاء کرام درجہ احسان پر ہوتے ہیں اور ان حضرات کا مقام بلند ہوتا ہے۔یہاں سے ایک بات سید الطائفہ قبلہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی تحقیق بھی نقل کردینا اچھا سمجھتا ہوں وہ بھی آپ دھیان میں رکھئے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی ہادی و مضل دونوں بھی ہیں تو کبھی عارف باللہ پر مضل کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو ایسے ایسے گناہ کا صدور ہو جاتا ہے اور ایک بات احقر کے دل میں آئی ہے اس کو بھی عرض کئے دیتا ہوں دیکھئے جو عارف باللہ ہوتے ہیں وہ اپنی مخلوق کی صفات سے اور حدوث کے دائرہ سے بھی باہر نہیں ہو پاتے ہیں اس لئے ان پر حدوث کا خطرہ بنا رہتا ہے اور واصل باللہ جو ہوتے ہیں وہ مخلوق کے حدود سے باہر نکل جاتے ہیں ہماری سر کی آنکھوں کے اعتبار سے وہ مخلوق کے اندر ہی ہیں لیکن روحانی اعتبار سے جو دل کی آنکھوں سے نظر آتے ہیں وہ مخلوق کی پکڑ سے باہر ہوتے ہیں ان کی پہنچ وہاں نہیں ہو پاتی ہے اور عارف باللہ ہماری سر کی آنکھوں سے اللہ تک پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اہل دل جانتے ہیں کہ ان کا مقام ابھی نیچے ہی پرواز ہے لیکن ایسی پرواز ہے جیسے کبوتر اڑتا ہے لیکن باز اس کو پکڑ لیتا ہے اور عقاب اتنا اونچا اڑتا ہے کہ وہاں اس کی پہنچ مشکل ہے اور بعض کبوتر بھی اتنی اونچی پرواز کرتے ہیں کہ ان کو دیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے باز ان پر حملہ نہیں کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حالات چھپاؤ اور احکامات کو بیان کر دو

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے ایک خاص بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے راز بندے کے ساتھ کیا ہیں ان کو چھپانا ضروری ہے حالات تو وارد ہوتے ہیں ان کی حفاظت لازمی ہے، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں ان کے واقعات اور تعلقات مخلوق پر ظاہر کرنا اچھا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات بیان کرو لوگوں کو بتاؤ یہی مطلوب ہے لیکن ہماری محبت کی رازکی باتیں ظاہر نہ کرو ان سے خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ایک اختیاری معذور کا علاج آپ کی حکمت اور تدبیر کا اثر

ایک صاحب خانقاہ آتے رہتے تھے۔ وہ نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے حالانکہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں قادر تھے کتنا سمجھاؤ ان کے سمجھ میں نہ آتا تھا حضرت والا

نے ان کا وہ علاج کیا کہ میں تو حیران رہ گیا۔ کچھ روز کے بعد میں جب حضرت سے ملنے کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ صاحب نماز پڑھا رہے ہیں اور امامت کر رہے ہیں ا حقر نے حضرت والا سے تعجب سے پوچھا کہ حضرت والا یہ کیا معاملہ ہے یہ کھڑے ہو کر نماز بھی پڑھا رہے ہیں اور تلاوت بھی زور سے کر رہے ہیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں میں نے یہ حکمت سوچی ہے کہ ان کو خانقاہ کا امام بنا دیا جائے امامت کے اندر آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور تلاوت بھی زور سے کرتا ہے الحمدللہ حکمت کام کر گئی اور اس کا فائدہ ہوا کہ ان کی اصلاح کے لئے یہ حکمت اپنائی گئی ہے واقعی حضرت والا کی یہ حکمت خوب کام آئی اور میں حیران رہ گیا۔ سبحان اللہ آپ کی عقل و حکمت۔

ایک شاعر کے شعر پر حضرت والا کی تضمین

ایک شاعر کا پڑھا گیا ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت ہے
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حضرت مولانا تھانویؒ نے تضمین فرمائی ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے کروں زاری
کہ اس بندہ کی کیوں خواری مزاج یار میں آئے

راقم الحروف (مولانا الطاف عزیز) کی تضمین ؎

اگر بخشے تو زہے حکمت نہ بخشے تو جسارت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

قبلہ حاذق الامتؒ نے یہ شعر سن کر اس میں تبدیلی فرمائی ؎

اگر بخشے تو زہے حکمت نہ بخشے تو ملامت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

مولانا محمد ادریس حبان نے اس کو اس طرح عرض کیا ؎

اگر بخشے تو کرم اس کا نہ بخشے تو فریاد ہے
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حضرت مولانا نے فرمایا کہ مولانا آپ کے اس شعر میں جسارت درست نہیں ہے بس اس میں ملامت کا لفظ موزوں ہے بس وہی شعر درست ہوگیا۔

انبیاء کرام ہی تجلیات الٰہی کے متحمل ہوسکتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور حضرت والا کی برکت سے یہ بات دل میں آئی کہ جس طرح تجلیات الٰہی ہیں وہ ایسی بھاری ہوتی ہیں جیسے قرآن پاک کی آیت سے کچھ اشارہ ملتا بھی ہے "سنلقی علیك قولا ثقیلا" صدق الله العظیم "وہ تجلیات امت ان کی متحمل نہیں ہوسکتی انبیاء کرام ہی ان تجلیات کا تحمل کر سکتے ہیں، امت کے علماء و صلحاء اولیاء تھرماس کی گرم چائے کو تھرماس سے نہیں پی سکتے انبیاء کرام بھی تھرماس کی طرح صاف شفاف شیشے کی طرح دل والے نہیں ان کے قلوب ہر وقت گرم رہتے ہیں صاف ہوتے ہیں باہر کی کثیف اور آلودگی اندر نہیں پہنچ سکتی ہے۔

اولیاء کرام تھرماس کی چائے اگر تھرماس کو منھ لگا کر پئیں گے تو جل جائیں گے اس کی طاقت ان کے اندر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت کا جام انبیاء کرام صلحاء کو پلا رہے ہیں اسی طرح قرآن پاک ۲۳ سال کے اندر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے کہ ایک دم انسان کے اندر اس کے پینے کی طاقت نہیں تھی گھونٹ گھونٹ پینے سے کام بھی ہوتا ہے وہ بدن میں بھی لگتا ہے۔

☆☆☆

اترانچل کا سفر

راقم الحروف اسی مدرسہ میں کام کرتا تھا اور حضرت والا کو اب یہاں سے وہاں ہی جانا تھا گاڑی مہمان خانہ لائی گئی گرمی بہت تھی حضرت والا کے ہمراہ رفیع الدین سلمہ بھی تھے، مہمان خانہ میں بھائی جان صاحب اور صاحبزادگان برادم حفی اللہ اور ولی اللہ صاحبان سے گلے مل کر اجازت لی اور روانہ ہو گئے۔

چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مزار اقدس پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور نہایت سکون و وقار کی جگہ ہے۔ یہاں مزار کا انتظام دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، یہاں ایک بہت بڑا باغیچہ ہے، مہمانوں کے ٹھہرنے کی عمارت اور مسجد ہے، کنواں ہے پانی کا بھی انتظام ہے اور ایک دربان بھی ہے۔

حضرت تھانویؒ کے مزار کی جگہ ایک وقف باغ اراضی ہے۔ مزار اقدس کے کارکنان کا خرچہ اسی باغ سے چلتا ہے۔ مزار کی چاردیواری کا گیٹ ہے۔ گیٹ پر ایک دربان ہے جو ہر طرح کی جانکاری رکھتا ہے اس کی اجازت ہی سے اندر جانا ہوتا ہے دروازہ پر ایک بہت بڑا جامن کا درخت ہے بہت گھنا سایہ ہے گرمی میں سکون و آرام ملتا ہے۔ مزار اقدس نہایت سادگی سے بنایا گیا ہے بالکل کچی قبر ہے۔

قبر کے پاس ایک چٹائی پڑی رہتی ہے اس چٹائی پر بیٹھ کر لوگ ایصال ثواب کرتے ہیں۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت رائے پور بھی یہاں سے قریب ہے زیارت

کرلی جائے۔ فرمایا کہ ہاں اچھا ہے چلو چلیں گے۔ یہٹ ہوتے ہوئے گنڈ پور وہاں سے رائے پور جو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے فیض کا مرکز ہے۔ یہاں حضرتؒ کا مزار بھی ہے اور یہیں خانقاہ بھی ہے۔ یہاں حضرت کے ذریعہ پورے علاقے میں خاص طور سے ہندوستان بھر میں فیض پہنچا ہے۔ مولانا رائے پوری حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ یہاں اس قصبہ میں راؤ برادری کے لوگ آباد ہیں جو زمیندار ہیں بڑی بڑی اونچی اونچی عمارتیں اسی قصبہ میں تھیں، ان لوگوں کے اندر بہت غصہ، گھمنڈ، غرور تھا کمزوروں پر ظلم کرتے تھے اور غریبوں کو اپنے پاس نہ بٹھاتے تھے اگر کوئی نزدیک سے سلام کرتا تو کہتے کہ چھاتی پر چڑھ کر سلام کرتے ہو اگر دور سے سلام کرتے تو کہتے منی آرڈر کر دیتے۔ ایسے مغرور اور گھمنڈی اور مالدار زمین دار کہ حکومت کے ذمہ داران کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ایسے ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسی قدر دانی کی اور ایسی محبت کی کہ دنیا نے پھر یہ بھی دیکھا ہے کہ ان حضرات کے چہروں پر داڑھیاں ہیں اور پھر نمازی، تہجد گزار اور صاحب نسبت لوگ پیدا ہوئے، ایک بزرگ جن سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے وہ تھے حضرت مولانا شاہ عبدالواجد صاحب ''بڑے صاحب'' نسبت بزرگ گزرے ہیں راؤ لوگوں میں حاجی راؤ عبدالحمید صاحب کا نورانی چہرہ اور خوبصورت داڑھی، چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی صاحب نسبت بزرگ ہیں جبکہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ اس کے بعد شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت شاہ کو دیکھنے کا شرف ملا ہے اور شاہ عبدالقادر کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی دیکھنے کا شرف ملا ہے۔ حضرت کا آخری وقت تھا میں نے نماز حضرت والا کے برابر میں خانقاہ میں ادا کی ہے۔ یہ بات ذکر کر دی جائے تو بہتر ہوگا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم کے چاہنے والوں اور آپ

کے عاشق ہمارے دادا جان محترم حافظ محمد اسمٰعیل صاحبؒ۔ مرزا پھول پور میں جب مدرسہ رحیمی قائم کیا گیا تو شاہ صاحبؒ نے یہ ذمہ داری دادا جان کے سپرد فرمائی اور مدرسہ کی کچی عمارت جب بنوائی گئی تھی تو اس میں تین کوٹھے کچے دادا جان اور ان کے گھر والوں کے لئے بھی تعمیر ہوئے چنانچہ اس مدرسہ کی عمارت اور ہمارے گھر سب ایک ہی طرف تھے دادا جان نے اس مدرسہ کے ذریعہ مرزا پور میں علم کی روشنی پھیلائی اور آج بھی دادا جان کے ایک شاگرد حافظ محمد اسمٰعیل صاحب اس مدرسے میں پڑھاتے ہیں، وہ آپ سے فیض یافتہ ہیں۔

اصلاح کا انداز

بہرحال رائے پور میں رہ کر رائے پوری کے نام ہی سے مشہور ہوئے اور جو رائے پور کے تھے ان میں ہی شامل ہو کر اصلاح فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کے بارے میں معلوم ہوا کہ حضرت قصبہ کے تمام متوسلین و متعلقین کے گھر سے کھانا منگاتے تھے اور خانقاہ میں ایک دسترخوان میں سب لوگ مل کر کھاتے تھے، حضرت والا کے ساتھ ہی یہ کھانا مل کر کھایا جاتا تھا۔ اس میں ہی آپ کی تربیت چھپی ہوئی تھی، چونکہ زمیندار کسی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا پسند نہیں کرتا ہے تو حضرت رائے پوری نے یہاں سے ان کا علاج شروع کیا۔ اور جن کا علاج ہو رہا ہے ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کا علاج ہو رہا ہے سبحان اللہ! اللہ والوں کی ذہانت اور حکمت۔

حضرت حاذق الامتؒ کی خواہش تھی کہ یہاں بھی حاضری ہو جائے چنانچہ رائے پور پہنچے معلوم ہوا کہ مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب آرام فرمارہے ہیں۔ نماز ظہر کے لئے اذان ہوئی، بعد نماز ظہر مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تعارف ہوا اور چائے نوش کرائی گئی۔ حضرت مفتی صاحب دماغ اٹیک کی وجہ سے جلدی پہچان نہیں پائے تھے اور

یادداشت بھی کمزور ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے ایک واقعہ کو بار بار دھراتے تھے پوری خانقاہ میں حضرت والا نے دیکھ دیکھ کر بہت اطمینان وسکون حاصل کیا۔

حضرت مسیح الامتؒ کی شخصیت

حضرت مفتی صاحب نے حضرت مسیح الامتؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ کسی شادی کے سلسلہ میں حضرت مسیح الامتؒ گورائے پور آنا تھا یہاں تشریف لائے تو گرمی بہت تھی تو اسی کمرہ میں عصر تک تشریف رکھی اور فرمایا اس کمرہ میں سکون کے غیبی سامان موجود ہے اور عصر کے بعد باہر نکلے اور شادی میں شرکت کی، دولہا کو سلامی کے لئے منع فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

سلامی کیا رسم ہے

شمالی ہند میں بالخصوص مغربی یوپی میں سلامی ایسی رسم ہے کہ دولہا کو عورتوں میں لے جاتے ہیں وہاں سالیاں اور سالیوں کی سہیلیاں اور دیگر خاندان کی عورتیں جمع ہو تی ہیں اس موقع پر سالیاں جوتا چراتی ہے اور پیسے دیئے جاتے ہیں یہ ایک رسم انجام دی جاتی ہے، اور اس چوری کا نام سلامی رکھدیا گیا، حضرت مسیح الامتؒ کی بات چل رہی تھی کہ حضرت مسیح الامتؒ نے رائے پور خانقاہ میں قیام کیا اور دلہا کو فرمایا کہ سلامی کے لئے نہ جانا چونکہ وہاں محرم اور غیر محرم تمام قسم کی عورتیں جمع ہوتی ہیں سب عورت کے رخصت ہونے کے بعد جانا اچھا ہے چنانچہ اس دولہا صاحب نے ایسا ہی کیا۔

مفتی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا یہ کمرہ خانقاہ کا ہے، اس کا واقعہ یوں ہوا کہ یہ خانقاہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوری نے مدرسہ میں وقف کردی تھی، اس کے بعد وہ خانقاہ خالی کردی گئی تو شاہ صاحب بے چین رہتے تھے آخر حضرت شاہ رائے پوری کا پلنگ اس دوسری جگہ اس کمرہ میں لایا گیا تو حضرت کو سکون

ہوا یہاں ہی حضرت کا وصال ہوا اور آخر تک یہاں قیام فرمایا۔ حالانکہ شاہ صاحب رائے پوری کے لئے چار پانچ کمروں کی ایک خانقاہ بنوادی تھی لیکن حضرت والا اسی ایک کمرہ میں قیام فرماتے تھے، تقریباً چار بجے وہاں سے سفر دوسری جگہ کے لئے شروع ہوا پھر وہاں سے مرزاپور اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گئے، تقریباً ۵ بجے مرزاپور پول پہنچے تو سب سے پہلے مدرسہ فیض العلوم میں جانا ہوا تمام اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی اور مدرسہ کی عمارت کو بھی ملاحظہ فرمایا اور اپنے خصوصی انداز میں حضرت والا نے دعا فرمائی۔ یہاں سے فارغ ہو کر کچھ ہی دوری پر مدرسہ مصباح العلوم تھا مدرسہ میں حاضری کا شرف نصیب ہوا حضرت والا کی تشریف آوری سے مدرسہ کے اساتذہ وطلباء بہت خوش ہوئے، مولانا احسان الحق صاحب زید مجدکم سے مصافحہ بھی ہوا حضرت والا نے یہاں بھی دعا فرمائی۔

مدارس کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے نصیحت فرمائی، چائے نوشی کے بعد غریب خانہ پر تشریف لائے، گرمی اس قدر تھی کہ بیٹھنا مشکل تھا حضرت والا اتنی گرمی کیسے جھیل رہے تھے، یہ تو وہی جانتے ہیں، تمام بھائیوں سے ملاقات کی اور ان کے گھروں میں دعائیں بھی فرمائیں، بھائی اشفاق صاحب کے گھر میں طویل دعا ہوئی۔ حضرت والا سے بار بار دعا کی درخواست کی جاتی رہی اور حضرت والا دعا فرماتے رہے لیکن غریب خانہ پر جب دعا کی درخواست کی گئی تو حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھو سنو ایک بات اور یاد رکھو کہ دعائیں تو ہو جاتی ہیں لیکن دعا قبول ہونے میں مدد بھی ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دعا کرنے والا سفارش کرتا ہے کہ یا اللہ اس کو برے کاموں سے بچا یا اللہ اس پر رحم فرما اور نمازی بنا، دعا کرنے والا تو یہ دعائیں کرے اور جس کے لئے دعا کی جارہی ہے وہ ٹیلیویژن گانے بجانے میں لگا رہے اور نماز سے غفلت کرے تو بتلاؤ ایسی دعا کا کیا ہوگا اور جس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے حق میں

کیسے مفید ہوسکتی ہے اور کیسے رحم ہوگا اور کیسے برے کاموں سے حفاظت ہوسکتی ہے دعا کے ساتھ خود برے کاموں کو چھوڑنا اور محنت کرنا دل لگانا اس طرف ہر قسم کی معصیت سے بچنے کا اہتمام کرنا پھر دعا اثر کرے گی۔

اسی طرح روزگار اختیار کرے اور پیسوں کی قدر کرے کچھ بچا کر چلے پیسوں کے بچانے کی تدبیریں اختیار کرے پھر دعا بھی کرے، تو یہ دعا کام کرے گی تو یہ ضابطہ ہے کہ تجویز بھی ہو اور دعا کے ذریعہ تفویض بھی ہو، ہر کام میں تجویز بھی ہو اور دعا کے ذریعہ تفویض بھی جاری کی جائے، یہی عبدیت ہے۔

اس سے بندہ کی طرف سے عبدیت ظاہر ہوتی ہے اور اس کا وجود تسلیم کرنے کے برابر ہے، لا الہ الا اللہ کا مطلب یہی ہے اور محمد رسول اللہ کا طریقہ بھی آگیا۔ پھر یہاں سے ہربٹ پور طے تھا، مدرسہ کا نام ہے مدرسہ قاسم العلوم، ہربٹ پور پہنچے وہاں پہنچنے پر کافی حضرات انتظار میں تھے مدرسہ کی مسجد میں ہی نماز عصر ادا کی اسکے بعد مصافحہ کرنے کے لئے ہجوم ہوگیا بعد نماز عصر فوراً اظہار احمد صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور پھر پانی دم کرنے کا سلسلہ چلا، بعد نماز مغرب دوسرے حضرات ملاقات کے لئے آتے رہے حضرت والا نے نماز مغرب کی امامت فرمائی اور پھر کار کا بندوبست کیا گیا حاجی ریاض الدین احمد صاحب کے گھر ڈھکرانی تشریف لے گئے اور بھی بہت سے لوگ مدعو تھے، گھر کے مرد اور عورتیں حضرت والا سے بیعت بھی ہوئے اور کچھ عورتوں نے علاج کے لئے حضرت والا سے رجوع کیا بہر حال دس بجے رات کو فارغ ہو کر قصبہ سہنس پور مدرسہ جامع العلوم میں پہنچے وہاں نماز عشاء ادا کی، حضرت مولانا عباس احمد صاحب کی دعوت پر یہاں حضرت والا تشریف لائے گیارہ بجے رات کو اساتذہ و طلبا کو سونے کا موقع ملا اور حضرت والا نے کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ حضرت والا تو رات کو ایک بجے تک سو نہیں سکے۔ مہمان خانہ میں حضرت والا کے سونے کا انتظام تھا صبح بعد

نماز فجر چائے نوش کی گئی کچھ حضرات جس میں مولانا عباس احمد صاحب بھی تھے حضرت والا سے بیعت ہوئے اور ناشتہ کیا گیا اور احباب آتے رہے اور بھیڑ لگ گئی پھر نو بجے صبح مدرسہ کی مسجد میں ہی حضرت والا کا خصوصی وعظ ہوا جس میں تمام طلباء و اساتذہ و دیگر شہر کے معزز حضرات اور عوام بھی شریک رہے۔

حضرت والا کے وعظ سے پہلے حضرت مولانا عباس صاحب نے حضرت والا کا تعارف کرایا اور حضرت والا کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور تمام اساتذہ وطلباء اور شہر کے معزز حضرات کی طرف سے آپ نے حضرت والا کا استقبال کیا۔

مدرسہ جامع العلوم میں حضرت والا کا وعظ

مدرسہ جامع العلوم سہنس پور میں حضرت والا نے جو وعظ فرمایا ہے وہ یہاں کچھ ذکر کیا جا رہا ہے حضرت والا نے اپنے وعظ کو حدیث پاک "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة" کے موضوع پر فرمایا۔ آپ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مدارس ہی ایسی جگہیں ہیں جہاں قلوب کو سدھارا جاتا ہے اور جہاں انسانیت سکھائی جاتی ہے چونکہ انسانیت کے اندر امن کا انحصار ہے اور انسان کامل انبیاء کرام ہو تے ہیں تو انبیاء کرام کی لائی ہوئی تعلیمات اور ان کی تربیت جہاں جہاں ہوگی وہاں انسان ہی پیدا ہوں گے انسانیت کے حلقے اور جماعتیں قائم ہوں گے ان مدارس کے اندر علوم انبیاء سکھائے جاتے ہیں قرآن پاک جو اہم اور مقدس اور عظیم الشان اور بے مثال کلام ہے۔ یہ سدھار اور امن اور اخلاق کا مرکز ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کی فلاح و صلاح کے واسطے ہی تو عظیم الشان قرآن اتارا ہے۔ اس لئے یہ مدارس بہت اہم اور عظیم اور قابل قدر ہیں قدر کرنے کی چیزیں ہیں، حضرت والا کا یہاں طویل خطاب ہوا، فرمایا کہ انسان خود کتنا ذہین اور ہوشیار ہوتا ہے اور اس کو علوم نبوت سے

سرفرازی ہو جائے تو نورعلی نور ہوگا اور کیا کیا علوم کھلیں گے اور کیسی کیسی حکمتیں ظاہر ہوں گی اور انسانیت کی حیران کن خدمت بھی اسی طرح ہو سکے گی، آخر میں دعا فرمائی۔

دعا سے فراغت کے وقت بھائی راشد صاحب ڈرائیور نے اپنے گھر کی عورتوں اور اپنے بچوں کے لئے علاج معالجہ کی بات کی، اور بھی بہت سے لوگوں کی تشخیص فرمائی، نبض دیکھی اور حسب حال دعا فرمائی۔

درمیان میں تھوڑا وقفہ تفریح کے لئے

وہاں سے ڈاک پتھر جمنا دریا کو دیکھنے کے لئے تفریحی طور پر گئے۔ وہاں ڈیم دیکھا، وہاں کا پارک بھی دیکھا گیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آرام کیا اور حسب ضرورت کچھ تناول فرمایا، حضرت والا یہاں کے منظر سے بہت خوش اور خوب لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہاں سے فراغت کے بعد پھروکاسن نگر گئے، وہاں حاجی ریاض الدین احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے بیعت ہوئے، دیر تو ہو ہی گئی تھی حضرت والا نے آرام نہیں فرمایا برابر کام میں ہی لگے رہے۔ وہاں سے پھر شاہد کے یہاں جانا ہوا ان کی اہلیہ کی تشخیص فرمائی، پھر ہربٹ پور پہنچ کر نماز عصر ادا کی عصر کے بعد بارش ہونے لگی حضرت والا نے تھوڑا آرام فرمایا اور عصر بعد چائے اور پان کا اہتمام کیا گیا، پھر یہاں سے مولانا افتخار احمد صاحب زیدمجدکم قصبہ بڈھی دہرہ دون کی دعوت پر ان کے یہاں مدرسہ پہنچے۔ مغرب کی نماز حضرت والا نے پڑھائی اور اس کے بعد حضرت والا کا وعظ ہوا جس میں مدرسہ کے طلباء اساتذہ اور قصبے کے لوگوں نے شرکت کی۔ حضرت والا کا بیان اتق المحارم کے موضوع پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج انسان عبادتوں کا شوق تو کرتا ہے لیکن گناہوں کو چھوڑنے کا اہتمام نہیں کرتا ہے۔ فرمایا کہ حرام چیزوں سے بچنے کی ضرورت بہت ہے جن باتوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑکتا ہے اس کو تو چھوڑتے نہیں اور مستحبات کے پیچھے پڑے ہوئے

ہیں دعا فرمانے سے پہلے مدرسہ کے تمام اساتذہ اور مہتمم صاحب بیعت ہوئے اور قصبہ کے بھی دیگر حضرات نے بھی حضرت والا کے دست مبارک پر بیعت کی اور دعا کے بعد کمرہ کے اندر کچھ دیر آرام فرمایا پھر نماز عشا کے بعد مدرسے کے صدر صاحب کے دولت خانہ پر عشائیہ کا اہتمام تھا، وہاں کافی مقدار میں عورتیں بیعت ہوئیں رات کو بارہ بجے تک یہی سلسلہ چلتا رہا حضرت والا روحانی اور مادی دونوں علاج فرماتے رہے ہم لوگ باہر بیٹھے رہے ۱۲ بجے کے بعد ہم لوگ مدرسہ گئے وہاں بچوں نے نظم نعت سنائی اور حضرت والا کی خدمت سے شرف حاصل کیا، بعد نماز فجر چائے نوشی ہوئی اور وہاں سے موراں والا مدرسہ اظہار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا الطاف حسین صاحب زید مجدہم کی دعوت پر مدرسہ میں حاضری ہوئی اور مدرسہ کا تعارف کرایا حضرت نے خصوصی دعا فرمائی، صبح نو بجے سہارنپور سے دہلی کے لئے گاڑی پکڑنی تھی، بذریعہ کار سہارنپور کے لئے اللہ کے بھروسے نکل پڑے وہیں دہرہ دون روڈ سے بھائی راشد صاحب بھائی ابراہیم صاحب عزیزم رفیع الدین سلمہ حضرت والا اور یہ راقم الحروف ۱۵ افراد پر مشتمل یہ قافلہ ساڑھے آٹھ بجے سہارنپور پہنچا حضرت والا لدھیانا ایکسپریس سے سوار ہو کر ڈھائی بجے دہلی پہنچے، گرمی شباب پر تھی اور اس ٹرین میں سفر کرنے میں حضرت والا کو بہت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا بس فضل الٰہی سے بخیر وعافیت پہنچ گئے، ہوٹل شان میں قیام کیا، گرمی کی شدت تھی لہٰذا غسل کیا گیا اور دوپہر کا کھانا بھی کھایا گیا نماز ظہر ادا کی پھر آرام فرمایا، عصر ادا کی اور مغرب کی نماز کے لئے رفیع الدین کو جامع مسجد لے کر آئے تاکہ یہاں ساتھ میں مغرب کی نماز ادا کریں اور تھوڑا گھوم لیں، جامع مسجد اندر اور باہر سے دکھائی، دل بہت خوش ہوا، وقت کم تھا ساڑھے نو بجے رات میں کرناٹک ایکسپریس سے سوار ہونا تھا، بحمد للہ تعالیٰ وقت پر حضرت والا ریل گاڑی میں مدراس کے لئے سوار ہو گئے۔ حضرت والا کو پرنم آنکھوں سے رخصت کر کے احقر چھتیس گڈھ ٹرین سے واپس سہارنپور اور وہاں سے مرزاپور پول پہنچا۔

جلال آباد اور تھانہ بھون کا آخری سفر

مرشدی ومولائی حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ آپ نے اپنے شیخ کے آستانے پر حاضری کا ارادہ کیا۔ چونکہ آپ کا سفر دہلی کا تھا اس میں یہ پروگرام بنایا گیا راقم الحروف ان دنوں دہرہ دون اترانچل ایک مدرسہ میں کام کرتا تھا تو حضرت والا نے اس خادم کو اپنے سفر سے مطلع فرمایا کہ اس طرح پروگرام ہے اور جلال آباد بھی جاؤں گا بس خادم نے بھی احباب سے تذکرہ کیا تو حضرت والا کا پروگرام دہرہ دون کا بھی بنادیا گیا اس طرح حضرت والاؒ کی مصروفیات اور بڑھا دی گئیں۔

پروگرام یہ تھا کہ حضرت والا دہلی کانفرس میں شرکت فرما کر دہرہ دون ایکسپریس سے سہارنپور آجائیں گے۔ وہاں سے جلال آباد بذریعہ کار چلیں گے لیکن یہ گاڑی کینسل ہوگئی تو پھر آپ دہلی سے ہی بذریعہ کار جلال آباد پہنچے۔ ہم لوگ بھی ایک مریض کو کار میں لے کر جلال آباد پہنچے تو حضرت والا کار سے اپنا سامان اتار رہے تھے اور رفیع الدین ساتھ تھے۔ حضرت والا کے چہرہ انور پر نظر پڑی بس ساری تھکن دور ہوگئی اور فرحت ومسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

رفیع الدین اپنے مخصوص انداز سے مسکرائے اور سامان کی طرف بھی دیکھتے رہے حضرت والا سے مشورہ کیا اور خیریت پوچھی۔ اس وقت قصبہ جلال آباد میں ہم

لوگ ہیں۔ جمعہ کا دن ہے ۱۱ بجے کے قریب دو پہر ہے تو یہاں قصبہ جلال آباد بس اسٹینڈ سے اور خانقاہ اور مدرسہ جانے کے لئے ہم لوگ اپنی کار میں حضرت والا کو بٹھا کر اور سامان رکھ کر چل دے۔ دربار حضرت مسیح الامتؒ میں حاضری کا اور آستانہ میں حاضر ہو کر شرف کا بہت انتظار تھا یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ اپنے شیخ حضرت حاذق الامتؒ کے ہمراہ یہاں حاضری کا شرف مل رہا ہے آج میں بہت خوش ہوں کہ مسیح الامتؒ کے آستانہ بوسی کا حضرت والا کے ساتھ موقع اللہ نے نصیب فرمایا۔ خوشی میں مست و سرشار ہوں اللہ تعالیٰ باادب یہاں اوقات گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ جمعہ کی نماز سے پہلے ہی دولت کدہ میں حاضری ہوئی کیا حضرت مسیح الامتؒ کے مکان کا دروازہ ہی ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کسی بادشاہ کے محل میں داخل ہو رہے ہیں اتنا بڑا شاہی دروازہ، پھر داخل ہو کر بہت بڑا صحن ہے، چاروں طرف کمرے ہی کمرے ہیں۔ صحن میں پہنچ کر حضرت کے بڑے صاحبزادے (بھائی جان) سے ملاقات کی گئی بھائی جان نے حضرت والا کو قریب بلا لیا اور بہت مسرور ہوئے۔ اس وقت جو حضرات موجود تھے سب سے حضرت والا کا تعارف کرایا۔ وقت کی تنگی جمعہ کی نماز کی تیاری کے پیش نظر مختصر طور پر پانی نوش کر لیا گیا اور ضروریات سے فراغت کی اجازت لے کر بس نماز جمعہ کی تیاری کی چنانچہ وضو کیا اور جمعہ کی نماز میں شامل ہو گئے۔ اس مسجد میں جمعہ کی نماز کا شرف حاصل ہوا جو مسیح الامتؒ کی مسجد کہلاتی ہے اور حضرت والا اسی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔

باہر صحن میں جگہ ملی اور چٹائی پر رفیع الدین کے ہمراہ کھڑے ہو کر جمعہ کی نماز ادا کی گئی مسجد میں چونکہ کافی بھیڑ تھی اس لئے باہر چھوٹی ایک چٹائی پر جگہ مل پائی اسی پر نماز ادا کی سنتیں ادا کی اور نماز سے فراغت کے بعد پھر رفیع الدین کے ہمراہ ملکے پھلکے انداز میں مسجد سے باہر آئے۔ حسب معمول خانقاہ مسیح الامتؒ میں بعد نماز جمعہ

بھائی جان مجلس فرمارہے تھے تو ہم لوگ بھی شامل ہو گئے۔ حضرت والا سے ملاقات چونکہ پوری نہیں ہو پائی تھی اس لئے صاحبزادہ مسیح الامتؒ مکرمی ومحترمی بھائی جان صاحب دامت برکاتہم نے مجلس کے دوران ہی حضرت حاذق الامتؒ کو ادھر ادھر دیکھا اور آپ کی آنکھوں نے جب نہیں پایا تو پکارنے لگے حکیم صاحب کہاں ہیں، بھائی ان کو بلاؤ حکیم صاحب کہاں ہیں بھائی جان بار بار پکارنے لگے پھر آپ کے قریب چلے گئے اور حاذق الامت کو اپنے قریب بٹھالیا اور آپ کی محبت وتعلق کے بارے میں حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ حکیم صاحب ہیں حضرت مسیح الامتؒ کے خاص ہیں۔ راقم الحروف نے یہ جملے کانوں سے سنے ہیں آپ اندازہ لگایئے حضرت حاذق الامت کتنا چاہتے ہوں گے اپنے شیخ کو اور اپنے شیخ نے آپ کو کیا سے کیا عطا کیا۔ پھر بھائی جان نے آگے اور فرمایا۔

حکیم صاحب آپ ہر طرح سے اچھے ہیں دین دار ہیں عمل میں اچھے ہیں نیک ہیں۔ یہ بھائی جان ہمارے حضرت حاذق الامتؒ کے حالات کی تصدیق فرمارہے ہیں۔ اور مسرت کا اظہار فرمارہے ہیں۔ الحمد للہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ جس کے اچھے حالات بھی ہوں اور اچھے حضرات ان کی اچھائی کی تصدیق فرمارہے ہوں تو یہ بہت اہم بات ہے، اللہ تعالیٰ اس حقیر کو بھی یہ چیزیں نصیب فرمائے۔ آمین

ہم نے مہمان خانہ میں قیام کیا، مہمان خانہ بھی ظاہر ہے شاہی ہی ہوگا، اندر آرام کرنے کے کمروں میں بہت عالیشان گدے نہایت آرام دہ اور کھلی جگہ اونچے اونچے درخت، سردی وگرمی میں دونوں موسموں کا لحاظ کرتے ہوئے ٹھنڈے اور گرم پانی کا معقول نظم، ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقے سے تھی یہاں تک کہ دسترخوان میں بھی شاہی انداز۔ واقعی حضرت شاہ مسیح اللہ نام ہی نہیں حقیقت میں شاہ تھے دروازہ سے ہی شاہانہ پوزیشن ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے حکیم الامتؒ کی خانقاہ سے اور مسجد ومہمان خانہ سے ظاہر ہوتی

ہیں۔ جیسے بادشاہوں کے دربان ہوتے ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت کا مزار ہے، دیکھئے تو وہاں عجیب شان دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ خانقاہ و مدرسہ الگ الگ ہیں۔

گرمی کا مہینہ تھا اور حضرت والا کو گرمی بہت معلوم ہوتی تھی لہٰذا گرمی اور سفر کی تھکان کی وجہ سے غسل فرمایا اور پھر نماز عصر ادا کی گئی۔ عزیزم رفیع الدین سلمہ، راقم الحروف اور حضرت والا تین آدمی ہی نماز میں شامل رہے۔

مہمان خانہ کیا بس ایک شاہی عمارت ہے جس میں سرکاری نظام ہے جو اپنی شان شوکت کے ساتھ چل رہا ہے مہمان خانہ میں میزبانی کے فرائض بھائی ظہی اللہ صاحب اور بھائی ولی اللہ صاحب کے سپرد ہے۔ مہمان خانہ کی کون کونسی چیز کی تعریف کی جائے، میں تو حیران رہ گیا کہ مہمان خانہ کے غسل خانہ اور لیٹنے والے کمرے پھر عمارت کی اونچائی اور صدر گیٹ ہی پر باہر سے دیکھ کر تھانوی قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت والا کا ایک خاص اور گہرا تعلق اور بہت قریبی نسبت اور ہمارے حضرت والا کی محبت و عشق میں سرشار کہ اپنے شیخ کی اطاعت و فرمابرداری کا پورا ماحول کہ حضرت والا کے صاحبزادہ بھائی جان اور پھر بھائی جان کے صاحبزادے اور دولت کدہ میں حاضرین سے حضرت والا نے تعارف و تذکرہ فرمایا، مہمان خانے میں پہنچ کر بھائی جان کے صاحبزادوں کے ذریعہ حضرت والا نے اندر سلام کہلوایا تو اندر سے کہلوایا کہ حکیم صاحب سے کہد و کہ آپ بہت دن میں آئے ہیں ہم کو بھول گئے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے حضرت کو اور اس گھر کو کیسے بھول سکتا ہوں اس سے حضرت والا کا تعلق معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر کے در و دیوار بھی حضرت والا کو پہچانتے ہیں۔

مہمان خانہ میں حضرت والا کے ساتھ تینوں لوگوں نے نماز عصر باجماعت ادا کی اس کے بعد چائے کا نظم ہوا دسترخوان بچھایا گیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت والا کے اعزاز میں کتنے تکلفات کئے جا رہے ہیں۔ گرمی کا مہینہ تھا اور لائٹ نہیں تھی

لہٰذا گرمی سے بچاؤ کیلئے بیٹری سے ایک پنکھا چلایا گیا، پھر حضرت والا کے ساتھ ہم لوگوں کو قصبہ کے باہر حضرت مسیح الامتؒ کے مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ احقر کو تو شرف ہی شرف حاصل تھا۔ اول تو حضرت والا کی معیت کا شرف پھر حضرت مسیح الامتؒ کے مزار مبارک پر حاضری کا شرف۔ حضرت والا راستہ بھر حضرت مسیح الامتؒ کا ہی تذکرہ فرماتے رہے، پھر ان ہی یادوں کے ساتھ مزار اقدس پر حاضری دی۔ حضرت والا نے بہت اطمینان وسکون وتسلی کے ساتھ ایصال ثواب فرمایا اور کافی دیر کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے، مزار اقدس سے واپسی پر خادم نے حضرت والا سے پوچھا کہ حضرت مرید کے لئے شیخ کے مزار پر کیا پڑھنا چاہئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا میں تو "اللهم انزله المقعد المقرب عندك" پڑھتا ہوں۔

فرمایا کہ سورہ فاتحہ اور سورہ کافرون اور سورہ اخلاص اور سورہ تکاثر تکرار کے ساتھ پڑھی جائیں، تعلق ومحبت کا جذبہ ہو، یہاں حضرت والا نے اس بات پر کافی زور دیا کہ محبت وتعلق ہونا چاہئے۔ حضرت والا کا معاملہ کچھ عجیب سا ہے، مجھے حضرت والا کی ہر بات کے اندر اور آپ کی اداؤں کے اندر ایک کشش اور محبت معلوم ہوتی ہے حضرت والا اور عزیزم رفیع الدین سلمہ کے ساتھ یہ سفر لطف اندوزی کے سامان مہیا کرتا تھا، چونکہ رفیع الدین جب چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کوئی روئی کا ٹکڑا زمین پر چل رہا ہے، بات کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشاروں سے کچھ سمجھا رہے ہیں۔ اولیاء کرام کی اولادوں میں بھی اللہ والوں کی صفات ہوتی ہیں، عزیزم رفیع الدین بڑی سنجیدگی متانت اور شرم وحیا جیسی عظیم صفات سے متصف ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہمارے رفیع الدین سلمہ کو شاہ رفیع الدین صاحب بنادے۔ آمین ثم آمین

ہمارے حضرت والا کو اپنے شیخ کی بستی کی گلیوں سے بھی محبت وعقیدت ہے، حضرت مسیح الامتؒ کی مسجد میں نماز مغرب جماعت سے ادا کی گئی۔ بعد نماز مغرب

حضرت والا کے حکم سے عزیزم رفیع الدین کے ہمراہ پرنامبٹ تمل ناڈو محترم ڈاکٹر ناصر الدین کوفون پر حضرت والا کی خیریت سے مطلع کیا گیا چونکہ محترم ناصرالدین حضرت والا کے لئے بے حد فکر مند رہتے ہیں لہٰذا یہ ضروری تھا۔ واپس آ کر اہل خانہ کی خیریت سے حضرت والا کو مطلع کیا، برادرم ھی اللہ زید مجدکم اور مکرم ولی اللہ صاحب زید مجدکم کی تواضع اور اخلاق پھر ان حضرات کی مہمان نوازی کے انداز اور ایثار و اکرام کہ ان طور طریقوں سے دل جیت لینا یقیناً آسان ہے۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی اور کافی دیر تک ان حضرات سے بات چیت ہوئی۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی گئی اور قاری محمد عمر صاحب زید مجدکم مدرس مدرسہ مسیح العلوم سے ملاقات کا موقع مل گیا وہ ہمارے حضرت والا سے بھی متعارف تھے۔ یہ وہی قاری صاحب ہیں جن کا تذکرہ حضرت والا اپنی مجلس میں کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔ بہر حال قاری صاحب سے گفتگو رہی اور بھائی ولی اللہ صاحب اور قاری صاحب سے بات چیت رہی۔ تقریباً رات کو ایک بجے سوئے پھر اللہ کی توفیق سے صبح کی نماز ادا کی گئی اور چائے وغیرہ کے بعد صبح کی خصوصی مجلس میں بھائی جان سے ملاقات ہوئی اور تعارف بھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ صحت مند و خوش ہیں کل تکلیف تھی فرمایا کہ ہاں آپ کی برکت سے یہ خوش حالی ہوئی ہے۔ بھائی جان کو خادم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت والا سے کیسی عقیدت و محبت ہے اور ہمارے حضرت والا بھی بھائی جان کا ایسے احترام فرماتے ہیں کہ جیسے مسیح الامتؒ سے۔ حضرت والا کی یہ ادا نہایت حیران کن تھی۔ بھائی جان کا انداز اور حضرت والا کا طریقہ نہایت عجیب تھا اس کے بعد مہمان خانہ میں آ گئے اور ناشتہ کا انتظام کیا گیا پھر دستر خوان لگا دیا، پہلی مرتبہ ایسے اہتمام کا ناشتہ حضرت والا کے لئے حضرت مسیح الامتؒ کے دولت خانہ میں دیکھا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور ہمارے حضرت والا کی محبت ہی ہے کہ ایسے اہتمام کے ساتھ آپ کی مہمان نوازی کی گئی، واقعی اللہ والوں کی محبت ہی الگ ہے۔

تصوف بھی انسانیت سکھانے کا نام ہے

ہمارے حضرت حاذق الامتؒ کی تعلیم وتربیت اپنے شیخ کے طرز پر ہی ہے۔ کوئی بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کرتا تو حضرت اول ان کو ٹال دیتے پھر فرماتے کہ دیکھو پہلی نظر میں کسی سے بھی رجوع نہیں ہونا چاہیے پہلے آنا جانا رکھو اور مناسبت پیدا کرو مناسبت سے ہی فیض پہنچتا ہے پہلی نظر میں کسی سے محبت نہیں ہوتی ہے محبت کی جگہ تو معلوم ہو جاتی ہے لیکن اول نظر میں عقیدت ہو جاتی ہے پھر آنے جانے سے بات کرنے سے ملنے سے محبت ہوتی ہے اور فیض کے لئے عقیدت ومحبت دونوں ضروری ہیں۔ حضرت والا اس موقع پر اک مثال بیان فرماتے تھے کہ دیکھو اگر کسی جگہ رشتہ کرنا ہو تو لڑکی کو دیکھ کر ہی رشتہ کر دیتے ہیں یا تحقیق کرتے ہیں تو جس طرح لڑکی سے رشتہ کرنے کے لئے تحقیق ہوتی ہے اسی طرح اپنی زندگی کی کامیابی کسی کے حوالے کر رہے ہیں تو یہاں بھی پوری تحقیق کرنا چاہیے۔

مرید ہو جانا کافی نہیں ہے

آج کل لوگ بیعت ہو جاتے ہیں انتساب کر لیتے ہیں لیکن احتساب نہیں کرتے اور مرید بن کر نوافل، تسبیح، ذکر، تہجد کو ہی مقصد بنا لیتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا مرید بن کر انسانیت کا پیدا ہو جانا اور آپ ﷺ کے طریقوں کو اختیار کرنا یعنی اتباع سنت اتباع شریعت ہی بیعت کی اصل ہے مرید بن کر بس یہ کافی سمجھتے ہیں کہ بس ان سے

مرید ہونے کا نام ہو جائے کام ہو یا نہ ہو یعنی رذائل نفس دور ہوں یا نہ ہوں اور خصائل حمیدہ ہوں کہ نہ ہوں۔ آپ زور دیکر فرماتے کہ مرید ہو جانا کافی نہیں ہے بلکہ اپنے اندر کے حالت کو سدھارنا ضروری ہے۔ نوافل، اذکار، تہجد یہ سکھانے کے لئے بیعت نہیں ہے بلکہ انسانیت آنا۔ اپنے گھر میں والدین کے ساتھ حسن سلوک بیوی بچوں کیساتھ حسن معاشرہ اور معاملات کی درستگی یہ بہت بڑی چیز ہے جسکو لوگ معمولی سمجھتے ہیں اور اس کو دینداری سمجھتے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ ایک مشہور و معروف طبیب رہ کر احادیث و قرآن پر برابر نظر رکھتے تھے کوئی بھی بات ہو کام ہو اس کو شریعت پر جانچتے تھے پرکھتے تھے خالی حکیم نہیں تھے خالی پیر نہیں تھے بلکہ دین و دنیا کی رہبری کے لئے اللہ تعالی نے اپنے زمانہ میں مخلوق کی رہبری اور نفع رسانی کے لئے منتخب فرمایا تھا ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم اور اپنی تعلیم میں اپنے مشائخ کے رنگ کو مزاج کو اور اصول کو کبھی نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ اسی پیمانے سے ساقی بن کر میخانہ میں آنے والوں کو شراب محبت پلا کر مست فرماتے تھے۔

وظیفے اور چلوں کو ہی درست کرنے پر زور

حضرت حاذق الامتؒ نے تصوف کو تھانویؒ مزاج پر ایسے پیش کیا کہ لوگ حیران رہ گئے آپ فرماتے ہیں کہ دیکھئے حدیث کے اندر بخاری شریف کی پہلی حدیث "انما الاعمال بالنیات" ہے یہاں نیت کی درستگی پر کیسی بات کہی گئی ہے فرماتے ہیں کہ باطنی اصلاح اصل ضروری ہے اور وہ نیت پر منحصر ہے اگر ہماری نیت اوپر اوپر سے ہے تو لوگ بھی ہم کو اوپر اوپر سے دیکھیں گے چلے جائیں گے فرمایا کہ تصوف کا سبق بھی انما الاعمال بالنیات سے دیا جاتا ہے کہ اندر سے انسان کی نیت کو سدھارنا ہوتا ہے یہی نیت صلاح و فساد کا مدار ہے۔

تصوف کوئی ایسی چیز نہیں ہے ہم اس کو کیسے کریں گے وظیفے اور چلے کیسے کریں گے بلکہ اس کی ابتدا اصلاح نیت سے اس کی انتہا احسان پر ہو۔ فرمایا کہ آدمی کے اندر جانور پن ختم ہو کر انسانیت آ جائے، دیانت داری پیدا ہو جائے دماغی تناؤ نہ ہو صبر ضبط کا پیکر بن جائے یہ نہیں کہ منٹوں میں کچھ اور کچھ نہیں، اعتدال آنا چاہئے، تعلق مع اللہ جس کے نتیجے میں محبت ہوا خوت ہو نہ کہ وظائف ونوافل کی کثرت اور انسانیت ندارد۔

کامل شیخ کی علامت

ہمارا حال یہ ہے کہ ہماری محبت ناقص جو محبت اللہ سے ہونا چاہئے جس کو تعلق مع اللہ کہتے ہیں اس کے اندر رسوخ نہیں ہے چونکہ جس طریقہ پر ہونا چاہئے اس طریقہ پر نہیں ہے مشائخ سے بھی تعلق رکھتے ہیں وہ رسمی طور پر ہے۔ کوشش یہ ہونا چاہئے کہ عمل چاہے تھوڑا ہی ہو کون کہتا ہے کہ رات دن اللہ اللہ کرو، ہمارے مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج وہ مزاج نہیں کہ تہجد پڑھتا رہے نفلیں کثرت سے پڑھتا رہے اور تلاوت بھی خوب اہتمام سے کرے ان سب کے لئے آج کا مزاج متحمل نہیں ہے۔ کتابوں کے اندر جو مشائخ کے واقعات درج ہیں آج ان مشائخ کے طریقہ پر اگر عمل کرنے لگیں تو ایک بھی مرید ٹھہر نہیں پائے گا۔ اس لئے اکابر فرماتے ہیں کہ اچھا کھاؤ اچھا پہنو مگر اللہ کا ذکر بھی کرتے رہو اس کے ساتھ ان محرمات سے بچتے رہو ان برائیوں سے بچے بغیر تم کچھ بھی کر لو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا ہمارے حضرت فرماتے ہیں جنید بغدادی اور شبلی بننے کے لئے لمبی لمبی تسبیحات کی ضرورت نہیں، نفس کی نگرانی کی ضرورت ہے نفس کی نگرانی کرو جنید بغدادی شبلی بن جاؤ گے اس لئے کہ وہ حضرات یہی اعمال کئے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ انسانیت ہی بڑی چیز ہے۔ حضرت حاذق الامتؒ کو راقم الحروف نے بہت نزدیک سے دیکھا کہ آپ انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور تواضع اور صبر کے پیکر تھے اور ان باتوں کا اپنی مجالس میں بارہا تذکرہ فرماتے تھے ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

''ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ غوث و قطب بننا ہو تو کسی اور جگہ چلے جاؤ انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ۔یعنی اخلاق انسان کے اندر کیسا ہے،تم تسبیحات پڑھ کر غوث وقطب بننا چاہتے ہو کہیں اور چلے جاؤ اور اگر تم سمجھتے ہو ہم غوث وقطب بن جائیں گے ابدال بن جائیں گے تو یہ تمہارا خیال ہے کیونکہ غوث قطب و ابدال اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک ان برائیوں کو ترک کر نہیں کر دیتا اور دل کی کدورتوں کو دور نہیں کرتا یہ جو تمہارا خیال ہے اس کو اگر واقعتاً حقیقت میں بدلنا ہے تو پہلے ان برائیوں کو ان کدورتوں کو اپنے اندر سے دور کرو جتنا ان چیزوں پر محنت کرو گے۔محنت کیا ہے نگرانی اپنی زبان کی اپنی نگاہ کی اپنے قلب کے اندر دوسرے کی عداوت آنے سے بچاؤ گے اپنی زبان کو غیبت سے یا کسی کے خلاف بولنے سے بچاؤ اتنا کرلو گے تو بہت کچھ بن جاؤ گے بہت کچھ مل جائے گا آج ہماری جو محرومی ہے اسی وجہ سے ہے''۔

مصلح الامتؒ کا سفر حج

فرمایا حضرت حاذق الامتؒ نے میرے آخری خط میں حضرت والا نے لکھا "ماشاء اللہ آپ کے حالات بہت اچھے ہیں مزید ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں، حضرت والا حج کے لئے تشریف لے گئے اور سمندر کے راستے میں ہی وصال ہوگیا، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔
کسی مرید نے عقیدت ومحبت میں کہا کہ حضرت میں بھی آپ کے مزار اقدس پر پھول چڑھاؤں گا تو حضرت نے فی البدیہ ایک شعر پڑھا۔

پھول کیا چڑھاؤ گے تم میری تربت پر
خاک بھی نہ تم سے چھوئی جائے گی

جب حضرت کا انتقال ہوگیا تو جنازہ کی نماز پڑھ کر سمندر میں ڈال دیا گیا۔ (بحوالہ مثالی شخصیات مصنف حکیم الاسلام)۔
راقم عرض کرتا ہے کہ جس کے گھر جارہے تھے۔ گھر کے مالک سے ملاقات ہوگئی اور اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ گھر والے نے اپنے پاس ہی بلالیا۔ یہی وصال ہے۔ محبوب کے گھر کے چکر سے ہٹا کر اپنی زیارت کرادی آجاؤ ہمارے پاس آجاؤ۔

حضرتؒ کا مجاز کون؟ وصال کے بعد ایک پریشانی

حضرت حاذق الامت نے فرمایا مصلح الامتؒ حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ الہ آبادیؒ کی وفات کے بعد بہت سے لوگ اپنے کو مجاز بتانے لگے۔ اب بہت

پریشانی ہوئی کہ کس کو مجاز قرار دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری مبین صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ الہ آباد والوں نے مخدومنا محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ ہردوئی خلیفہ و مجاز حضرت حکیم الامتؒ سے درخواست کی کہ آپ تمام خطوط ملاحظہ فرمائیے۔

مجازین کی نشاندہی فرما کر مجاز بیعت خط جو ثابت ہوتے ہیں ان کے ناموں کا اعلان کیا جائے اس فہرست میں کچھ مجاز صحبت تھے کچھ مجاز بیعت ہر ایک کی فہرست ترتیب دے دی گئی خادم نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے یہاں لکھنؤ میں جن کی برکت سے راستہ چلنا نصیب ہوا ہے (سابق شیخ) مرشد الحاج حضرت مولانا قبلہ عاشق حسین صاحب نور اللہ مرقدہ بھی اسی فہرست میں مجاز بیعت قرار دیئے گئے تھے یہی تذکرہ ہمارے حضرت لکھنؤ والے فرمایا کرتے تھے۔

مصلح الامتؒ کا وصال، کیسا مسیح الامتؒ کا خیال

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حاذق الامتؒ کی خدمت میں ہم لوگ حاضر تھے تو حاضرین مجلس میں سے کچھ حضرات نے سوالات کئے تو حضرت والا نے حسب عادت باسعادت سر مبارک جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے کچھ توقف فرمانے کے بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔

دیکھو میرا تعلق اصلاحی پہلے مصلح الامتؒ حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب سے تھا حضرت کے وصال کے بعد سوچ لیا تھا کہ اب ایسے اللہ والے کہاں رہ گئے ہیں۔ بس حضرتؒ نے جو فرمایا ہے اسی پر ہی عمل کرتے رہو تقریباً پندرہ سال ایسے گزار دیئے۔

حضرت مسیح الامتؒ کی پرنامبٹ تشریف آوری دواخانہ کو بھی شرف بخشا

حضرت حاذق الامتؒ سلسلہ گفتگو قائم رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح الامتؒ پرنامبٹ تشریف لاتے تھے میں بھی ملاقات کے لئے جاتا تھا اور کبھی حضرت والا یہاں دواخانہ میں تشریف لاتے تھے میں عرض کرتا کہ حضرت میں خود آجاتا آپ نے تکلیف کیوں فرمائی اس کے جواب میں حضرت مسیح الامتؒ فرماتے میرا کام ہے مجھ کو آنا چاہئے۔ فرمایا کہ میں حضرت مسیح الامتؒ کی مجلس میں شرکت کرتا تھا مگر بیعت و اصلاحی تعلق بھی قائم نہیں ہوا تھا، ایسے ہی دل میں تو ایک شوق تھا کسی طرح اللہ کی محبت دل میں آیگا کوئی مستند ذریعہ ہاتھ آجائے دل میں تلاش تھی لیکن اس کا ظہور ابھی نہیں ہوا تھا، بحمد للہ تعالیٰ کچھ دن بعد پھر وہ وقت بھی آگیا۔

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کا مجاہدہ کہلاتا ہے۔ حالانکہ مجاہدات تو ہر چیز کے اندر ہوتے ہیں کوئی بھی اونچا کام ہوگا اس میں مجاہدہ تو شرط ہے لیکن یہ مجاہدہ دوسرے قسم کا ہوتا ہے جس کو بڑے سے بڑا پہلوان بھی نہیں کرسکتا یہ صرف اللہ کی توفیق اور اس کی مدد سے ہی ہوسکتا ہے حدیث شریف میں اس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس کے بارے میں جو وضاحت فرمائی ہے وہ دل کو ایسی لگتی ہے کہ دل نے چاہا اس کو موقع پر ہی تحریر کردیا جائے تاکہ ناظرین کو حاذق الامتؒ کی برکت سے یہ ایک نادر تحقیق ہاتھ لگ جائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں

''حق تعالیٰ نے تجھے دو جہاد کی اطلاع دی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ پس باطنی جہاد تو نفس وخواہش اور طبیعت وشیطان سے لڑنا ہے اور معصیتوں اور لغزشوں سے توبہ کرنا اور اس پر قائم رہنا ہے اور شہوتوں اور حرام چیزوں کو ترک کرنا ہے اور ظاہری جہاد ان کافروں سے لڑنا ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ سے عناد رکھتے ہیں اور ان کی تلواروں، ان کی برچھیوں، اور ان کی تیروں کی سختیوں کی جھیلنا ہے کہ قتل کریں اور قتل کیے جائیں۔ پس جہاد باطن زیادہ سخت ہے جہاد ظاہر سے اس لئے کہ وہ ہر وقت اور بار بار کا جہاد ہے اور جہاد ظاہر سے سخت کیوں نہ ہو جبکہ وہ نام ہے تمام الفت ومحبت و رغبت والی چیزوں کے قطع کرنے کا اور ان کے چھوڑنے اور شریعت کے جملہ احکام بجا

لانے اور تمام ممنوعات سے باز رہنے کا۔ تو جس نے دونوں جہادوں کے متعلق حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اس کو دنیا و آخرت دونوں جگہ انعام ملا۔ شہید کے بدن میں جو زخم لگتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جیسے تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں فصد کھولی جائے کہ شہید کو ان کا ذرا بھی درد نہیں ہوتا۔

اور اپنے نفس پر جہاد کرنے والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے شخص کے حق میں موت ایسی ہے جیسے پیاسے آدمی کو ٹھنڈا پانی پلانا کہ تکلیف تو در کنار وصال محبوب کا وسیلہ ہونے کے سبب پیاری معلوم ہوتی ہے"۔

مجاہدہ سے محبت نصیب ہوتی ہے

حضرت حاذق الامتؒ تزکیہ پر بہت توجہ کے ساتھ ساتھ مجاہدہ کا بھی شوق ورغبت دلاتے تھے۔ ایسے ایسے واقعات سناتے تھے کہ مجاہدہ آدمی کے لئے آسان ہوجائے اور اس کو لطف آنے لگے۔ مجاہدہ کی ایسی عظیم اور اتنی آسان تعریف فرمائی ہے فرماتے ہیں۔ "تزکیۂ نفس کے اندر مجاہدہ ہے اور مجاہدہ سے قرب حاصل ہوتا ہے اور مجاہدہ پر انعام ہے وعدۂ وصال ہے اور معیت اس کا انجام ہے اس پر نص ہے۔ درجہ احسان تک یہ مجاہدہ پہنچا دیتا ہے مجاہدہ اخلاص سے شروع ہوتا ہے اور احسان پر ختم ہوجاتا ہے خاص بات یہ بھی ہے کہ تزکیہ کی برکت سے تواضع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور نفس کی شرارتوں پر دھیان رہتا ہے اعتدال کا راستہ نصیب ہوتا ہے اور نہ افراط ہے اور نہ تفریط ہے۔

مریدین ومتوسلین کا اکرام، حاذق الامتؒ پر اللہ کا کرم

حضرت حاذق الامتؒ کا انداز زندگی اور خصوصیات الگ ہی تھیں۔ حضرت حاذق الامت سے متعلق جتنے لوگ بھی آتے تھے ان تمام سے محبت واکرام کا معاملہ

فرماتے تھے۔لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جو عمر میں چھوٹے ہوتے تھے اور حضرت والا سے بیعت بھی تھے اور اپنے ہی کام سے آتے تھے لیکن حضرت والا ان کا بے حد خیال رکھتے تھے ان کے بیٹھنے کے لئے اچھی جگہ اور ناشتہ وغیرہ کا اہتمام پھر دولت کدہ سے صاحبزادوں کو پوتوں کو مہمانوں کی خدمت ان کے ذمہ کردیتے تھے تکیہ بستر لاکر دینا اور پینے کے لئے پانی لانا اور ساری ضروریات پوری کرنے کے لئے فرماتے، چائے کے وقت چائے کا بندوبست اور نماز کے وقت نماز کا اہتمام موقعہ موقعہ پر اتنا اچھا نظم اور انتظام حضرت والا فرماتے تھے کہ حضرت والا کے دولت کدہ پر ایک دفعہ آنے کے بعد جانیکا دل ہی نہیں چاہتا تھا حضرت والا کے ایسے انداز سے ہر آنے والا کیسا بھی ہوتا کسی بھی کام سے آتا لیکن حضرت والا کا گرویدہ اور عاشق بن کر لوٹتا تھا۔ مریدین ومتوسلین کا ایسا حوصلہ فرماتے تھے کہ گمان ہی نہیں ہوتا تھا کہ حضرت والا میرے متعلق یہ بلند حوصلگی والے الفاظ استعمال فرمائیں گے۔حضرت حاذق الامتؒ کے متوسلین،شاگرد اور احباب جب بھی کوئی ایسا کام ہوتا کہ وہ تعلیمی لائن کا ہوتا اس میں اچھا ذوق وشوق دکھاتے تو ایسے شاگردوں کا بہت حوصلہ بڑھاتے اور بہت خوشی کا اظہار فرماتے، ماشاءاللہ، جزاک اللہ، اللہ کا فضل، اللہ کا فضل ہے۔مریدین میں سے جو اصلاحی خطوط لکھ کر اپنی حالت معلوم کراتے تھے، نہ معلوم کیا کیا خیالات دل میں آتے تھے ادھر حضرت والا سالکین کے خطوط میں فرماتے تھے "اللھم فزد" جی خوش ہوا دل مسرور ہوا، اور یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت والا ہمیشہ سالک کو آں مکرم کے القاب سے مخاطب فرماتے تھے ۔ ایک دفعہ راقم الحروف (مرتب) نے الطاف زکیہ کا مسودہ تیار ہونے کے بعد حضرت والا کو خط لکھا کہ حضرت کتاب الطاف زکیہ تو تیار ہوچکی ہے۔دعا فرمایئے کہ اللہ تعالی نافع ومقبول بنائے اور اس کی اشاعت وطباعت کا اللہ تعالی غیب سے راستہ کھول دیں آمین ثم

آمین۔یہی دعا احقر بھی کرر ہا ہے اور ہر وقت یہ دھن ہے کہ کوئی نہ کوئی تو سبب مسبب الاسباب پیدا فرمادیں۔حضرت والا نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

تواضع سے بے حد سرور ہوا

ایک موقعہ پر حضرت والا نے (احقر) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مولانا صاحب! اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لئے مولانا روم بنادیں جیسے شمس تبریزؒ کی زبان میں آپ تھے (مولانا روم)

ان کلمات و برکات کو سن کر یہ خادم کچھ محجوب سا ہو گیا اور بہت شرم محسوس ہوئی حضرت والا کو لکھا کہ احقر تو اتنی سی بات پر بہت ہی شکر کرتا ہے کہ مجھ جیسے سیاہ کار اور ظاہر و باطن سب خراب ہی خراب ،اور اللہ تعالیٰ نے ستاری فرما کر کہ اپنے محبوب بندوں کی ادائیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی پھر اپنے ہی آدمیوں سے صحت کی تصدیق کرا کرا اپنے کام کرنے والوں کی جماعت میں شامل فرمالیا۔حضرت والا کا جواب ملاحظہ فرمائیں!اس تواضع سے بے حد سرور ہوا یہ توفیق شکر لائق صد شکر زدفزد، اللہ تعالیٰ مزید توفیقات وصالحات سے نوازے۔

حاذق الامتؒ کا طریقہ اصلاح نفس

حضرت حاذق الامتؒ اصلاح نفس کے لئے طالبین کو مختلف طریقوں سے سنوارتے اور سدھارتے تھے۔سب سے بڑھ کر جو حضرت حاذق الامتؒ کے یہاں دیکھی گئی وہ آپ ہی خصوصیت تھی۔وہ اہم بات یہ تھی کہ حضرت والا نے کبھی طالب یا مرید کو ڈانٹ و ڈپٹ نہیں کی اور اس سے بھی اہم بات یہ تھی کہ کبھی براہ راست کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تم فلاں کام مت کرو یا فلاں کام کرو بلکہ عام انداز سے نصیحت فرماتے مثلاً کوئی اہل علم ہوتے تو ان سے فرماتے کہ اہل علم کی بہت ذمہ داریاں ہیں

ان کو ایسے رہنا چاہیے ائمہ حضرات کے بارے میں فرماتے کہ ممبر ومحراب کے ذمہ داروں کی معاشرت اچھی ہونی چاہئے یہ نہیں فرماتے کہ تم ایسے مت رہنا حالانکہ ملاقات کرنے والوں سے ہی مخاطب رہتے تھے اور ان کی اصلاح سے متعلق گفتگو فرماتے تھے اور سامنے بیٹھنے والوں کی ہی کمزوریاں ظاہر کی جاتیں اور ان کو تنبیہ کی جارہی ہوتی لیکن انداز ایسا تھا کہ کبھی اس بات کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بات ہم کو کہی جارہی ہے۔ عقلمند آدمی کے لئے اشارہ کافی ہوتا تھا۔ ائمہ حضرات کو اس بات کی بہت تاکید فرماتے تھے کہ مصلی کی حفاظت کرنا دوسروں کے حوالہ نہ کریں اور بہت مجبوری میں ہی ناغہ کریں اپنی ذمہ داری اور ڈیوٹی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

طالب اصلاح کے لئے حضرت والا بہت دعائیں دیتے تھے اور جو اپنی اصلاح کے لئے آتے تھے ایسے احباب سے حضرت والا بہت مسرور ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ بندہ خدمت کے لئے حاضر ہے خدمت لی جائے۔ حضرت والا سالکین کے آرام اور ان کے کھانے پینے رہنے سہنے کا ایسا خیال فرماتے تھے کہ صاحبزادوں کو تاکید فرمادی جاتی تھی۔ حضرت والا رخصت ہوتے وقت مہمانوں سے پوچھتے کہ کرایہ ہے۔ پھر اپنی جیب سے کرایہ بھی دیتے تھے اور مسرت کا اظہار فرماتے تھے ذرا بھی شکن نہ آتی تھی۔ سالکین کو حضرت والا یہ نصیحت بار بار فرماتے تھے کہ غصہ نہ گھر کے اندر ہو نہ گھر کے باہر۔ اس سے بد اخلاقی پیدا ہوتی ہے۔ کبر پیدا ہوتا ہے۔ نئے احباب کو حضرت والا کبھی بیزار نہ ہونے دیتے تھے آپ جلد ہی بے تکلف ہوجاتے اور مانوس کرتے تھے۔ ایک ملاقات میں ہی اجنبیت دور ہو جاتی تھی، مہمانوں کی دل جوئی کے لئے اپنا آرام چھوڑ دیتے تھے اور ہنستے ہنستے معرفت کا راستہ طے کراتے۔ آپ فرماتے تھے کہ وہ بھی کیا شیخ ہے جو منھ پھلائے بیٹھا رہے اور اپنا رعب جمانے کیلئے غصہ کرے۔ حضرت والا کے وصال کے تقریباً دو ماہ پہلے کی بات ہے راقم الحروف کافی دنوں کے بعد لکھنؤ

سے پر ندامت آیا تو حضرت والا کا چہرہ کھل گیا۔ حضرت والا نے احقر کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ کہاں ہو مولانا کیا قصہ ہے، کیسے ہو؟ میرا ہاتھ اپنے دست مبارک سے پکڑے ہوئے معانقہ فرمایا اور بیٹھ گئے حالات پوچھے کہ آپ کے گھر میں سب خیریت ہے؟ سب رشتہ دار کیسے ہیں، بچہ کیسا ہے فرمایا کہ دہرہ دون سے فون آتے ہیں کہ حضرت آجاؤ میں نے کہا بس آگیا تھا فرمایا کہ مولانا اس قدر جلدی پہنچ گئے۔ حضرت والا کے ایسے کریمانہ برتاؤ اور ایسی دلداری اور ایسی شفقت و محبت پدرانہ کہ میرے دل سے بے اختیار حضرت والا پروانوں کے درمیان شمع بن کر روشنی پھیلا رہے تھے راقم الحروف کے دل سے نکلا کہ ہم لوگوں کا دل آپ سے ایسے لگ گیا ہے کہ خدا نہ کرے کہ وصال ہو جائے تو ہم لوگوں کو آپ کی جدائی خوب خوب ستائے گی اور یہ آپ کی محبت بہت رلائے گی میرا دل آپ کو مخاطب کر کے یہ جملے کہہ رہا تھا آج وہ دیکھنے میں بھی آگیا ہے ہر وقت حضرت والا کی یاد رُلاتی ہے۔ حضرت والا تو ایسے شیخ تھے مریدوں سے نذرانوں کے منتظر نہ رہتے تھے بلکہ حضرت والا خود ہی مریدین پر خرچ کرتے تھے اور ان کے گھر کے اخراجات کی فکر بھی رکھتے تھے۔ رحمۃ للعلمین کی اتباع سے آپ کو یہ صفت عطا فرمادی گئی تھی۔ آپ کے اخلاق و آداب کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے اور ہم جیسے آپ کے اوصاف کیا بیان کر سکتے ہیں۔

اقوال زکیہؒ

جمع فرمودہ

حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی

- اولاد کی تربیت پر دھیان رکھنا چاہئے ان پر غصہ نہ ہونا چاہئے۔
- اپنی اولاد کے بارے میں تجوید اور تفویض دونوں ضروری ہے۔
- گھر میں عفو درگذر سے ہر ورحمت وشفقت کا برتاؤ رکھو قانون مت چلاؤ۔
- مومن کی دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔ دعاؤں سے بہت کام ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعاء قبول نہیں ہوتی ہے دعاء بھی یقین کے ساتھ ہونی چاہئے جتنی دعاء یقین کے ساتھ ہوگی اتنی ہی قبول ہوگی۔ یقین اس طرح ہو کہ اللہ میاں میری یہ دعاء قبول فرمائیں گے۔ اخلاص واستقلال سے ہی مسائل حل ہوتے ہیں۔ اخلاص واستقلال انبیاء کرام کی صفت ہے جب دین حق جیسے کام کے لے اخلاص واستقلال کی ضرورت ہے تو دنیا کے کاموں میں ضرورت نہ ہوگی۔ اخلاص کی برکت سے کام میں حسن آجاتا ہے۔
- مدارس میں طلباء پر اساتذہ ونگراں کی سختی نہ ہونے کی وجہ سے بداخلاقی پیدا ہوتی ہے مدرسہ بدنام ہوتا ہے۔

● جمعرات کو نماز مغرب میں مسنون قرأت قصار مفصل میں سے سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔

● کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھ لی جائیں تاکہ کسی کو یہ شک نہ ہو کہ یہی سورتیں جمعرات کو نماز مغرب میں پڑھنا ضروری ہے۔

● اللہ تعالیٰ دعاؤں سے خوش ہوتے ہیں اور تاکید کی ہے کہ دعائیں خوب کرو۔

● ایک تو فضل ہے دوسری رحمت ہے، فضل تو عام ہے رحمت خاص ہے۔

● انعامات خاصہ رحمت کے اندر ہیں اور فضل عام انعامات میں۔

● ایک کا ہوتے ہوئے دوسروں پر نظر کیوں۔

● ہماری اصلاح وفلاح کے لئے یہی پیرو شیخ بتوفیق تعالیٰ کافی وشافی ہیں یہ پختہ عقیدہ اور یقین ہونا چاہئے۔

● نکاح کے اندر وکیل بھی محرم ہونا چاہئے۔ نکاح میں وکیل اور گواہ جو بناتے ہیں تو وکیل محرم ہونا چاہئے جس سے نکاح حرام ہو۔ نکاح پڑھانے میں قاضی کو نیابت کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب وکیل اجازت لے کر لڑکی سے آتے ہیں تو قاضی وکیل سے اجازت لیکر خود وکیل بن جاتا ہے۔

● کھانا کھاتے ہوئے خاموش رہنا یہودیوں کی علامت ہے۔ کھانا خاموشی توڑ کر کھایا جائے۔ میز کرسی پر کھانا یہ تو ضرورت کی وجہ سے کھاتے ہیں یہ کسی قوم کا طریقہ نہیں ہے ضرورت کی ایجاد ہے۔ میز پر کھانا خلاف سنت تو ہے لیکن حرام نہیں ہے، میز کرسی پر کھانا کھانا جائز ہے۔

● اللہ کا نام لیتے وقت تعالیٰ بھی شامل کریں کیوں کہ اس سے عظمت معلوم ہوتی ہے۔

● اچانک موت یہ قیامت کے آثار ہیں۔

● دعاء میں مایوس نہ ہوں بلکہ یقین رکھیں کہ آج نہیں تو کل اللہ رب العزت ہمیں عطا فرمائیں گے وہ اس کا نعم البدل دیں گے۔

● دعاء عبادتوں کا مغز اور جز ہے دعاء اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے کہ اس میں عبدیت کا اظہار ہے۔ اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو مایوس نہ ہوں۔ مایوسی پیدا کرنا شیطان کا کام ہے۔ وہ مختار کل ہے ضروری نہیں آپ جو مانگیں وہ آپ کو عطا ہو۔ دعاء میں ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو ذلیل سمجھے اور مانگے آگے اختیار اس کو ہے کب دینا ہے کہاں دینا ہے وہ دے گا۔ کبھی کبھی جو ہم دعا کے قبول نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں دراصل یہ شیطان کا بہکاوا ہے، دعاء قبول ہوگی بشرطیکہ ہم شرائط کو پورا کردیں۔

● زبان چلاتے وقت ضرورت ہے غیبت جھوٹ بڑائی وغیرہ سے بچنے کی۔

● تلوار کا زخم سوکھ سکتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں سوکھتا۔ ہم کسی کے خلاف بولنا اور بے جا زبان چلانے کو اپنی برتری اور کمال سمجھتے ہیں۔ زبان کی حفاظت ضروری ہے۔

● ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ ہماری بہت بڑی بھول ہے اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر بات سنتا اور دیکھتا ہے۔ ہر وقت اس بات کا لحاظ رہے کہ کوئی کام ایسا تو نہیں ہو رہا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے یہ تمام کام نفس امارہ ہی کرواتا ہے۔

● آج ہماری نمازوں میں تلاوت اور وظائف میں وہ بات نہیں ہے جو ہونی چاہئے ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن ساتھ میں یہ بھی دیکھئے کہ ہم جو نماز پڑھ رہے ہیں کیا اس کے اثرات صحیح مرتب ہو رہے ہیں اگر نہیں تو اپنی نمازوں کی اصلاح کریں۔

● اگر ایک شخص نے غلطی کی اور وہ معافی چاہتا ہے تو صاحب حیثیت پر ضروری ہے کہ وہ اس کو معاف کردے۔

● نفس امارہ کے اگر کوئی چکر میں پڑ گیا تو اسی حال میں گھومتا رہے گا اور اگر اسے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستے کھول دیں گے۔

● سب سے اہم چیز حقوق کی حفاظت ہے جس حد تک ہو سکے نفس کا پورا خیال رکھے اور اس کا احتساب کرے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔

● بعض لوگ ٹرین پر سفر کرتے ہیں بچہ کا ٹکٹ نہیں لیتے اگر آپ جلدی میں بیٹھ گئے تو مسئلہ یہ ہے کہ اترنے کے بعد آپ ایک بچہ کا ٹکٹ لے کر پھاڑ دیں۔

● جمعہ کے روز نماز عصر میں دعا کا خاص اہتمام کریں بزرگوں نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

● قرآن پاک تلاوت کیا کرو چونکہ قرآن پاک تمام وظائف سے افضل و اعلیٰ ہے۔ قرآن کریم کو کلام اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

● نماز کے متعلق مقتدیوں کی رعایت رکھی جائے اور نماز مختصر پڑھانی چاہیے۔ آج کل اماموں نے نمازوں کو لمبی کر کے مقتدیوں کو پریشانی میں ڈال دیا ہے۔

● قرآن پاک سنانے کے لئے حفاظ قرآن پاک کی حفاظت کی نیت کریں۔

● دین کی باتیں آخری زندگی تک سیکھتے رہنا چاہئے۔ مشائخ کو بھی دین کی اصل و صحیح معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ شیخ و خلیفہ ہو جانے کے بعد بھی دین کی اصل و صحیح معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ والے جو ہوتے ہیں ان کو خدمت سے کبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ اس سے فنائیت حاصل کرتے ہیں۔

● عورت تو ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اس کو غصہ آنا اس کی زینت ہے لیکن مرد کو پوری عقل ہوتے ہوئے کیوں غصہ آتا ہے۔ عورت کیا بس سوڈا اور واٹر کی طرح ہوتی ہے ایک ابال آیا پھر ختم، تو پھر کیوں اس کو طول دینا۔ بیوی کو غصہ ہونے دو لیکن شوہر کو غصہ نہیں ہونا چاہئے۔ درگزر کرتا رہے اور عورتوں کی دل جوئی کرنا چاہئے۔ عورتوں کی تعریف کے جو کام ہیں ان کی تعریف کرنا چاہئے۔

● شادی نوجوانی میں کرنا بہتر ہے۔ شادی ۲۰ یا ۲۲ سال کی عمر تک ہو جانی

چاہئے۔آج کل بچے اپنی جوانی ضائع کر دیتے ہیں جس کا خراب اثر پڑتا ہے۔عورت کی عمر زیادہ ہے تو کوئی بات نہیں ہے لیکن مرد کی عمر کے بارے میں بہت سنجیدگی سے کام لینا چاہئے۔عرب کے اندر شادی کے لئے صرف کفو دیکھتے ہیں اور کوئی بات نہیں دیکھتے۔

● مالداروں کی قربت اچھی نہیں معلوم نہیں مالداری کیسی کیسی جگہ لے کر جائیگی۔تفریح کے لئے ان کے ساتھ پارکوں میں جانا ہوگا دور سے ہی مالداروں کی خیرت معلوم کرلو زیادہ قریب ہوگے تو آپ کو اپنی جیب میں رکھ لیں گے جیسے ناک صاف کرنے کی وتی۔

● اللہ تعالیٰ نے ہرفن کیلئے الگ الگ آدمی بنائیں ہے ہر آدمی ہر کام نہیں کرسکتا ہے۔

● مدارس میں اگر وقت کی پابندی کی بات اساتذہ سے کی جاتی ہے تو اساتذہ کہتے ہیں کہ وقت کو کیا دیکھتا ہے ہماری محنت کو دیکھو کام کو دیکھ۔

● جو کچھ آپ کو کرنا ہے کرو لیکن حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیوں کہتے ہو؟ خلاف شریعت راہ نہ ڈھونڈو۔قلندر کوئی سلسلہ نہیں۔قلندری تو ایک صفت ہے قلندری شان حضوری کو کہتے ہیں۔وہ قدم قدم پر حضوری خداوندی کا مشاہدہ کرتا ہے مدینہ منورہ میں حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولوی موسیٰ صاحب قلندر تھے۔ترکی حکومت نے ہی روضۂ اقدس کا گنبد خضریٰ، قبے بنوائے تھے اور چار مصلے بچھوائے تھے۔بنی شیبہ کے خاندان میں آج بھی کعبہ کی چابی موجود ہے۔سال بھر میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا دروازہ کھلتا ہے بنی شیبہ کے خاندان کے افراد ہی دروازہ کھولتے ہیں۔تمام بادشاہ وزراء انتظار کرتے ہیں وہ نوجوان پولیس کی نگرانی میں رہتا ہے۔چابی رکھنا بہت ہی شرف کی چیز ہے یہ دور نبوت سے آج تک قائم ہے۔

● آج کل لوگ بیعت کر لیتے ہیں انتساب کر لیتے ہیں لیکن احتساب نہیں کرتے، مرید بن کر انسانیت کا پیدا ہو جانا اور حضورؐ کے طریقوں کو اختیار کرنا ضروری ہے مرید ہو جانا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی باطنی حالت کو سدھارنا ضروری ہے۔

● اپنے گھر میں والدین کے ساتھ حسن سلوک بیوی بچوں کے ساتھ حسن معاشرت اور معاملات کی درستگی یہ بہت بڑی چیز ہے۔

● آج کل تہجد، اشراق، چاشت، ان کا نام بزرگی رکھ دیا گیا ہے حالانکہ یہ سب نوافل ہیں۔خلیفہ ہوتا ہے اور وہی خلیفہ اوروں کے لئے مرشد ہوتا ہے۔طریق میں سلاسل اربعہ سے روحانی تعلق ہوتا ہے۔

● حسن ظن ایک مقبول عمل ہے۔

● آج کل لوگوں کی یہ شکایت ہے کہ اللہ والے موجود نہیں ہیں حالانکہ اللہ والے قیامت تک رہیں گے، اب بھی ہیں۔

● اپنے نفس کے معیار کا شیخ نہ ڈھونڈو آج کل محرم بھی دیندار ہونا چاہئے۔نامحرم کے ساتھ اختلاط کرنا نہایت نقصان دہ اور تباہی کی بات ہے دنیاوی اغراض ومقاصد کو لے کر اللہ والوں کے پاس جانا بے ادبی ہے۔

● دنیا جائز وحلال طریقہ سے خوب کماؤ کون منع کرتا ہے۔دنیا حاصل کرنا اور اچھے کھانے استعمال کرنا کوئی برائی کی بات نہیں ہے۔

● سنت پر عمل کرنے والوں کو تین چیزوں کا دھیان ضروری ہے ماضی پر استغفار کرے، حال پر شکر وصبر کرے، مستقبل سے استفادہ کرے۔

● نفس وشیطان ہمیشہ طاعت سے منع کرتے ہیں اور مخالف سمت چلاتے ہیں۔

● اپنے نفس کو حرام وناجائز چیزوں سے روکنا صبر ہے۔

● عقیدت اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔

● مخلوق کے اندر خالق نظر آنا یہ معرفت رب ہے۔

● غموں اور پریشانیوں کے اندر حکمت ہوتی ہے۔دنیا میں کوئی بھی غم سے خالی نہیں ہے کوئی بھی حالت ہو شکایت مت کرو بلکہ صبر وشکر سے کام لو۔

- عورتوں پر مردوں کی اطاعت ضروری ہے اس سے زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔
- غصہ آنا تقاضۂ انسانی ہے اور غصہ کو دبانا تقاضائے ایمانی ہے۔ غصہ کو جاری کرنا یہ تقاضائے نفسانی ہے۔
- اذان کے بعد کی دعاء سے پہلے درود شریف بھی پڑھیں۔
- سلام کرنے سے ناراضگی دور ہوتی ہے۔ مصافحہ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہاتھ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ معانقہ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔
- عقل ایک نور ہے۔ عقل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے۔ کسی بھی وہم میں پڑنا گناہ ہے۔ آج کل ۹۹ رفیصد لوگ خودغرض ہیں۔
- ماثورہ دعاؤں کا التزام رکھیں، دعاؤں میں جواثر ہے وہ کسی کے اندر بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ملفوظات

آفتاب رشد وہدایت پیر کامل حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحبؒ

جمع فرمودہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی، مدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور

بیعت کا مقصد

عرض کیا حضرت والا سے کہ کچھ علمائے کرام بیعت کی درخواست لے کر حاضر ہوئے ہیں حضرت والا نے ارشاد فرمایا، بیعت ایک معاہدہ ہے جس میں شیخ واسطہ ہے گویا مرید اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ میں آئندہ صحیح زندگی گزاروں گا۔ جان بوجھ کر گناہ نہیں کروں گا تقویٰ اختیار کروں گا۔ فرمایا کہ بہت سے لوگ ہیں کہ بیعت کے لئے آتے ہیں حالانکہ ان کو نہ بیعت کی غرض معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے تقاضے کا علم ہے بس ایک رسم سمجھ کر بیعت کے لئے آجاتے ہیں۔ بعض اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ گھر میں برکت آجائے گی۔ مالداری آجائے گی یا اس لئے کہ بڑی عزت ہوگی لوگوں میں کہ فلاں بزرگ سے بیعت ہوں ۔ یہ سب باتیں لایعنی ہیں ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ فرمایا بیعت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوجائے، وہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کے احکامات

پر عمل کرنا آسان ہو جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ پر زندگی گزارنے لگے اکابر کا طریقہ ہر کام میں اختیار کرے۔ آخرت کی فکر پیدا ہو جائے موت کو یاد کرے جو بھی عمل کرے خالص اللہ کی رضا کے واسطے کرے۔

محبت ہی اصل ہے!

ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر یا شیخ کو ہر اعتبار سے بہتر جانو اور یہ سمجھو کہ جو بھی فیض پہنچے گا ہو مجھے میرے شیخ کے ذریعہ ہی پہنچے گا۔ پھر ارشاد فرمایا ایک تو عقیدت ہوتی ہے کہ اپنے شیخ سے عقیدت رکھتے ہیں اور ایک ہوتی ہے محبت بس محبت ہی اصل ہے جس قدر شیخ سے محبت ہوگی اسی قدر شیخ کا فیضان حاصل ہوگا۔ ناچیز نے عرض کیا کہ حضرات اکابر ہی سے بعض نے ارشاد فرمایا کہ عقیدت اندھی ہوتی ہے اور محبت ایک روشنی ہے۔

۷/۱۱ بروز ہفتہ ۲۰۰۱ء بنگلور سے بندہ ناچیز کے ہمراہ جناب سید افضل پاشاہ صاحب اور جناب عبدالرحمن عرف بابو بھائی، اور جناب محمد شمیم مستری صاحب، سید اقبال علوی صاحب، ڈاکٹر اظہار افسر صاحب وغیرہ حضرت والا کی خدمت میں پرنامبٹ حاضر ہوئے حضرت والا نے نہایت شفقت فرمائی شام بعد نماز عصر دعائیں لیتے ہوئے بنگلور واپس ہوئے۔

اتفاق واتحاد ضروری!

سائل کے جواب میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا: مسالک کے اختلافات کے باوجود بھی آپس میں اتفاق اتحاد ضروری ہے۔ ملت اسلامیہ امت واحدہ ہے بحیثیت مسلمان ہم تمام ایک ہیں مسلکوں کی بنیاد پر بٹ جانا اچھا نہیں ہے۔

مسلک اور فرقہ میں کیا فرق ہے

عرض کیا گیا کہ مسلک اور فرقہ میں کیا فرق ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مسلک اور فرقہ دونوں الگ الگ شئے ہیں۔ فرقہ وہ ہے جس میں عقائد کو دخل ہو یعنی جیسے عقائد ہوتے

ہیں ویسا ہی فرقہ کہلاتا ہے اس لئے بہت سے فرقے ''فرقہ ضالہ'' کہلاتے ہیں اور مسلک میں سطحی اختلاف ہوتے ہیں نظریاتی اختلاف اس سے عقائد میں بگاڑ نہیں آتا۔

اولیاء پر اعتراض سے ایمان باقی رہتا ہے

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اولیاء اللہ پر اعتراض کرتا ہے تو اس کا ایمان باقی رہتا ہے لیکن اگر یا رسولؐ پر اعتراض کرے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ نبی یا رسولؐ کے تعلق سے تو دل میں وسوسہ بھی نہیں آنا چاہئے۔ البتہ نیک، صالح اور متقی انسان کی مخالفت بھی اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہوتی، اس سے بھی جہاں تک ہو سکے بچنا چاہئے۔

حقیقی اور اصلاحی تعلق

اکابر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ علماء اور مشائخ سے تعلق رسمی نہیں بلکہ حقیقی اور اصلاحی تعلق رکھنا چاہئے، ان کی محبت اختیار کرنے اور ان کے فرمودات پر عمل کرنے سے عملی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ قرآن وسنت پر عمل کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

نماز کی پابندی

اول نمازوں کی پابندی ہونی چاہئے نماز تو پڑھ لیتے ہیں، لیکن وقت پر نہیں پڑھتے۔ ہم اپنے آپ کو نمازی سمجھتے ہیں لیکن اکثر نمازیں وقت نکل جانے پر تاخیر سے پڑھتے ہیں، ہمارا حال تو یہ ہے کہ وقت نکال کر نماز پڑھتے ہیں تو نہایت سستی اور کاہلی سے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی کوشش کرو ورنہ جہاں بھی موقع ملے دکان ہو یا کاروباری جگہ ہو یا سفر میں ہوں مصلیٰ ڈالا اور نماز ادا کی نماز کسی بھی صورت میں قضا نہیں ہونی چاہئے۔

سودی قرض سے بچنا

دوسری چیز یہ کہ ہم اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے بینک والوں کے چکر میں آجاتے ہیں بینک والے کہتے ہیں کہ جتنی چاہے رقم لے لو اور سہولت سے ادا کرو۔ یہ لوگ دھوکا دیتے ہیں۔ قرض لینے کے بعد تجارت میں جو نحوست آتی ہے اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرض دیتے رہیں گے اور اس کا سود بھرتے رہیں تب بھی بینک کا قرض ادا نہیں ہوتا مقروض ادا کرتے کرتے پریشان ہو جاتا ہے لیکن قرض کا چک اس کو نہیں چھوڑتا۔ غرض سود سے تجارت میں نحوست لگ جاتی ہے اس لئے تجارت میں برکت کے لئے گھریلو سکون کے لئے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سود کے فتنے سے نجات حاصل کرنی چاہئے اس کے بغیر حالات درست نہیں ہوتے۔

ٹی وی اور گانوں سے پرہیز

تیسری چیز گانے بجانے اور ٹیوی سے پرہیز کرو۔ گانے کی بڑی نحوستیں ہیں جب دیکھائی وی آن کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھروں میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ گانا بجانا دلوں کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے لوگ اس کو نہیں سمجھتے لیکن اس کے اثرات بہت خطرناک ہوتے ہیں جو گھر کل تک آباد تھا سرسبز وشاداب تھا اس کے اندر تنزل آجاتا ہے قدرت ان چیزوں کی سزا دیتی رہتی ہے تو ہم لوگ اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کیلئے ان تین چیزوں پر عمل کرلیں تو انشاء اللہ ہر قسم کی پریشانی سے نجات ملے گی۔

موت دعاء سے ٹل جاتی ہے

راقم الحروف نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ حدیث شریف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی موت وحیات بھی اپنے دست قدرت سے لکھدی ہے اور قرآن کریم نے اس

کو بیان کیا کہ "لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون "موت کا جو ایک وقت معین ہے اس میں کوئی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ قرآن کی آیت سے ثابت ہے کہ کسی بھی قسم کی تاخیر نہیں ہو سکتی لیکن حدیث پاک میں آتا ہے کہ موت دعاء کے ذریعہ مؤخر ہو سکتی ہے، اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تقدیر مبرم اور دوسری تقدیر معلق تقدیر معلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ بندہ دعا مانگے گا تو اس کو مزید مہلت دیدی جائے گی اور تقدیر مبرم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور تقدیر مبرم میں یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ بندہ اس طرح کریگا یا فلاں چیز مانگے گا تو اس کو دیدی جائے گی۔ پس دعا سے موت اگر ٹلتی ہے تو وہ بھی پہلے ہی سے لکھا ہوا ہوتا ہے زندگی پوری ہونے سے پہلے بندہ ایک بار پھر دعا کے ذریعہ زندگی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ مزید مہلت اسے عطا فرمادیں گے۔

علم کی فضیلت

بندہ نے عرض کیا کہ علم کی فضیلت پر کچھ باتیں ارشاد فرمائیں! آپ نے ارشاد فرمایا، انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا ہے وہ بہت مختصر ہے اللہ تعالیٰ کے پاس جو علم ہے انسان کو اس میں سے اتنا ہی ملا ہے جتنا کہ سمندر سے چڑیا کی چونچ میں پانی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فوقیت عطا فرمائی ہے کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے سب سے زیادہ علم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہی بات سمجھانے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا حکم فرمایا بلکہ یہ کہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے مدرسہ میں داخلہ لیا داخلہ کے بھی کچھ شرائط ہوتے ہیں چنانچہ حضرت علیہ السلام نے بھی کچھ شرائط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھے جن کو قبول کئے بغیر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

اپنے ساتھ رکھنے سے منع فرمادیا لیکن جب وہ شرائط منظور کر لئے گئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو اپنے ساتھ ہم سفر بنالیا اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ استاد کی اطاعت اور فرماں برداری طالب علم کے لئے لازمی ہے اس کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ کتنے ہی بڑے مرتبہ کا انسان کیوں نہ ہو کائنات کے سارے علوم اس کو نہیں حاصل ہو سکتے اللہ تعالی نے بعض کو بعض پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ یعنی انسان کو کبھی اپنے علم پر گھمنڈ اور غرور نہیں کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو تمام سے اعلی تصور نہیں کرنا چاہئے، معلوم نہیں اللہ تعالی نے کس کو کیا نعمت اور فوقیت عطا فرما رکھی ہے اسی لئے ضروری ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو کہ عمل میں عجز وانکساری پیدا ہوتی ہے اور نرے علم سے عجب پیدا ہوتا ہے ظہر کی نماز کے بعد پر تکلف طعام کا انتظام رہا اور پھر عصر تک حضرت والا نے آنے والے مہمانان کرام سے ملاقات کی۔ عزیزم قاری ریحان قاسمی سلمہ نے اپنی پر درد آواز میں نعت شریف بارگاہ رسالت میں پیش کی۔ حضرت والا جملہ حاضرین عجیب کیف وسرور سے سرشار تھے۔ حضرت والا کی آنکھوں سے جذبہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنسو جاری تھے نماز عصر کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ شہر رمضان "اولہ رحمۃ، اوسطہ مغفرۃ، و آخرہ عتق من النار۔ یعنی رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے جو صالحین بندے ہیں ان کے اعمال صالحہ اور تقوی کی بناء پر رمضان المبارک کے پہلے دن سے ہی ان پر اللہ تعالی کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں عطا ہوتی اور آخر رمضان تک ہوتی رہتی ہیں اوسط رحمت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے عشرے میں ان لوگوں پر بھی رحمت نازل ہوتی ہے جو لوگ گناہ صغیرہ میں یعنی چھوٹے موٹے گناہوں میں ملوث تھے لیکن رمضان شروع ہوتے ہی وہ توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے یہاں تک دوسرا عشرہ شروع ہو گیا تو اللہ تعالی کی رحمت کو جوش آیا اور

ان لوگوں کی بھی مغفرت ہوگئی۔ واخرہ عتق النار سے مراد ہے کہ وہ لوگ جو گناہ کبیرہ میں مبتلا تھے لیکن رمضان شروع ہوتے ہی وہ بھی توبہ استغفار میں لگ گئے نماز، تراویح، تلاوت کلام اللہ، روزہ اور دیگر عبادت کرنے لگے جیسے ہی تیسرا عشرہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور ان لوگوں کی مغفرت ہوگئی جن پر انکی بداعمالی کی وجہ سے دوزخ واجب ہوچکی تھی تو گویا نیک لوگوں کی مغفرت تو پہلے ہی عشرہ میں ہوجاتی ہے اور چھوٹے موٹے گناہ کرنے والوں کی دوسرے عشرہ میں اور جو لوگ گناہوں میں ڈوب چکے ہوتے ہیں ان کی آہ وبکا کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی وجہ سے گناہوں سے شرمندگی ہونے کی بناء پر ان کی بھی مغفرت ہوجاتی ہے دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ماہ رمضان المبارک کی خصوصی برکات نصیب فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں اور نعمتیں عطا ہوں، آمین۔

اصلاح معاشرہ

حضرت حاذق الامتؒ اصلاح معاشرہ کے بارے میں بہت توجہ فرماتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ ”لوگوں نے معاشرت کو دین سے ہی الگ کر دیا ہے حالانکہ معاشرت کے بارے میں قرآن پاک نے کیسی تاکید فرمائی ہے۔ موقع بموقع قرآنی آیات کا نزول ہوا ہے، ”وعاشروھن بالمعروف“ ولا تجسسو فرمایا اور ”انما المومنون اخوۃ“ کا نزول اور عبس وتولیٰ میں معاشرہ کے کمزور لوگوں پر دھیان رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔تو معاشرہ دین کا اہم جز ہے۔معاشرت سے ہی تو دین پھیلتا ہے۔یہ زکوۃ جو فرض ہے۔یہ معاشرت کی اصلاح کے لئے ہی ہے۔معاشرت کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ کے اندر آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے ساتھ رہنے والے کو آپ سے تکلیف نہ ہو یہ اس کا خلاصہ ہے۔اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ معاشرہ کس نے بنایا ہے۔اور معاشرہ میں پیدا کرنے والا ہم کو کون ہے۔اس لئے سب سے پہلے خالق معاشرت کو پہچانا جائے اور انکے حقوق کیا ہیں ان کو معلوم کر کے ان پر عمل کیا جائے یہ تصوف کی اصل روح ہے۔حضرت حاذق الامتؒ نے معاشرت کے بارے میں تفصیل کے ساتھ واضح طور سے اپنی عادت کو بیان کر کے اور برتاؤ کر کے اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

اللہ کے حقوق

فرمایا حضرت والا نے کہ سب سے پہلے انسان پر یہ حق واجب ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے یہ غور کرے کہ اس کو کس نے پیدا کیا اور اس کی زندگی کی ساری

ضرورتوں کو کون سی ذات پوری کرتی ہے۔ ان چیزوں میں غور و فکر کرنے سے اس کو معرفت خداوندی نصیب ہوگی اور معاشرہ کے اندر یہ پہلا درجہ ہے انسانیت کا کہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے۔

فرمایا حضرت والا نے کہ سب سے پہلے بندے کے ذمہ اللہ کا حق ہے۔ جس نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں، گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لایا اور ہدایت پر عمل کرنے سے طرح طرح کی امید دلائی اور مرنے کے بعد عیش و آرام کا وعدہ فرمایا۔

بندوں پر اللہ کے حقوق

- اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق جو قرآن و احادیث میں امور بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق اپنا اعتقاد رکھے!
- عقائد، اعمال اور معاملات اور اخلاق میں جو اللہ کے مرضی کے موافق ہو عمل کرے اور جو امور اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اس کو چھوڑ دے!
- اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو سب کی رضا اور محبت پر مقدم رکھے!
- بغض و حسد صرف اللہ کے لئے ہو!
- کسی پر احسان کرے تو صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے!

پیغمبروں کے حقوق

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں حضرت حاذق الامتؒ نے وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو طریقہ آپ کے شیخ حضرت شاہ مسیح الامتؒ کا تھا۔ اور شاہ صاحب کے طریقوں میں وہی رنگ ہے جو رنگ حضرت مولانا تھانویؒ کی تعلیم میں تھا، چنانچہ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ حقوق کے متعلق ایک کتاب قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھی اور اس کا نام رکھا ''حقیقۃ الاسلام'' رکھا۔ اس کتاب کا خلاصہ حضرت تھانویؒ

نے حقوق الاسلام کے نام سے لکھا حضرت حاذق الامت نے اسی مسلک کو آگے بڑھا کر اس کو معاشرہ کا نام دے دیا اور اس پر کافی زور دیتے تھے یہی حضرت والا کی تعلیم آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے اللہ کے حقوق کی پہچان کے بعد یہ چیز لازم ہو جاتی کہ جن مقدس حضرات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تعارف ہوا اور قربت ہوئی ان کا بھی انسان پر حق ہے کہ ان پاکیزہ نفوس کو بھی عقیدت واحترام سے دیکھے اور ان کی عظمت تسلیم کرے اور ہستیاں کون ہیں انبیاء کرام علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بات بھی ذہن ودماغ میں رکھنے کی ہے کہ انبیاء کرام کے ساتھ ملائکہ وحی آتے تھے اور خدا کا پیغام پہنچاتے تھے اس طرح ہمارے نفع اور نقصان کے امور کی اطلاع ملی اور حقیقی صلاح وفلاح کا راز کھلا اور دوسری بات یہ ہے کہ انسانوں کے کاموں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کیا ہے اور اللہ کی اجازت سے وہ ان کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا اب صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا حق اور حضرات ملائکہ علیہم السلام کا حق بھی اللہ کے حقوق میں داخل ہو گئے ہیں یہ سب بات سب پر واضح ہے کہ انبیاء میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کا حق ہے اور اس لئے کہ آپ کا احسان سب پر زیادہ ہے، جب احسان زیادہ ہے تو حق بھی زیادہ ہے۔

چند حقوق اس طرح ہیں

- آپ کی رسالت کا اعتقاد رکھے!
- تمام احکام میں آپ کی اطاعت کرے!
- آپ کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے!
- آپ پر درود وسلام بھیجا کرے!

فرشتوں کے بھی کچھ حقوق

- ان کے وجود کا اعتقاد رکھے!
- ان کو گناہوں سے پاک سمجھے!
- جب ان کا نام آئے علیہ السلام کہے!
- مسجد کے اندر کھا پی کر جانے سے مسجد میں ریح خارج کرنے سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے احتیاط کرے مثلاً کچا لہسن، پیاز مولی تمباکو، وغیرہ اسی طرح مسجد میں مٹی کا تیل جلانے یا دیا سلائی کھینچنے سے کہیں بھی بدبو پھیلتی ہے اس سے بھی بچیں اور جن امور سے فرشتوں کو تکلیف و تنفر ہو ان سے بچیں جیسے تصویر رکھنا یا بلا ضرورت کتا پالنا یا جھوٹ بولنا یا برابر حالت جنابت میں بہت دیر تک رہنا کہ نماز بھی برباد ہو جائے یا بلا ضرورت شرعی یا طبعی برہنہ ہونا گو خلوت میں ہو۔

فرشتوں کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا مشکل ہے اس لئے قرآن و حدیث کے مطابق اعتقاد رکھنا یہ اصل چیز ہے ایمان اور اسلام کی۔

صحابہ کرام اور اہل بیت کی عظمت ضروری ہے

قبلہ حضرت حاذق الامت بار بار اس بات کو فرماتے تھے کہ اصحاب کرام کی مقدس جماعت نہیں ہوتی تو ہم تک یہ دین دیانت داری سے نہیں پہنچتا۔ دین تک پہنچنے میں صحابہ کرام کا مجاہدہ اور بے مثال اطاعت خدا و رسول و جانثاری اور وفاداری و تابعداری سے ہی یہ صحیح معنوں میں جو دین پہنچا ہے وہ ان حضرات کا حصہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے حقوق ادا کرنے میں ان حضرات کا ادا کرنا بھی شامل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اطاعت کرے اور ان حضرات سے جو محبت کرے ان سے ہی محبت کرے جو ان سے بغض و عداوت

رکھے ان سے بغض وعداوت رکھے۔ حضرت والا ان باتوں کا یہاں تک لحاظ رکھتے تھے کہ سعودی عرب کے رہنے والوں کو بھی آپ برا کہنے سے ناراض ہوتے تھے اور دوسروں کو منع فرماتے تھے آپ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ مولانا دیکھو سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں وہاں کا نمک کھاتے ہیں اور پھر بھی برائی کرتے ہیں اور دوسری اہم اور خاص بات یہ ہے کہ سعودی عرب ہمارے آقا کا وطن مبارک ہے اپنے آقا کے وطن والوں کی برائی کرنا بہت برا ہے۔ محبت کے خلاف ہے اور بے ادبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے بچائے آمین۔

علماء اور مشائخ کا احترام کرو

یہ بات بھی آپ نے فرمائی کہ صحابہ کرام کے ذریعے سے دین ہم کو ملا ہے ایسے ہی اس دین کی نسبت پر علماء اور مشائخ کا بھی یہی معاملہ ہے یہ حضرات بھی ظاہری طور اور باطنی طور پر رسول ﷺ کے وارث ہیں ان حضرات کی تعظیم واحترام واتباع گویا آقا کی ہی تعظیم ہوگی اور جو حضرات فقیہ ہیں اور مجتہد بھی ہیں اور محدثین حضرات ہیں اور مشائخ عظام ہیں اور ہمارے اساتذہ کرام ہیں اور دینی کتابوں کے لکھنے والے مصنفین حضرات ہیں ان سب حضرات کے لئے دعائے خیر کرتا رہے شریعت کے مطابق ان حضرات کی اتباع کرے اور جو حضرات ان میں حیات ہوں ان سے تعظیم سے اور محبت سے پیش آئے ان سے بغض و عداوت، مخالفت اور بحث ومباحثہ نہ کرے اس میں ہی اپنے دین وایمان کی سلامتی ہے اور اپنی گنجائش اور حیثیت کے مطابق ان حضرات کی مال سے خدمت بھی کرتا رہے۔

ماں باپ کا حق کیا ہے؟

حضرت حاذق الامتؒ والدین کے ساتھ حسن سلوک پر بہت توجہ اور زور دیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ نے خود دھیان دلایا

ہے تو اس سے زیادہ اور کیا اہمیت ہو سکتی ہے بس اولاد کے لئے ماں باپ کا حق قرآن پاک کے اندر واضح طور پر آنے کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے یہی اہمیت کافی ہے۔قال اللہ تعالیٰ ”وبالوالدین احسانا“ اور متعدد جگہ متعدد عنوانات سے فرمایا گیا ہے۔حضرت والا فرماتے تھے کہ ماں باپ ہمارے دنیا میں آنے کا ذریعہ بنے ہیں دنیا کی نعمتیں جو آج ہم استعمال کر رہے ہیں یہ سب ہمارے ماں باپ کی ہی برکت ہے اس لئے ان کی تعظیم و اکرام ضروری ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ ماں باپ کو تکلیف نہ پہنچائے اگرچہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہو۔

زبان سے بدتمیزی نہ کرے، پلٹ کر جواب نہ دے، بحث نہ کرے، سوال و جواب نہ کرے اور کسی طریقہ سے ان کی بے ادبی نہ ہو شریعت کے معاملہ میں اور جو چیزیں نفع بخش ہوں ان میں ان کا کہنا ماننا چاہئے اور اگر ان کو مال کی ضرورت ہو تو مال سے ان کی خدمت کرے اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔

ماں باپ کے انتقال ہو جانے پر ان کا حق کیسے ادا کرے

حضرت حاذق الامتؒ فرمایا کرتے تھے دیکھئے اگر ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو ان کی اطاعت کیسے شمار ہوگی اگر آدمی زندگی میں نافرمانی کرتا رہے اور ماں باپ کی خدمت کا موقع نہیں مل سکا اب کیا کرنا چاہئے؟ تو حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانوی نے اپنی کتاب حقوق الاسلام کے اندر لکھا ہے ماں باپ کے انتقال ہو جانے پر اس صورت میں ہی مؤاخذہ سے بچ سکتا ہے ان کے لئے دعائے مغفرت و دعائے رحمت کرتا رہے۔نفل نماز پڑھ کر ان کے لئے ثواب پہنچائے۔صدقات ان کے نام سے کرے اور ان کا ثواب پہنچائے۔ان کے ملنے جلنے والوں کے ساتھ جانی و مالی موقع بموقع خدمت کرے اور اچھے اخلاق سے پیش آئے۔ان کے ذمہ جو قرضہ ہو اس کو ادا کرے۔ان کے قبر کی زیارت کرے۔

دادا، دادی، نانا، نانی کو غنیمت جانو

آپ کی تعلیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ماں باپ جو ہم کو ملے ہیں وہ خدا کی نعمت ہیں اور دادا کے ذریعہ نصیب ہوئے اور نانا، نانی کے ذریعہ ماں جیسی عظیم المرتبت شفقت و رحمت والی ہستی ملی ہے۔ تو ایسی عظیم نعمتیں جن حضرات کے ذریعہ ملی ہوں ان حضرات کی کتنی قدر کرنی چاہئے۔

خالہ ماموں، ماں کے مثل، چچا پھوپھی، باپ کے مثل

ان رشتوں کا حقوق وہی ہیں جو اوپر والدین کے متعلق گزر چکے ہیں اللہ ہم ان تمام چیزوں کی توفیق عطا فرمائے۔

اولاد کی دیکھ بھال

اولاد سے متعلق حضرت والا بہت توجہ اور دھیان دیتے تھے آپ فرماتے تھے کہ اولاد کی دیکھ بھال رکھنا بہت ضروری ہے یہ نرسری ہے۔ درخت اگر ٹیڑھے میڑھے ہو گئے تو مالی ہی ذمہ دار ہوگا۔ اس کی بہت فکر کرتے تھے راقم الحروف نے دیکھا ہے کہ حضرت والا کے یہاں حضرت کے نواسے اور پوتے سب حضرت والا کے پاس ہی رہتے تھے اور حضرت والا باپ کی طرح شفقت اور خیال ف فرماتے تھے اور بچے بھی حضرت والا کو باپ کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اسکول میں داخلہ کے وقت جب ایک نواسہ کا نام لکھا گیا تو نواسے نے حضرت والا کا نام ہی بتایا اور نام تبدیل کرنے پر راضی نہ ہوا اور رونا شروع کر دیا کہ نہیں میرے ابا تو حضرت ہی ہیں۔ تو یہ بات ماں باپ کو اولاد کے تعلق سے سوچنا چاہئے جس طرح ماں باپ کے حقوق والدین پر ہیں اس طرح اولاد کے حقوق ہیں۔ جیسے اچھے دیندار

با اخلاق عورت سے نکاح کرنا کہ اولاد اچھی ہو۔ بچپن میں محبت سے اس کی پرورش کرے کہ اولاد کو محبت کرنے کی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔ خاص طور سے لڑکیوں سے دل تنگ نہ کرے ان کی پرورش کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ دودھ دیندار سے پلائیں کیونکہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق پر پڑتا ہے۔ اولاد کو علم دین اور ادب سکھایا جائے کسی اللہ والے کی صحبت میں رکھا جائے۔ نکاح کے قابل ہوں تو ان کا نکاح کردیا جائے لڑکی کا شوہر مرجائے تو نکاح ثانی تک اس اپنے گھر میں آرام سے رکھے اس کے ضروری اخراجات کو برداشت کرے۔

سوتیلی ماں کے ساتھ حسن سلوک

احباب میں سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت میری ماں سوتیلی ہے۔ اور وہ بہت تنگ کرتی ہے۔ اس سے بول چال بھی نہیں ہے۔ روزانہ جھگڑا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو سوتیلی ماں بھی چونکہ باپ کی ساتھی ہے اور باپ کا دل بہلاتی ہے۔ باپ کو آرام پہنچاتی ہے۔ باپ کے آرام کا، خیال رکھتی ہے تو جس طرح باپ کے دوست کا حق ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی تو ایسے ہی سوتیلی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ ماں باپ کے انتقال کے بعد جو حالات لکھے گئے ہیں وہی حکم ہیں وہ ذکر کافی جو ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں۔

بہن بھائیوں میں کیسے رہنا چاہئے

اسی طرح حضرت والا بہن بھائیوں کے متعلق بھی بہت تاکید فرماتے تھے کہ ہماری معاشرت بہن بھائیوں کے اندر بھی ہونی چاہئے۔ کتنی مرتبہ حضرت والا اس بات کو فرماتے تھے کہ بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی بہن احترام کریں چونکہ حدیث کے اندر بڑا بھائی مثل باپ کے ہے اس لئے یہ بات لازم آتی ہے کہ چھوٹا بھائی مثل اولاد

کے ہے بس ان کے ساتھ بھی وہی بات وہی ہوگی جیسے ماں باپ اولا د رہتے ہیں ایسے رہنا چاہئے۔ایسے بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو رہنا چاہئے۔ بڑی بہن کو ماں کی طرح جانے اور اس کا کہا مانے اس سے بدتمیزی سے پیش نہ آئے ادب واحترام کے ساتھ بہن بھائیوں میں رہنا چاہئے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حضرت والا کا سلوک

حضرت حاذق الامتؒ قرابت ورشتہ داروں کا بہت لحاظ اور حد درجہ اکرام کرتے تھے اور بہت خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور ان کا استقبال کرتے تھے۔ اور کسی بھی رشتہ دار سے کوئی ناراضگی نہ تھی حالانکہ کچھ تو آپ کو تکلیف بھی پہنچاتے تھے لیکن آپ ناگواری کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔آپ اپنے احباب کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے جس کا مطلب یہی ہوتا ہے اپنے قرابت رشتہ دار (محارم) اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی کوئی قدرت نہ ہو تو بقدر کفالت ان کے نان ونفقہ کی اولاد کی طرح جز رکھنا ضروری ہے۔ اور اگر محارم محتاج نہ ہو تو ایسی صورت میں نان ونفقہ تو واجب نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے اور گاہ گاہ ان سے ملاقات کرتا رہے۔ان سے قرابت داری نہ توڑے اگر ان سے کسی قدر تکلیف پہنچے تو صبر کرنا افضل ہے رشتہ داروں سے بات بات پر نہ الجھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہ ہوں اگر وہ نہ کر سکتے ہوں ان کے گھر جا کر ان کی خیریت معلوم کریں ہدیۂ تحفہ لینے دینے کی عادت بنائے۔معاشرہ آپ کا رشتہ داروں سے ہی شروع ہوتا ہے اگر آپ اپنے رشتے داروں میں درست واخلاق سے رہتے ہیں تو پورے معاشرہ میں آپ کے اخلاق کا تذکرہ ہوگا۔آپ کی ذات سے فائدہ ہوگا۔

اپنے شیخ وپیر واستاذوں کا رتبہ

چشتیہ سلسلہ میں مشائخ واساتذہ کرام کا بہت اعزاز واکرام ہوتا ہے،سلسلہ کے اندر اس چیز کی بہت اہمیت ہے،حضرت والا بھی ان حضرات کا بہت لحاظ فرماتے تھے اور ان کا اکرام فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ حضرت کے دوا خانہ میں داداپیر حضرت مسیح الامتؒ تشریف لائے اور دوا کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ تو حضرت والا نے فرمایا حضرت آپ کو تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی میں خود دوا لے کر آجاتا تھا تو حضرت مسیح الامت نے فرمایا کہ یہ میرا کام تھا اس لئے مجھے خود آنا چاہئے۔

حضرت فرماتے تھے کہ دیکھو جس طرح باپ جسمانی تربیت کرتے ہیں ان کا حق واجب ہوتا ہے اسی طرح استاذ پیر اور شیخ باطنی تربیت کرتے ہیں اس لئے یہ بھی مثل باپ ہیں اس لئے ان کے اولاد وا قارب سے اسی طرح معاملہ کرنا چاہئے جس طرح اپنے ماں باپ یا اقارب کے ساتھ "لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" کی یہ بھی ایک تفسیر ہے۔ چونکہ شاگرد و مرید مثل اولاد کے ہیں تو اپنے استاذ کا شاگرد یا اپنے پیر کا اولاد کی طرح اپنے باپ کے ہوا۔ پس اس کے حقوق مثل بھائی کے سمجھے یہ چیزیں یہاں سمجھنے کے لئے آئے ہو تو ان کو بتانا ضروری ہے۔

شاگرد اور مرید کیسے ہوں

ہمارے حضرت حاذق الامتؒ کے مجلسوں کا یہ کمال تھا کہ آپ انسانیت پر بہت زور دیتے تھے اور انسانیت کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ دنیا کے اندر تمام حقوق پہچان کر ان کو ادا کرنے کا نام ہی انسانیت ہے۔ اسلئے یہ مقام جب انسان کو نصیب ہو جائے گا تو وہ دنیا کے لئے باعث رحمت ہوگا۔ رحمۃ اللعالمین کا امتی کیسا ہونا چاہئے کہ اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو اسی کو حدیث میں بھی مسلم کہا گیا ہے۔ تو یہ بات حقوق پہچاننے سے ہوتی ہے تو یہاں شاگرد یہ دھیان دے کہ استاذ نے کتنی محبت سے ہم کو بتایا ہے ورنہ ہم تو ہم ہی تھے۔ اللہ والوں کے پاس جانے کی صلاحیت شیخ سے ہوئی اس کو اپنے شیخ کا کتنا احسان ماننا چاہئے جیسے کمہار نے مٹی کو سانچہ میں ڈھال کر بادشاہ کے منھ

تک جانے کے قابل بنادیا ورنہ مٹی تو جوتوں کے نیچے رہتی ہے۔اب وہ کمہار کی تربیت سے بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ بن گیا ہے۔واہ رے تربیت۔تو یہ مقام استاذ و شیخ دونوں کو حاصل ہے۔شاگرد اپنے استاذ کا دل و جان سے احترام کرے اور جانی و مالی خوب خدمت کرے اسی طرح مرید ہے کہ وہ اپنے شیخ کی خوب خدمت کرے ان کا احترام کرے اور ان کے درازی عمر کی دعائیں مانگا کرے۔

میاں بیوی کو آپس میں رہنے کی ہدایت

ہمارے حضرت والا احباب کو اس بات کی بہت تاکید کرتے تھے اور پوری وضاحت کے ساتھ ہدایات بھی ارشاد فرماتے تھے۔میاں بیوی کو خوش اخلاقی سے رہنے کو حضرت والا پسند فرماتے تھے آپ نے کئی احباب کے سوال کے جواب میں یہی ارشاد فرمایا کہ عورت تو آدھی عقل والی ہوتی ہے آپ تو پوری عقل والے ہیں دونوں میں فرق ہونا چاہئے۔ارے تمہارا تو اصلاحی تعلق بھی ہے اور بزرگوں سے ملتے رہتے ہو وہ تو بیچاری کہیں جاتی بھی نہیں اور بزرگوں سے اصلاحی تعلق بھی نہں ہے۔تو ذمہ داریاں جتنی شوہر پر ہے اتنی بیوی پر نہیں ہے اس کو جانے دو، درگزر کرو، معاف کرتے رہو چلتے رہو اور وعاشروھن بالمعروف کے تحت عورتوں کے ساتھ ساتھ خوش خوش زندگی گزارو "الرجال قوامون علی النساء" کی تفسیر یہی ہے کہ شوہر عورتوں کی تمام ضرورت کی چیزوں کا خیال کرے۔

میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کے حقوق

- شوہر اپنی گنجائش کے مطابق بیوی کے نان ونفقہ میں کوتاہی نہ کرے!
- اس کو دینی مسائل سکھاتا رہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا رہے!
- اس کے خاندان اور رشتہ داروں کو گاہ بگاہ اس سے ملنے دے!

● اس کی کم فہمی پر صبر وسکوت کرے!
● اگر کبھی ادب سکھانے کی ضرورت ہو تو درمیانی طریقہ اختیار کرتے ہوئے سزا دے!

شوہر کے حقوق

● بیوی اپنے شوہر کی اطاعت کرے!
● اور ادب وخدمت ودلجوئی اور رضا جوئی پورے طور سے بجالائے!
● بس شریعت کے خلاف کاموں میں منع کردے!
● اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے!
● اس کا مال بلا اجازت خرچ نہ کرے!
● اس کے رشتہ داروں سے سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے!
● خاص طور سے شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم سمجھ کر ادب وتعظیم سے پیش آئے!

سسرال والے رشتہ داروں کے حقوق

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ جس طرح شوہر کو اپنے خاندان ورشتہ داروں کا لحاظ اور خیال رہتا ہے اور اپنی بیوی سے اس بات کی امید رکھتا ہے کہ میرے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرے ایسے ہی بیوی کو یہ آس رہتی ہے کہ میرے گھر کے افراد میرے ماں باپ بہن بھائیوں کے ساتھ شوہر بھی اچھا سلوک کرے۔لہٰذا بیوی کے خاندان اور رشتہ داروں سے بھی شوہر کو محبت اور خوشی کے ساتھ برتاؤ کرنا ضروری ہے۔فرمایا حضرت والا نے کہ دیکھئے حقوق الاسلام میں حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے نسب کے ساتھ مصاہرت (دامادی) کو ذکر فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ساس سسر سالے وبہنوئی اور داماد بہو اور ربیب (بیوی کی پہلی اولاد) کا بھی حق کسی

طرح ہوتا ہے اس لئے ان تعلقات میں بھی رعایت احسان و اخلاق کے کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہئے، جیسے اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کی فکر اسی طرح بیوی کے گھر والوں کا بھی خیال اور لحاظ رکھنا چاہئے اس سے بیوی کا دل نرم ہوگا اور شوہر کی اطاعت پر ابھارے گا۔اور شوہر کے خاندان والوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ پیش آئے گی اور میاں بیوی کے تعلقات میں خوش گواری پیدا ہوگی۔

پڑوسی کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے

دنیا کے اندر انسان کے بہت ملنے جلنے والے ہو جاتے ہیں اور کافی لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔لیکن وقفہ وقفہ سے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔جیسے گھر والوں سے ہر سابقہ رہتا ہے۔دوستوں سے صرف ملاقات کے وقت،سفر کے ساتھی سے صرف سفر کے وقت۔بہر حال خاندان اور اقارب کے بعد جو سب سے زیادہ اہم اور ضروری واسطہ ہے وہ پڑوسیوں سے ہوتا ہے ہر وقت رات دن پڑوسی ساتھ رہتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا ''الجار قبل الدار'' پڑوسی کو گھر سے پہلے تلاش کرنا چاہئے چونکہ گھر کے لئے پڑوسی اچھا ہونا ضروری ہے خراب پڑوسی سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت والا پڑوسی کا بہت خیال فرماتے تھے تحفے تحائف جو بھی آتے تھے پڑوسیوں کو بھی شامل فرماتے تھے اور پابندی کے ساتھ ان کے گھروں میں بھجواتے تھے اس لئے حضرت والا کی تعلیم یہ تھی کہ پڑوسیوں کے ساتھ اور مراعات سے پیش آئے، اس کے اہل عیال کی آبرو کی حفاظت کرے، وقتاً فوقتاً اس کے گھر ہدیہ وغیرہ بھیجتا رہے اور وہ اگر فاقہ سے ہے تو تھوڑا بہت کھانا جس سے ان کا کام چل جائے دے، اس کو تکلیف نے دے اور معمولی معمولی باتوں میں اس سے نہ الجھے اور اچھے برتاؤ سے پیش آئے۔

سفر کا پڑوسی

فرمایا حضرت والا نے گھروں کے پڑوسی اور سفر کے پڑوسی بھی ہوتے ہیں جب آپ گھر سے چلے تو کوئی آپ کے ساتھ سفر میں ہو گیا یا راستہ میں اتفاقاً اس کا ساتھ ہو گیا ہو۔ حدیث کے اندر ایک پڑوسی کو جار مقام اور سفر کے پڑوسی کو جار بادیہ فرمایا ہے۔ اس کا حق بھی مثل مقامی پڑوسی کے ہے۔ دونوں جگہ پڑوسی کی مدد کی ضرورت ہے، اور اس پڑوسی سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔ یہاں بھی یہی چیز ہے اس کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے اور اس کی پریشانی کو دور کرے نہ کہ اس کو پریشان کرے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ٹرین کے سفر میں مسافروں کے ساتھ بہت جھگڑا کرتے ہیں اور مار پیٹ بھی کر لیتے ہیں یہ کتنی انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ بعض حضرات وضو کے بہانے سے نماز باجماعت کے بہانے سے مسافروں کو تکلیف دیتے ہیں یہ سفر کے پڑوسی کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ اگر اللہ کا حق آپ ادا کر رہے ہیں تو دوسرے کا حق مٹا رہے ہیں اس کا گناہ اوپر لادکر یہ حقوق العباد کو آپ نے فنا کر دیا ہے۔ آپ کی نماز سے اتنا فائدہ نہ ہوا جتنا کہ آپ نے مسلم قوم کو داغدار کیا ہے کہ مسلمان ایسے جانور صفت ہوتے ہیں کہ مسافروں میں عورتیں بچے ہوتے ہیں بوڑھے ہوتے ہیں ان کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں۔ ان باتوں کو عقل و دماغ سے سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک ہی راستہ نہ چلے دونوں سائڈ دیکھ کر کام کریں! دین کی باتیں بہت باریک بھی ہوتی ہیں۔

یتیموں ضعیفوں کا دھیان

حضرت حاذق الامت کی حیات مبارکہ میں یہ بات بہت واضح اور عیاں تھی کہ حضرت والا کمزروں اور ضعیفوں اور یتیموں کا بہت خیال فرماتے تھے۔ اور ان کو اپنے پاس اعزازی مقام عطا فرماتے تھے۔ زندگی کے ہر شعبے میں جہاں جیسے موقع ملتا وہاں

ایسے لوگوں کو ہر قسم کی امداد فرما کر آگے بڑھاتے تھے اور کبھی چہرے میں ناگواری کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔ کھانے کے موقع پر آپ ہمیشہ یتیموں اور کمزوروں کا اعزاز واکرام کے ساتھ ان کو شامل فرماتے تھے اور اصرار کرتے کبھی ایسا موقع شاید ہوا ہو کہ حضرت والا کے دستر خوان پر کوئی مہمان نہ رہا ہو۔

آپ حیران کن برتاؤ فرماتے تھے کہ کھانے والا شرمندہ نہیں ہوسکتا تھا آپ کی اداؤں ہی نے تو آپ کو ہر دلعزیزی کے مقام تک پہنچا دیا، حضرت والا اس بات کی تاکید فرماتے تھے کہ جو لوگ دوسروں کے محتاج ہوں اور دوسروں کے بھروسہ پر ہی ہوں جیسے یتیم اور بیوہ یا کوئی عاجز یا ضعیف یا مسکین یا بیمار یا معذور یا کوئی مسافر یا کوئی سائل ان لوگوں کی مالی خدمت کرنا چاہئے! ایسے لوگوں کا کام اپنے ہاتھ پاؤں سے کر دینا چاہئے، ان کی دلجوئی اور تسلی کرنا چاہئے، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا اور ان کے سوال کو رد نہ کرنا چاہئے۔

مہمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی

حاذق الامتؒ کے پاس رہ کر جہاں آدمی کو دینی و مذہبی چاشنی ملتی تھی اور اسلامی رنگ اس کے اندر چڑھتا تھا اس کے ساتھ ساتھ جو ایک خاص اثر آدمی کی زندگی میں ہوتا تھا وہ بہت نرالی چیز تھی۔ جو عام طور سے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ حضرت کے دولت کدہ میں ایسے ایسے حضرات تشریف لاتے تھے جو مال اور عہدہ کے لحاظ سے اپنا ایک مقام رکھتے تھے اور اس موقع پر ایسے بھی مہمان ہوئے تھے جن کے جانے کا کرایہ بھی حضرت والا مرحمت فرماتے تھے لیکن حضرت والا کے دستر خوان پر جو نہایت پر تکلف کھانوں سے سجا ہوتا تھا حضرت والا اپنے برابر بٹھاتے اور دوران کھانا لذیذ باتیں فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے کھانا اور سالن پلیٹ میں ڈالتے

تھے اور مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کا آپ کا معمول تھا۔امیر وغریب کا فرق کبھی آپ نے آنے والوں کو محسوس ہونے نہیں دیا ایسی وسیع ظرفی اللہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی کہ بس کتابوں کے اندر واقعات ملتے ہیں لیکن دیکھنے میں ایسے حضرات نظر نہیں آتے بس وہ آپ کا ہی حصہ تھا آپ کی یہ تعلیم تھی کہ مہمان کی آمد کے وقت بشاشت ظاہر کریں، رخصت کے وقت کم سے کم دروازہ تک ساتھ جائیں، اس کی معمولات اور ضروریات کا انتظام کریں کہ جس سے اس کو راحت پہنچے، تواضع وتکریم اور مدارات کے ساتھ پیش آنا بلکہ اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرنا، کم سے کم ایک روز اس کے لئے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا مگر اتنا ہی کہ جتنے میں خود کو تردد نہ ہو، اس کو حجاب ہو اور کم از کم تین روز تک اس کی مہمان داری کرنا اتنا تو اس کا واجبی حق ہے۔اس کے بعد جس قدر وہ ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے مگر خود مہمان کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے نہ زیادہ ٹھہر کر نہ بیجا فرمائشیں کر کے نہ اس کی تجویز طعام ونشست وبرخاست اور خدمت وغیرہ میں دخل دے۔

دوستوں کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے

حضرت حاذق الامتؒ کے اخلاق وعادات کو دیکھ کر اپنے قلم کے اندر یہ ہمت نہیں پاتا کہ حضرت والا کے اخلاق وعادات کو کاغذ پر لکھ کر محدود کر سکوں۔آپ کی ایک ادا ایسی تھی کہ دل چاہتا تھا اس ادا کو اپناؤں ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ حضرت ڈبہ کے اندر کیا رکھتے ہیں اور بار بار کیا کھاتے رہتے ہیں میرا بھی دل چاہتا ہے کہ ایسے ہی ڈبہ رکھوں اور اس طرح کھایا کروں مجھے بہت اچھا لگتا ہے راقم الحروف نے کہا کہ آپ ایسی غلطی نہ کر بیٹھنا کہ حضرت والا کی طرح کھانے لگو حضرت والا جو تمبا کو والا پان کھاتے ہیں وہ کھا کر تم بے ہوش ہو جاؤ گے۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ حضرت والا احباب کے جھرمٹ میں لیٹے ہوئے تھے ہلسی مزاق ہو رہا تھا تو اس وقت راقم الحروف نے دل دل میں کہا حضرت والا کو مخاطب کرتے ہوئے کہ آپ نے ہم لوگوں کا اتنا دل لگا دیا ہے کہ آپ جدا ہو گئے تو ان پروانوں کا کیا ہوگا، حضرت والا تو دوستی کو منع فرماتے تھے کہ دوستی زیادہ نہ کرو چونکہ دوستی ایسی ہی چیز ہے کہ اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ خاص طور سے پڑھنے والوں کو اور سلوک والوں کو دوستی کرنے سے بہت سختی کے ساتھ تاکید فرماتے تھے کہ ادھر ادھر گھومنا اور دوستیاں کرتے پھرنا ٹھیک نہیں ہے بس اپنے کام سے کام رکھو اسی میں لگے رہو فالتو لوگوں سے خلط ملط نہ رکھو۔ ان تمام باتوں کے باوجود دوستی اگر کرنا ہے تو اس کے کچھ طریقہ اور اصول ہیں ان کی پابندی کرو۔ جو دوستی کے آداب نیچے بتائے جارہے ہیں ان کا خیال رکھتے ہوئے دوستی کیجائے تو فائدہ ہوگا۔

دوستی سے عقائد واعمال کی جانچ کرلے

● جس سے دوستی کرنا ہو اول اس کے عقائد واعمال ومعاملات واخلاق خوب دیکھ بھال لے، اگر تمام باتوں میں اس کو کھرا اور سیدھا اور صحیح پائے تو اس سے دوستی کرلے ورنہ دور رہے۔ صحبت بد سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ اور مشاہدہ سے بھی اس کا ضرر محسوس ہوتا ہے، جب کوئی ایسا خوش نصیب ہم جنس ہم مشرب (ہم خیال اور مسلک و مذہب میں ایک ہو) تو اس سے دوستی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ دنیا میں سب سے بڑھ کر راحت کی چیز دوستی ہے۔

● دوستی کے اندر پھر جان ومال سے دریغ نہ کرے۔

● کوئی امر خلاف مزاج اس سے پیش آجائے تو اس سے چشم پوشی کرے اور اگر اتفاقاً کوئی تلخی ہو جائے تو فوراً اس کی صفائی کرلے اس کو طول نہ دے، دوستوں کی شکایت حکایت بھی لطف سے خالی نہیں مگر اس کو لے کر نہ بیٹھ جائے۔

● اس کی خیر خواہی میں کسی طرح کوتاہی نہ کرے، نیک مشورہ سے نہ رکے، اس کے مشورہ کو نیک نیتی سے سنے اور اگر قابل عمل ہو قبول کرے اور یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان میں جس طرح متبنی بنانے کی رسم ہے کہ اس کو بالکل تمام احکام میں اولاد کی طرح سمجھتے ہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ بیٹا بنالینا گود لینا یہ دوستی کے اثر کی طرح ہے اس سے زائد اس کی حقیقت نہیں ہے۔ چونکہ یہاں بیٹا گود لیا گیا تھا قصداً اس کو مخصوص کیا گیا ہے۔ اس لئے دوستی کے ضابطہ میں اس کو داخل کر سکتے ہیں باقی میراث وغیرہ اس کو کچھ نہیں مل سکتی کیونکہ میراث اضطراری امر ہے اختیاری نہیں کہ جس کو چاہا میراث دلوادی جس کو چاہا محروم کر دیا۔

عاق کرنا خلاف شرع ہے

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جو رسم عاق کرنے کی ہے یعنی کسی اولاد کے متعلق کہہ کر مرتے ہیں کہ اس کو میراث نہ دی جائے شریعت میں محض باطل ہے جیسا اوپر معلوم ہوا ہے کہ میراث اضطراری امر ہے اختیاری امر نہیں ہے اس لئے اس معاملہ میں انسان اپنا اختیار نہیں چلا سکتا ہے کہ جس لڑکے سے باپ ناراض ہے اس کو میراث سے الگ کر دے اور جس سے خوش ہو اس کو میراث دے دے حالانکہ اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں جس کا حق تھا اس کو الگ بے دخل کر دیا اور جس کا حق نہیں تھا اس کو میراث کے اندر شامل کر لیا۔ یہ بات شرعاً بری ہے اور اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو توڑتا ہے۔ اس لئے ایسی حرکتوں سے باز آنا چاہیے اور توبہ کرنا چاہیے کہ یا اللہ آپ کے قانون کو توڑ کر میں نے اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ معافی چاہتا ہوں یا اللہ معاف فرما اور آئندہ ہماری حفاظت فرما۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کریں

ہمارے حاذق الامتؒ غیر مسلموں کے ساتھ بھی بہت محبت واخلاص سے پیش آتے تھے اور آپ کی عادت بھی یہ تھی کہ کوئی بھی ہو کسی بھی فرقہ کے ہوں لیکن آپ اخلاق سب کے سامنے پیش کرتے تھے آپ کی تعلیم کا خلاصہ تھا کہ انسان انسان سب برابر ہیں جیسے اسلام کے اندر مسلمان شریک ہیں اور اس شرکت کی وجہ سے ان کے حقوق تو آپ اس بات کو فرماتے کہ قرابت ہو یا پڑوس ہو تو یہ سارے حقوق مشارکت سے ہی لازم ہو رہے ہیں تو یہاں بھی تو مشارکت ہے اور مشارکت فی الانسان ہے آدمی ہونے میں شریک ہیں تو ان کی رعایت بھی واجب ہوئی گویا مسلمان نہ ہو۔ اس لحاظ سے بہت سارے حقوق غیر مسلموں کے ہوں گے مثلاً

- بے گناہ کسی کو جانی یا مالی تکلیف نہ دیں!
- بلا وجہ شرعی کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کریں!
- اگر کسی مصیبت فاقہ ومرض میں مبتلا دیکھے تو اس کی مدد کرے!
- کھانا پانی دے دے، علاج ومعالجہ کردے، جس صورت میں شریعت نے سزا کی اجازت دی ہے اس میں ظلم وزیادتی نہ کرے۔

جانوروں کو بھی تکلیف نہ دیں

جس جانور سے کوئی غرض نہ ہو تو اس کو قید نہ کریں۔ جانوروں کے بچوں کے گھونسلوں سے نکالنا برا ہے ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا بری اور بے رحمی کی بات ہے۔ جو جانور اپنے کام میں ہیں ان کے کھانے پینے کا آرام پہنچانے کا پورا خیال رکھے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لے ان کو حد سے زیادہ نہ

مارے جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا موذی ہے قتل کرنا ہے تیز اوزار سے جلدی کام کردے اور اس کو تڑپائے نہیں۔

اہل مدارس طلبہ اور مدرسین کو اصلاحِ معاشرہ کی طرف توجہ

مدارس کے طلباء اور اساتذہ پر حضرت والا خصوصی توجہ فرماتے تھے اور ان کی اصلاح اور ان کی تربیت کیلئے آپ فکر مند رہتے تھے اور ہر موقع پر طلباء اور ذمہ داران مدارس کو اس طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔

آج الحمدللہ اہل مدارس کے اندر تعمیرات کا بہت رجحان ہے اس لئے اہل خیر بھی مدارس کی تعمیرات میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور مدارس بھی بڑھ رہے ہیں اور مدرسہ کو آراستہ وپیراستہ کرنے کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ مگر تعلیم کی طرف سے کافی کوتاہی اور غفلت اور تربیت کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا ہے۔ الا ماشاءاللہ اور حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ کسی سے کچھ کہنے کا زمانہ نہیں ہے۔ اور طلباء کے اندر تربیت کیسے آئے گی جبکہ استاذ خود ہی تربیت یافتہ نہیں ہیں، استاذ کا اثر طلباء پر پڑتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

مسجد یا مدرسہ کسی بھی جگہ تعلیم کے کاموں میں جو خدمت آپ کے ذمہ دے گئی ہے اس کی پابندی بہت ضروری ہے۔ چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے۔ کسی طالب علم سے یا اس کے سرپرست سے کسی قسم کی رقم کی فرمائش نہ کرے۔

- مدرسہ یا مسجد کے کسی بھی انتظامی معاملہ میں دخل نہ دے!
- طلباء اور بچوں کو مارا نہ جائے بلکہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اس کے اندر علم حاصل ہونے کی رغبت وشوق پیدا ہو اور حرص ہو جائے!

- طالب علم سے حتی الامکان اپنا کام نہ لیا جائے!

کسی طالب علم کو تنہائی میں ملنے کا موقع نہ دیا جائے!

- اراکین حضرات سے مدرسہ کے ذمہ دار اگر مشورہ لیں تو متانت اور سنجیدگی سے گفتگو کرے، غصہ نہ ہو اور جھنجھلائے نہیں!

مندرجہ باتوں کا خاص خیال رکھا جائے۔

- ذاتی خدمت نہ لی جائے!
- تنہائی کا موقع نہ دیا جائے!
- خصوصیت کا اظہار نہ ہونے دیا جائے!
- قناعت پسند رہے!
- بچے کا شوق اور ذہن محفوظ رہے!
- حوصلہ افزائی کی جائے!
- اپنی استعداد کے مطابق کتابوں کا مطالعہ کیا جائے!
- مدرسہ کے نظام میں دخل نہ دیا جائے

یہ بات ملحوظ رہے کہ نفع اپنے ذاتی عمل کا ہوگا اس لئے عبادت سے غافل نہ رہے، بچوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ اپنی عبادت کے لئے ایک خاص وقت ہونا چاہئے اور اس کی پوری پابندی کریں۔ اس سے آپ کے شاگرد کو بھی پابندی کرنے کی عادت پڑے گی اور آپ کو دیکھ کر عبادت کی حرص کریں گے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کی اہمیت کو جانیں۔

سالکین کے لئے کچھ ہدایات اور نصیحتیں

فرمایا آپؒ نے کہ

- ایمان کی سلامتی کا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے، تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ فرض عین ہے!

- لوگوں سے اگر خلط ملط رہے گا تو اصلاح مشکل ہے!
- اگر دین کی بات کہیں ٹوٹ رہی ہے تو دل کے ٹوٹنے کی پرواہ نہ کرے!
- رونا اس کو کہتے ہیں کہ آدمی کے دل میں ندامت اور شرمندگی آجائے اندر سے دل رونے لگے۔ آنسوؤں کے نکلنے کو رونا نہیں کہتے ہیں!
- فرمایا کہ مراقبہ یہ ہے کہ دل میں اللہ کا دھیان جمائے آنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے تو دھیان کہاں رہا!
- شیخ کے پاس بدن سے حاضری کافی نہیں بلکہ کان لگائے رکھے اور قلب شیخ کی باتوں کی طرف متوجہ ہو!
- جس سالک کے اندر عاجزی، انکساری اور کسرِ نفسی نہ تو وہ کیا ولی بن سکتا ہے!
- ریاضت کے بارے میں حضرت والا کی وہی رائے ہے جو متقدمین کی ہے (۱) تقلیل طعام (۲) تقلیل منام (۳) تقلیل اختلاط مع الانام!
- فرمایا کہ زبان کی اور نگاہ کی حفاظت رکھو بدنگاہی نہ ہو بدکلامی نہ ہو!
- گھر کو بھی خانقاہ بنالو، بازار کو بھی خانقاہ بنالو، مدرسہ کو بھی خانقاہ بنالو، یعنی صرف ضرورت کے موقع پر کلام ہو یا کام ہو!
- اپنے آپ کو پاکیزہ اور بزرگ مت سمجھو، ڈر لگا ہوا ہوتا ہے۔ کسی گناہ گار کو حقیر سمجھ لیا تو بس یہی کافی ہے، اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے کی پہچان ہے!
- عبادات، معاملات اور معاشرت میں اپنے نفس کا جانچ پڑتال کرتا رہے بس ذکر کا مقصود ہو گیا!
- نماز میں ذکر مراقبہ اور شغل تینوں کی تعلیم ہے۔ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے سلام پھیرنے تک جو پڑھا جارہا ہے ذکر ہے۔ یہ دھیان کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں مراقبہ ہے اور نظر کو خاص جگہ جمانا یہ شغل ہے!

● طالبان دنیا سے دوری اختیار کرے کیونکہ ان کی صحبت زہر ہے!
● گھبرا کر اور ملول ہو کر دعا کرنا نہ چھوڑے!
● زبان چلتے رہنے کو ذکر نہیں کہتے ہیں بلکہ اس کی یاد اس کا دھیان بلا کسی تفصیل کے ہو یہ بھی ذکر ہی ہے!
● مرید شیخ پر اپنی رائے نہ چلائے اس سے اصلاح ممکن نہیں ہے!
● زندگی عزت سے گزارے، ذلت سے خود کو بچائے!
● معمولات کثرت سے ہوں زیادہ ہوں اور جاذبیت نہ ہو تو کیا فائدہ، جاذبیت ہونا ضروری ہے!
● فاذکرونی اذکرکم کا مراقبہ اہل محبت کا ہے!
● خطرہ لگا رہنا ایمان کی عین دلیل ہے!
● طریقت نام ان طریقوں کا ہے جو شریعت کے ذریعہ بندہ کو خالق سے جوڑ دے!
● اپنے عزیز و اقارب سے ادب و احترام کا انتظار و توقع کبر کی علامت ہے!
● ایک مسلمان کی دلجوئی اور دلداری ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے!
● دل زندہ اور نفس مردہ ہونا چاہئے!
● توقع اور تفویض سے ہی ساری پریشانیاں آتی ہیں ان دونوں کو نکال کر استغناء اور تفویض پیدا کرو!
● قلب اللہ کی زمین ہے "لا الہ الا اللہ" تخم ہے۔ اس ایمانی بیج کو پانی دینے کے لئے نیک اعمال ضروری ہیں!
● اس دور میں اگر کوئی دین کی موٹی موٹی باتوں پر عمل کرے اور فرائض و واجبات کو ادا کرے اور گناہ صغیرہ و کبیرہ سے بچ جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ متقدمین میں ولی تھے بس اپنے گھر رہو اور دین کی موٹی موٹی باتوں پر عمل کرتے رہو اور اپنے

شیخ سے خط وکتابت رکھو گھر بیٹھو آرام کرو جس کے اندر خوف آ گیا ہے یہ اس کا مقام ہے! و اما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فا ن الجنة هى الماوى ’’جنت میں جانے کے لئے یہ خوف کافی ہے!

- ٹوپی جوانوں کے سر کا تاج ہے اس کو نہ اتاریں رومال یا تولیہ سر پر رکھنا ٹھیک نہیں، غیروں کی نقل ہے۔ شریعت کا ادب ہونا چاہئے لوگوں کا ادب ضروری نہیں!
- دکاندار کے پاس سودا لینے کے لئے جانا یہ تو ضرورت ہے اور سودا لیکر اس سے باتیں کرنا یہ اختلاط میں داخل ہے!

علوم و معارف حاذق الامتؒ

حضرت والا کے پسندیدہ اشعار

حضرت والا اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

چشم گریاں سینہ بریاں
دل ہجر میں لرزاں وصل میں فرحاں

کبھی یہ اشعار گنگنا کر پڑھتے ؎

عشق نے پھونک دیا خرمنِ ہستی انور
کس گھڑی آگ لگی تھی بھڑکتی ہی رہی

کبھی یہ شعر پڑھتے تھے ؎

دل کی لگی ہے یاروں یہ کوئی دل لگی نہیں ہے
ہنس نہ سکو گے ہنسو عشق ہے دل لگی نہیں ہے

خیر و برکت کہاں چلی گئی؟

حضرتِ والا نے فرمایا تین کام اِس زمانہ میں کریں تو دیکھیں برکت کیسے نہیں ہوتی ہے۔ آج ہر آدمی یہ شکایت کرتا ہے کہ کمائی میں برکت نہیں ہے کچھ بچتا نہیں

ہے۔فرمایا برکت کا وجود تو ختم نہیں ہوا ہے لیکن ہمارے گھروں میں نہیں آتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اتنا کر کے تو دیکھیں۔

- سود کی تجارت نہ ہو،کم یا زیادہ ہر قسم کا سود اور سودی قرضہ نہ لیں،اس سے بچیں۔
- گھروں میں ٹیلی ویژن سے احتراز،ٹیلی ویژن کو گھر سے نکلوادیں۔
- نمازوں کی پابندی کریں،وقت پر نماز ہو قضا نہ ہو۔

فرمایا کہ سود سے تباہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سود مٹاتا ہے،پھر آپ ترقی کیسے کریں گے۔اصل تو باقی رہتی ہے اور سود ہی اصل سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ ٹیلی ویژن،گانا بجانا اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور آپس میں دشمنی ہوتی ہے لہٰذا مٹنے کا سامان بھی ہمارے گھر میں موجود ہے اور دشمنی کا سامان وہ بھی گھر میں رکھا ہے۔اب پھر پریشانیوں کو آنے میں کیا دیر لگے گی۔پریشانیوں کے آنے میں اور تباہی کے آنے میں،ان سے بچنا لازم ہے۔نماز تو ہم پڑھتے ہیں مگر وقت ٹال کر بلکہ اکثر قضا کرتے ہیں۔لہٰذا اس کا اہتمام ہو کہ نماز قضا نہ ہو۔

روپیہ پیسہ بچانے کا آسان طریقہ

حضرت اقدس مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ پیسے بچتے نہیں، کماتے خوب ہیں لیکن روپیہ پیسہ بچ نہیں پاتا ہے،کیا بات ہے؟ فرمایا!ہم پوچھتے ہیں کہ پیسہ بچتا نہیں ہے یا بچاتے نہیں ہو؟ دوسرے کاموں کے متعلق سوچو کہ وہ خود بخود ہو جاتے ہیں؟ یا ان کو کرنا پڑتا ہے تو پھر پیسے کے بارے میں ہی کیوں ایسا رویہ ہے۔حضرت والا نے فرمایا کہ روزانہ یا ماہانہ اپنی کمائی سے ربع حصہ ایک چوتھائی اتنے پیسے نکال دو کہ پھر اس میں ہاتھ نہ لگانا،بس اس کو سوچ لو کہ وہ تمہارے نہیں ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ بچت ہو جائے گی اور قرضے ادا ہو جائیں گے۔

سید سلیمان ندویؒ پر رقت، حضرت تھانویؒ کی صحبت کا اثر

فرمایا کہ حضرت سلیمان ندویؒ بھی اتنے بڑے عالم اور صاحب قلم حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں حاضری سے کیا کچھ بن گئے۔ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ تو صاحب علم ہیں۔ آپ کو کیا نصیحت کروں پھر فرمایا کہ مولانا صاحب یہی سیکھا ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دینا۔ یہی اس راستہ کی اصل ہے بس جس قدر ہو اپنے آپ کو مٹاؤ۔ فرمایا حضرت والا نے اس جملہ سے سید سلیمان صاحبؒ آبدیدہ ہو گئے رونے لگے۔

اسٹیم بھرنے کے واسطے رائے پور چلا جاتا ہوں

مجلس میں ایک سوال کے جواب میں حضرت والا نے فرمایا کہ بانیؒ تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ (آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے بیعت تھے اور خلفاء میں سے تھے) ان کے تذکرہ میں ملتا ہے کہ جب سفر میں کئی روز گزر جاتے تھے تو رائے پور تشریف لے جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اسٹیم بھرنے کے واسطے رائے پور آجاتا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ حاجی صاحب اور حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء میں سے تھے اور یہ چشتیہ سلسلہ ہے۔

لگن تڑپ ہو تبھی توجہ وشفقت اثر کرتی ہے

آپ نے فرمایا کہ لگن تڑپ ہو تبھی توجہ وشفقت اثر کرتی ہے، زمین کو نرم کرنے سے بیج بویا جاتا ہے تو وہ درخت بن جاتا ہے اور پھل لاتا ہے۔

مرنے کے بعد قبر سے بھی فیض پہنچتا ہے

ہمارے اکابر کا مسلک

ہمارے اکابر چشتیہؒ فرماتے ہیں اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ مرنے کے بعد بھی قبر سے فیض پہنچتا ہے بلکہ زندگی سے بھی زیادہ فیض پہنچتا ہے چونکہ قبر کے اندر صاحب قبر کو سکون ویکسوئی حاصل ہوتی ہے اور وہ پورے طور پر متوجہ ہوتے ہیں اور فیض پہنچتا ہے درمیان میں سوال کیا گیا کہ حضرت فیض پہنچنے کے لئے کیا شرط ہے؟ تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نسبتِ صحیحہ شرط ہے۔ رذائل سے پاک ہو اور خصائل سے مزین ہو۔ فرمایا کہ دوسری شرط یہ ہے کہ صلاحیت بھی ہو۔ وہ بھی ضروری ہے۔ اگر صلاحیت نہیں ہے تو فیض نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ظرف ہونا ورنہ خالی ہی لوٹنا پڑے گا۔ تو فیض پہنچتا ہے قبر سے لیکن وہ صلاحیت شرط ہے۔ اسی لئے حضرت گنگوہیؒ سے جب قبر سے فیض کے متعلق استفسار کیا گیا تو حضرت والا نے پوچھا کہ فیض لینے والا کون ہے؟ مطلب یہ تھا اس درجہ کا آدمی ہو تو فیض بھی ہوتا ہے۔

تین حالتوں کے اندر ہی انسان رہتا ہے

حاذق الامت حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سنت پر عمل کرنے والوں کو تین چیزوں کا دھیان ضروری ہے۔ (۱) ماضی پر استغفار (۲) حال پر صبر و شکر (۳) مستقبل سے استعاذہ کرے۔

ماضی پر استغفار

چونکہ ماضی میں نامعلوم کتنے گناہ ہوئے ہیں اور کیسی کیسی حرکتیں ہوئیں ہیں۔ ان کا دھیان بھی نہیں رہتا ہے اور ماضی کی زندگی کی پوری یادداشت نہ رہنے

پرحق تعالیٰ شانہ سے استغفار کرے کہ یا اللہ میری گزری ہوئی زندگی کیسی خراب گزری ہے۔ میں اپنی گزشتہ غلطیوں سے، حرکتوں سے توبہ کرتا ہوں، استغفار کرتا ہوں تو استغفار کی برکت سے روزی میں برکت ہوگی، فراخی ہوگی، مدد ہوگی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ استغفار کرتے تھے۔

پس استغفار ایسی دولت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کی برکت سے محبت فرماتے ہیں، رحمت متوجہ ہوتی ہے، گناہوں سے بچنے پر ہمت وحوصلہ عطا ہوتا ہے، تو استغفار کرنا بڑی دولت ہے، گناہ ہو جانا بڑا نہیں ہے، یہ انسان ہے، بشر ہے، اُس گناہ ومعصیت سے توبہ نہ کرنا اس پر ڈٹے رہنا گناہ ہے تو ماضی پر استغفار کرے۔

دوحال پر صبر وشکر

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں مثلاً زندگی، ایمان، آنکھ، کان، زبان، پیر، دل، عقل، طاقت، صحت یہ چیزیں اگر چھن جائیں تو کیا ہوگا؟ دیکھئے اگر آنکھیں نہ ہوں تو کتنا روپیہ خرچ کروگے تب بھی آنکھیں ملنا مشکل ہے۔

ہاتھوں پر خدانہ کرے فالج ہو جائے تو ہاتھوں کے بغیر زندگی کیسی دشوار گزار ہے۔ عقل نہ کام دے تو دیکھو! دیوانوں کو کیسے حال بنا کر گھومتے پھرتے ہیں۔ پیروں میں اگر طاقت نہ ہو تو کیا مصیبت ہوگی۔ صحت اگر نہ ہوگی تو کتنا دکھ ہوگا اور ایمان نہ ہوگی تو زندگی کافروں والی گزرے گی اور مرنے کے بعد جو انجام ہوگا وہ تو ہوگا دنیا میں بھی اللہ سے غافل ہو کر زندگی گزرے گی۔

بہر حال ان نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالائے کہ اے اللہ! آپ کی یہ قیمتی نعمتیں ہیں جو آپ نے اپنے اس بندے کو مفت عطا کی ہیں اور اس پر استعمال کی قدرت دی ہے۔ اے اللہ کتنے ایسے انسان ہیں کسی کی آنکھ ختم ہوگئی ہے۔ فالج کے حملے سے کسی کا جسم بے کار ہو گیا ہے اور چلنے پھرنے کی قدرت بھی ختم ہوگئی ہے کسی کی عقل ہی لے لی گئی

کوئی مرتد ہو گیا ہے۔ کسی کی جوانی ختم ہو گئی ہے۔ صحت سے بیمار ہو گیا ہے بہر حال یہ سب کی سب نعمتیں حالات سے گھری ہوئی ہیں اور کبھی بھی ان کے ختم ہونے کا چھن جانے کا وقت آ سکتا ہے۔ اوران نعمتوں کی جگہ پریشانی وآفت آ جانے سے ایک زحمت وذلت بن سکتی ہے اس لئے بہت قدردانی کی ضرورت ہے۔

شکر کسے کہتے ہیں اس کی برکت کیا ہے

فرمایا کہ اپنی زندگی کی تمام آرائش و آسائش کے حالات میں قدردانی کی ضرورت ہے کہ اے اللہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنی پسندیدہ زندگی میں ہی ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ چونکہ نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں ان نعمتوں کو لگانا اور جن جگہوں سے اور جن امور سے منع فرمایا ہے اس سے اپنے آپ کو بچانا۔ مامورات پر عمل اور منہیات سے اجتناب یہی اصل شکر ہے اور خلاف مرضی کرنا یہ حقیقت میں ناشکری ہے۔ نعمتوں پر شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوگا۔ مزید انعامات سے نوازے جاؤ گے اور اگر ان نعمتوں کے ساتھ کوئی ناگوار حالات پیش آ جائیں تو اس پر صبر کرنا چونکہ وہ آقا کی مرضی ہے۔ اپنے ملک میں ہر وقت ہر طرح کا ہر ایک کے ساتھ تصرف کا ان کو حق ہے۔ ہم سب اس کے مملوک ومخلوق ومحکوم ہیں وہ ہمارا مالک ہے حاکم ہے خالق ہے ان پر کسی بھی طرح سے اعتراض کا حق نہیں ہے اور ان سے ناراض ہو کر بھی کہاں ٹھکانا ہے ان کی ہاں میں ہاں ملانا ہی آ جانا بڑی سعادت مندی کی توفیق ہے اور بامراد ہونے کی علامت ہے چاہے ہماری سمجھ میں آئے چاہے نہ آئے بس ان کی ہاں میں ہاں ملانا ہی ہماری زندگی کا نصب العین ہونا چاہئے وہ خوش ہم بھی خوش بس یہ ہے اطاعت۔ محبت اس سے صبر کرنا آسان ہوتا ہے صبر سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں تو حال پر صبر کرے اور شکر کرے۔

مستقبل پر اعاذہ کرے

یہ تیسری حالت ہے اور بہت امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اور خوف سے بھی پڑ ہوتی ہے۔ مستقبل سے بہت ڈر کر رہنا چاہئے نامعلوم کیا حالات پیش آئیں خواہ دنیا میں ہی مستقبل ہو یا مر جانے کے بعد والا مستقبل ہو دونوں طرح کے مستقبل کی فکر کی ضرورت ہے۔ جو اللہ کی نعمتیں ہمارے پاس ہیں آنے والا کل کا دن کیا ہو یہ نعمتیں ہمارے پاس ہوں نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں استعاذہ کرے اور یہ تو بالکل لازمی اور ضروری ہے کہ آج ہم جوان ہیں کل بڑھاپا اور ضعف یقیناً آئے گا تو اس وقت ہم کیا کریں گے اللہ سے استعاذہ کرے کہ اے اللہ جو آنے والا وقت ہے اس کی خرابی سے اور اس کی تباہی سے پناہ مانگتا ہوں آنے والے دنوں میں عافیت نصیب فرما۔ چین وسکون عطا فرما۔ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما فضل کا معاملہ فرما ہر قسم کی خرابی سے تباہی سے اور نعمتوں کے چھن جانے سے پناہ چاہتا ہوں امن وعافیت نصیب فرما۔

حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے "الدعاء یرد البلاء" دعا مصیبت کو واپس کر دیتی ہے، لوٹا دیتی ہے۔ دعا مانگنے سے آنے والی مصیبتوں و پریشانیوں کو حق تعالیٰ شانہ رد فرما دیتے ہیں واپس فرما دیتے ہیں۔

مخالفین تو کاٹنے ہیں ان سے دامن بچا کر نکل جاؤ

فرمایا کہ مخالفین کی پرواہ مت کرنا، مخالفین تو کاٹنے ہیں وہ تو الجھانے کے لئے ہوتے ہیں ان کو چھوڑ کر نکل جاؤ اگر مخالفین کا جواب دینے میں لگ گئے تو پھر مقصد سے ہٹ جاؤ گے ہمت وحوصلہ سے کام میں لگے رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ حق ہی غالب رہے گا "وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" اگر مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔

آج کے اللہ والے اگرچہ موم بتیاں ہیں ان سے ہی کام لے لو

حضرت والا نے فرمایا دو روز ہوئے ہیں احباب سے مخاطب تھا تو لائٹ چلی گئی تو موم بتی جلائی گئی میں نے کہا کہ ٹیوب اور بلب جانے کے بعد روشنی کے لئے موم بتی جلاتے ہیں، چراغ جلاتے ہیں۔ بہرحال ان کے ذریعہ اندھیرا دور کرتے ہیں اور روشنی کی جاتی ہے۔ اسی طرح پہلے کے اکابر ومشائخ ٹیوب اور بلب ہیں وہ چلے گئے ہیں اور آج اب جو مشائخ طریق ہیں وہ موم بتیاں ہیں ان سے ایمان ہی کی روشنی حاصل کرو اور اندھیرا (غفلت) دور کرو۔ ان موم بتیوں کو ہی کام میں لاؤ! اندھیرے کے اندر نہ بیٹھو۔

فتنوں سے حفاظت کی دعا

آپ نے فرمایا کہ دعا کرو ایمان کی حفاظت کے واسطے اور فتنوں سے بچنے کے واسطے "اللھم انی اعوذ بك من الفتن ما ظھر منھا و ما بطن"۔ یہ دعا ماثورہ ہے، اس کو پڑھو! اور اللہ سے پناہ مانگے ان کے غصہ سے ان کی پکڑ سے انکی ناراضگی سے اپنے حالات کے بگڑ جانے سے ظاہر وباطن دونوں قسم کے فتنوں سے دعا مانگنا چاہئے۔

عقیدت ومحبت دونوں میں بہت فرق ہے۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عقیدت ومحبت دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

عقیدت تو بہت کمزور بنیاد پر تعمیر ہوتی ہے اور بہت جلدی تعمیر ہوتی ہے اور اتنی ہی جلدی ختم ہو جاتی ہے مثلاً کسی کو تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، یا لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو اس وجہ سے یا تسبیح سے یا کرتا لمبا دیکھ کر ان چیزوں سے عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر کبھی مذکورہ صفات والے شخص کو کوئی غلطی کرتے دیکھ

لیا یا اس سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو بس وہ عقیدت کی تعمیر گر جاتی ہے ختم ہو جاتی ہے اور الٹے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں اس میں نفس شامل ہوتا ہے یہ عقیدت کی کہانی ہے۔ اس کی بنیاد خیالی ہوتی ہے۔

الرجال قوامون علی النساء

حضرت والا نے ارشاد فرمایا اس آیت مبارکہ کا ترجمہ دیکھ کر مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس آیت شریفہ میں کیا ہے اور اس کا منشاء اور مطلب کیا ہے لوگ اس کی گہرائی میں نہیں جاتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں تو کیا صرف حکومت ہی حکومت ہے مردوں پر کوئی ذمہ داری نہیں حالانکہ آتا ہے کہ مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی دیکھ بھال ایسے کریں جیسے بادشاہ اپنی رعایا کا کرتے ہیں اور ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کا خیال کرنے کے لئے مردوں کو عورتوں پر نگراں بنایا اور بادشاہ کی طرح انصاف رحم شفقت کرنے والا اپنی عورتوں کے ساتھ رہے لوگوں نے اس آیت کا غلط مطلب سمجھ رکھا ہے۔ صرف اپنی حاکمیت ہی چلانا چاہتے ہیں خدمت کا پہلو ذمہ داری کا پہلو نظر انداز ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی ضروریات زندگی سے متعلق تمام چیزوں کی نگرانی اور ذمہ داری مردوں پر ہوتی ہے، لہٰذا اس کا خوب خیال رکھا جائے، صحیح معنوں میں قوام بنیں۔

مردوں کی کوتاہیاں اور غصہ عورتوں پر

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں ان کو کہنے کی نوبت نہ آئے اور اگر بالاتفاق اپنی ضرورت کے اظہار کرنے میں سخت یا ترش رویہ اختیار کریں تو اس وجہ سے ان پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ یہ تو آپ ہی کی ذمہ داریوں کو بتا رہی ہیں یہ آپ کی کوتاہی ہے اس پر معذرت کرے کہ

میں اپنی ڈیوٹی کو انجام نہیں دے سکا اور آئندہ ایسی کوتاہی نہ ہوگی اس سے عورت کا دل کھل جاتا ہے یہ زیادہ محبت کا ذریعہ ہے۔

کائنات سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق کے اندر خالق نظر آنا یہ معرفت رب ہے۔آپ نے فرمایا کہ ہاں پہاڑوں کو دیکھ کر خالق کے کلام پر ذہن آیا کہ پہاڑ کی تخلیق ہم نے کی اور کیسے،"افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت" سے کیا اونٹ کی سیر کراتا ہے! درحقیقت تخلیق اونٹ سے خالق کائنات کا تصور کراتا ہے تو یہاں دو چیزیں ہیں،اول تخلیق،دوم حکمت تخلیق۔

مخالفین ومفسدین سے بچاؤ کا مسنون طریقہ

ایک مجلس میں گمنام خط کا تذکرہ آیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ "اللھم انا نجعلك فی نحورھم و نعوذ بك من شرورھم" چلتے پھرتے اس کا ورد رکھنا چاہئے۔اللہ تعالی سب آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔جب کسی کو مضبوطی حاصل ہوتی ہے تو مخالف ایسے کرتے ہیں،گمنام خطوط سے دھمکیاں دلواتے ہیں،ان کو مضبوطی سے تکلیف ہوتی ہے کہ قدم جم رہے ہیں اللہ تعالی مہربان ہیں ان چیزوں کی طرف التفات نہ کرے اور کسی سے تذکرہ نہ کرے۔

ہر آدمی کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلاء ہے

ایک بادشاہ کا عجیب وغریب واقعہ

مجلس میں بعض احباب نے بیماریوں اور پریشانیوں کا ذکر کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ"ایک دفعہ ایک صاحب کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی

ان سے عرض کی گیا کہ حضرت! میرے لئے ایسی دعا کرو کہ میں بھی آرام سے او رخوش حال ہو جاؤں جیسے اور بہت سے لوگ ہیں، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں تو کوئی خوش و خرم نہیں ہے۔

ان صاحب نے عرض کیا کہ بہت سے آرام سے اور خوش و خرم ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ تم کو مہلت ہے۔ ایسا آدمی تلاش کر کے بتاؤ وہ اتنا خوش و خرم ہو کہ تم کو اسی جیسا بنا دیا جائے پتہ لگا کر آؤ۔

حضرت خضر علیہ السلام چلے گئے اور وہ صاحب تلاش میں لگ گئے اور عیش و آرام والے آدمیوں کو ڈھونڈھنے لگے۔ اسی دوران ایک آدمی کے پاس گئے ان سے کہا کہ بھائی تم تو مزے میں ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں فلاں بیماری اور فلاں مصیبت میں مبتلا ہوں۔ دوسری جگہ پہنچا وہاں یہی بات کہی اس نے کہا کہ بھائی میری زندگی تو مقدموں میں گھری ہوئی ہے۔ فلاں نے کہا کہ میں تو قرض دار ہوں۔ جن جن لوگوں کو عیش میں دیکھا ان کو کسی نہ کسی مصیبت میں گھرا پایا۔ غرض ہر آدمی کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار تھا اور کوئی بچا ہوا نہ تھا۔ آخر میں ایک بادشاہ کو دیکھا کہ سامان عیش بہت ہے اور نوکر چاکر ہیں، غلام و باندیوں کی کمی نہیں روپے پیسے کی ریل پیل ہے۔ اس نے سوچا کہ اس بادشاہ کی طرح بن جاؤں ایسا ہی بن جانے کی دعا کرالی جائے۔

وہ دوبارہ حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکل گیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اور عرض کیا کہ میں اس بادشاہ کی طرح بن جانا چاہتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا اس بادشاہ کو کوئی غم نہیں ہے، معلوم کرلیا؟ کہا کہ ہاں وہ بادشاہ بہت عیش میں ہے اور بہت خوش و خرم ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس بادشاہ کے پاس جاؤ اور تحقیق کرو کہ واقعی اس کو حقیقی خوشی حاصل ہے اور پھر آؤ تاکہ دعا کر دی جائے۔ وہ شخص بادشاہ سے ملنے کے لئے گیا، بادشاہ سے ملنے کے بعد اس سے پوچھا۔

بادشاہ سلامت! مجھے بہت عیش و آرام اور خوش و خرم ہونے کی دعا کرانا ہے۔
حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ جو آدمی دنیا میں سب سے زیادہ آرام میں ہو اس کو کوئی مصیبت اور غم نہ ہو ایسا آدمی تلاش کر کے بتاؤں اور اسی کی طرح ہونے کی دعا کروں، بہت دنوں سے تلاش کرتے کرتے آپ تک پہنچا ہوں آپ کا عیش و آرام دیکھ کر آپ کی طرح ہی بن جانے کی دعا کرانا چاہتا ہوں چونکہ آپ سے زیادہ کوئی مزے میں نہیں ہے۔
بادشاہ نے یہ ماجرا سن کر ٹھنڈی سانس لی اور کہا کہ توبہ! توبہ! میری طرح تو میرا دشمن بھی نہ ہو۔ اس آدمی نے کہا، تعجب ہے ارے بھائی ایسا کیوں؟ آپ توبہ توبہ کیوں کر رہے ہیں؟ آخر بات کیا ہے؟ بادشاہ نے بتایا کہ دیکھو بھائی مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اور میں اپنی بیوی کی محبت میں ہی رہتا تھا اور ہماری محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ عشق میں بدل گیا ہر وقت بیوی کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک بار میری بیوی بیمار ہوگئی اس کے بچنے کے کوئی آثار نہ تھے ایک روز میری بیوی نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم دوسری عورت سے شادی کرلوگے؟ میں نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا۔ بیوی نے کہا یقین دلاؤ کہ تم میرے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کروگے؟
بادشاہ نے کہا کہ بس اتنی سی بات میں مجھے جوش آگیا اور میں نے اپنا عضو خاص (آلہ تناسل) اس کے سامنے کاٹ دیا، اور پھر کچھ دنوں کے بعد میری بیوی ٹھیک ہوگئی اور خدا نے اس کو صحت عطا فرمائی اور اب وہ زندہ ہیں تندرست ہیں لیکن میں اپنی بیوی کے قابل نہیں رہا اور یہ ساری اولاد جو پھر رہی ہیں یہ سب دوسروں کی اولاد ہیں ان میں نام میرا ہے۔ بس میرا جو حال ہے وہ کسی دشمن کا بھی نہ ہو۔

ہماری مثال بچوں کی ہے

فرمایا حضرت والا نے کوئی بھی حالت ہو شکوہ نہ کرو۔ بس صبر کرو اور شکر کرو چونکہ ان کی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ بعض مصلحتیں ہم کو نظر نہیں آتیں، جیسے

چھوٹے بچے ہمارا ان کے ساتھ سلوک ان کی زندگی کی خوشگواری کے لئے ہوتا ہے لیکن ان کو نظر نہیں آتا۔ بس یہی ہمارا حال ہے، ہماری مثال بچوں کی سی ہے، نہ حکمت معلوم نہ مصلحت خداوندی پر نظر۔

عورتوں کا مزاج اور شریعت کا سلوک

حضرت والا نے ارشاد فرمایا ایک دفعہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ سے تشریف لاتے ہوئے عورتوں کی جماعت کو دیکھا اور فرمایا میں نے عورتوں کی جماعت کو دوزخ کے اندر دیکھا ہے عورتوں نے کہا کس وجہ سے؟ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی لعنت کی کثرت کی وجہ سے کہ عورتیں لعنت بہت کرتی ہیں، یہ مر جائے، وہ مر جائے، اس کا منہ یوں ہو جائے، ایسا ہو، ویسا ہو، دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔ عورت کتنے ہی مزے میں ہو لیکن کہتی ہے اس آدمی کے ساتھ کیا آرام ہے۔ دیکھو دوسرا شوہر (آدمی) اپنی بیوی کو کیسے گھماتا ہے، زیور پہناتا ہے کپڑے لا کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں ناقص العقل ہیں، ناقص الدین ہیں۔ دین میں آدھی نمازیں چونکہ ان پر معاف ہیں، روزے خاص ایام میں معاف ہیں اور قضا پر ادا کا ثواب ہے، جمعہ کی نماز معاف ہے، قبرستان کی زیارت وغیرہ بہت سے نیک کام ان سے معاف ہیں۔ تو مردوں کو بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ عورتوں کی تو عقل بھی آدھی ہوتی ہے دین بھی آدھا ہے اور ان کی عادت تو ہے ہی ناشکری اور لعنت کرنے کی تو ان سے بحث کرنا فضول ہے۔ لہٰذا ان کی باتوں کو ٹالنا چاہئے۔ لڑائی جھگڑا تلاش نہ کرے تو مردوں پر بھی عورتوں کی رعایت ضروری ہے۔ اور عورتوں پر مردوں کی اطاعت ضروری ہے۔ رعایت واطاعت سے دونوں کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔

روٹی نہیں تو کیک سے کام چلائیں

ایک موقع پر حضرت والا نے روس کی ایک خاتون کا واقعہ سنایا کہ روس کے اندر ایک خاتون حاکم تھیں۔ کاشتکار اور عوام نے مہنگائی اور قحط کی وجہ سے محل کو گھیر لیا۔ خاتون حاکم اپنے محل سے باہر آئیں اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ بتایا کہ یہ لوگ روٹی چاہتے ہیں بازاروں میں روٹی نہیں مل رہی ہے۔ غائب ہوگئی ہے تو اس خاتون حاکم نے کہا کہ بازاروں میں کیک مل رہے ہیں اس سے کام چلائیں اس سے اندازہ کریں عورت کی عقل کتنی ہے اور کیسی ہے۔

دعا میں یاد رکھنا اور دعا کرنا دونوں میں فرق ہے

رخصت ہوتے وقت کسی نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت دعا میں یاد رکھنا، حضرت والا نے اصلاحاً فرمایا کہ دیکھو دعا کرنا اور دعا میں یاد رکھنا دونوں میں فرق ہے۔ فرمایا جب بڑوں سے دعا کے لئے کہنا ہو تو اس وقت دعا فرمائیے یا دعا کریں کہنا چاہئے فوراً ہی دعا کرالیں اور اگر اپنے چھوٹوں سے (مثلاً شیخ مرید سے یا استاد شاگرد سے یا والد اولاد سے دعا کے لئے کہنا ہو تو یہ الفاظ استعمال کریں۔ ''دعا میں یاد رکھنا، دیکھو دعا میں یاد رکھو بھول نہ جانا! یہ حکم ہے چھوٹوں کو۔

اس کے خلاف اگر کوئی مرید یا شاگرد یا اولاد اپنے بڑوں سے کہنے لگیں کہ دعا میں یاد رکھنا تو یہ کتنی بے ادبی کی بات ہے کہ بڑوں کو یاد رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے ان کو دعا کرنے کا پابند بنایا جارہا ہے۔ اپنے بڑوں کو مجبور کرنا اور حکم دینا اور تکلیف دینا کہ جب دعا کریں تو ہم کو یاد رکھنا یہ بے ادبی کی بات ہے بشرطیکہ آدمی غور کرے اور احساس کرے اور عمل کرے۔

اذان کے بعد کی دعا

ایک مجلس میں حضرت والا نے اذان کے بعد ارشاد فرمایا کہ اذان کے بعد دعائے مسنون پڑھی جائے، لیکن دعا سے پہلے درود شریف ضرور پڑھیں، چونکہ درود شریف کی بہت فضیلت ہے اور قبولیت کی علامت ہے۔ فرمایا کہ درود شریف تو بہت ہیں لیکن مختصر درود شریف یہ ہے۔ "صلی اللہ علی النبی الامی"۔ یہ درود شریف پڑھ کر اذان کے بعد کی دعا پڑھ لیں۔

رضائے شیخ اور رضائے مولیٰ دونوں میں فرق

دیکھو شیخ کو اپنی عزت و توقیر مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا اور ان کی ہی تعظیم کو ضروری بنایا گیا اور یہی اصلی توحید و اسلام ہے تو آپ لوگ بھی نیت کی اصلاح ضرور فرمائیں چونکہ نیت ہی بڑی چیز ہے۔

عدل اور فضل سے کائنات گھری ہوئی ہے

فرمایا کہ حضرت مسیح الامتؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو چیزیں ہیں، تیسری چیز نہیں ہے، فرمایا کہ ایک عدل اور دوسرا فضل۔ کبھی کسی کو بیماری دے دی تو وہ کسی نہ کسی گناہ کے بدلہ میں ہے تو وہ عدل ہی ہے پس صفتِ عدل کا ظہور ہوا، اور کبھی بغیر محنت کے بھلائی مل گئی تو وہ فضل ہوا۔ ان چیزوں میں ہی کائنات گھری ہوئی ہے۔ بیوقوفوں کو عقلمند اولاد دے دی اور غریبوں کو بادشاہت دے دی تو یہ عدل ہے۔ تقاضائے عدل یا تقاضائے فضل۔

ایمان پر خاتمہ، روزی کبھی تنگ نہیں ہوتی

فرمایا حضرت والا نے کہ ہمارے سلسلے کے متعلق سید الطائفہ حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی کا ارشاد گرامی فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی برکت یہ ہے کہ روزی کبھی تنگ نہیں ہوتی۔ دوسرے ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے، سوء خاتمہ سے حفاظت ہے گویا سلسلہ کی برکت سے دین و دنیا کی دولت مل جاتی ہے۔

مواعظ حسنہ کا سلسلہ ہے لیکن ہدایت کا پتہ نہیں

فرمایا حضرت والا نے کہ آج کتنے بیانات ہو رہے ہیں۔ تقریریں سنی جا رہی ہیں، کتنی شمعیں جل رہی ہیں لیکن روشنی نہیں پھیل رہی ہے۔ کسی کے دل میں گناہوں سے نفرت اور باز رہنے کا عہد کرنے کا جذبہ ہوا۔ کسی کے دل میں روشنی آئی ہے کتنے توبہ کر کے جاتے ہیں۔ کوئی بھی نہیں چونکہ مقررین کے اندر اخلاص نہیں ہے۔

سند فراغت کا مطلب

حضرت والا نے فرمایا کہ مدرسوں سے جو سند فراغت ملتی ہے۔ یہ مدرسہ کا تعلیمی کورس پورا کر لینے کی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ آدمی علم سے تو کبھی بھی فارغ نہیں ہوتا ہے۔ یہ فراغت جو مدرسہ سے ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مدرسہ کے تعلیمی نظام درس سے فراغت کی سند ملتی ہے۔ یعنی اس مدرسہ کا جو اتنی مدت کا کورس ہے۔ وہ کورس اتنی مدت یہاں رہ کر پورا کر لیا ہے اس کی تصدیق کا نام سند فراغت رکھ دیا ہے علم سے کوئی کبھی فارغ نہیں ہو سکتا ہے۔ علم کی احتیاج اور ضرورت ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو ہے۔

بعض علماء بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سورہ یٰسین شریف کی تلاوت روزانہ پابندی سے کرو۔ حدیث پاک کے اندر آیا کہ جو یٰسین شریف کی روزانہ پابندی کرتا ہے اس کی دن بھر کی ضروریات کی ذمہ داری لے لی جاتی ہے اور تلاوت کے وقت بھی نیت

رضائے الٰہی کی ہو دنیا تو مل ہی جائے گی بتکلف رضائے حق کی نیت کرے اور روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہئے۔ آج کل بعض علماء بھی قرآن پاک کی تلاوت کی پابندی نہیں کرتے ہیں اس کا اہتمام کیا جائے۔

آج کل کے اوراد وظائف اور ادعیۂ ماثورہ میں بڑا فرق ہے

مجلس میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ادعیۂ ماثورہ ان ہی کے الفاظ کے ساتھ پڑھی جائیں جن الفاظ کے ساتھ قرآن کریم وحدیث میں بیان فرمائی گئی ہیں آج کل بہت اوراد وظائف چلے ہیں ان پر دھیان نہ دیں بلکہ ماثورہ دعاؤں کی پابندی کریں ان میں بڑی برکت ہے اور نور ہے اس لئے کہ یہ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

ملے کس سے آہ شفائے دل

مولانا محمد ادریس حبان رحیمی

دنیا کی رنگینیاں، آسمان کی آرائش، زمیں کا حسن وجمال اور فطرت کا بانکپن یہ سب مقربین بارگاہ الٰہی کے وجود سے قائم ہے۔ علماء، صلحاء، اتقیاء اور اللہ کے مقربین نہ ہوں تو کائنات کی رونق ماند پڑ جائے اور دنیاوی حسن وجمال پژمردہ ہو جائے، درحقیقت یہی وہ حضرات ہیں جو وراثت نبویؐ کے صحیح حقدار ہیں اور انسانی عظمت وکرامت کا تاج انہیں کے سروں پر زیب دیتا ہے، "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء" یہی وہ مردان خدا ہیں جن کا تصور ہی اہل ایمان کی رگوں میں خون زندگی کی تازہ لہر دوڑا دیتا ہے۔

لیکن افسوس! ہماری حرماں نصیبی کی کہ آج ہم نہ جانے کس دور میں آگئے ہیں کہ یکے بعد دیگرے اکابرین صالحین کی جماعت اپنی مسند فضل کمالی خالی کرتی جارہی ہیں اور اس عدم آباد کی طرف کوچ کرتی جارہی ہیں، جہاں سے اب تک کوئی واپس نہیں آیا ہے۔ میکدۂ حرم کے یہ دیوانے اور ایمان وروحانی سلسلۃ الذہب کی یہ کڑیاں ہم سے چھوٹتی جارہی ہیں اور ہم ٹکٹکی باندھے دور تک حسرت ویاس کی نظر سے دیکھتے جارہے ہیں۔

یہ بادہ کش تھے پرانے جو اٹھتے جا رہے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

جوہانسبرگ ۲۲/دسمبر صبح ساڑے سات بجے معمولات سے فارغ ہوکر بیٹھا ہوا تھا کہ فون پر اندوہناک اطلاع ملی کہ آفتاب رشد وہدایت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے...... ہاتھ سے فون چھوٹ گیا دل پر بجلی سی گری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، دل کی دھڑکن اتنی تیز ہوئی کہ سارے اعصاب جواب دینے لگے، دل کو قرار نہیں آرہا تھا... ہائے اللہ یہ کیا ہوگیا؟ ابھی تو میرے شیخ، روحانی وجسمانی اعتبار سے بہت مضبوط تھے، مگر اے موت! تو کتنی بے رحم ہے جب تو آتی ہے تو بغیر بتائے آتی ہے تیرے آنے سے مجھے ہزاروں مریدین ومتوسلین یتیم ہوگئے۔

مسلسل سفر کے باعث بیس دن سے حضرت والا کو فون نہ کرسکا، ۲۱/تاریخ کی رات کو شریک سفر قاری عبدالرحمٰن صاحب سے میں نے کہا کہ صبح ۹ بجے حضرت اقدس کی خدمت میں ضرور فون کرنا ہے اور اپنے کام سے متعلق حضرت کو باخبر کرنا ہے، لیکن صبح ساڑے سات بجے حافظ عبدالباری حبانی کا فون آیا کہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحب مالک حقیقی سے جاملے، "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

آج سے چار یوم قبل ہی جناب سید افضل پاشاہ صاحب نے فون پر اپنا خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر جاننے کی کوشش کی، خواب کی تعبیر تو میں نے اس وقت فون پر بیان نہیں کی، وہ خواب ایک بڑے نقصان کی طرف اشارہ کررہا تھا، ہائے افسوس کہ آج وہ عظیم نقصان ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مولانا الطاف صاحب مجاز وخلیفہ حضرت حاذق الامتؒ کی ترغیب اور بار بار توجہ دلانے پر یہ خادم مولانا الطاف صاحب کے ہمراہ بارگاہ ذکیؒ میں حاضر ہوا، اور جیسے ہی چہرۂ انور پر نظر پڑی تو بقول شاعر، پہلی نظر تھی، دل کا مول، بس پھر کیا تھا۔ یہ

فقیر ہمیشہ کے لئے حضرت کا غلام بن گیا۔ عشاء سے قبل ہم لوگ حضرت والا کی خدمت میں پہنچے اور دوسرے دن واپسی کا ریلوے ٹکٹ بنا کر لے گئے تھے، لیکن حضرت نے فرمایا نہیں آج قیام کرو کل جانا ابھی تو میرا دل بھی نہیں بھرا اور آپ چلنے کے لئے تیار ہو گئے، سبحان اللہ کیا محبت تھی، کیا شفقت تھی کہ اپنی ساری مصروفیات کے باوجود بخوشی دو رات قیام کیا، واپسی کے بعد حضرت والا کو دار العلوم محمدیہ بنگلور کے لئے دعوت دی تھی جس کو حضرت نے بنفس نفیس قبول فرمایا اور نصیحتیں فرمائیں، جامع مسجد دار العلوم محمدیہ میں آپ کا وعظ ہوا۔

ارشاد فرمایا ''اپنے احول سے مطلع کرتے رہو'' عرض کیا ضرور یہ تو مجھ حقیر پر آپ کی عنایت ہے، میں نے اپنے احوال باطن سے حضرت والا کو ایک عریضہ کے ذریعہ مطلع فرمایا، تو حضرت نے مفید رہنمائی فرمائی اور اصلاح حال پر خصوصی توجہ فرمائی، اور جواب میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ''آپ سے ملاقات کے بعد بار بار خیال آیا کہ آپ کو اجازت دوں، الحمد للہ آج توکل علی اللہ آپ کو اجازت، خلافت دے رہا ہوں، اپنے دل کی نگہبانی کرو اور ہر حال میں اصلاح کی طرف نظر رکھو'' ۔ اللہ اکبر، خط پڑھا، بہت رویا، یہ حضرت نے کیا ذمہ داری دیدی۔ حضرت کی خدمت میں لکھا کہ بندہ اس قابل کہاں؟ مگر حضرت نے تحریر فرمایا ''یہ نعمت حقدار کو ملتی ہے آپ اس کے حقدار ہیں'' اور پھر ایک دن سختی سے ارشاد فرمایا ''اجازت کا کیا مطلب ہے؟! اگر آپ اپنی مجلس قائم نہیں کریں گے اور ضرورت مندوں کو بیعت نہیں کریں گے تو یہ حق تعالیٰ کی ناشکری ہوگی، بار بار لوگوں کو میرے پاس لیکر آ جاتے ہو کہ بیعت کرلو! ارے بھائی آپ بنگلور میں کس لئے ہیں۔

حضرت حاذق الامتؒ ایک ایسی نورانی شخصیت کا نام ہے جو مخلوق خدا کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں فیض رساں تھی۔ آپ نے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں فرمایا،

امت کی ایک درد اور کڑھن مسلسل آپ کے دل میں رہتی تھی، صبح سے لیکر رات گئے تک متعلقین، مریدین، مریضوں اور حاجت مندوں سے ملاقات فرماتے، کسی کو وقت دینے یا نصیحت فرمانے میں مخل نہیں فرماتے، یہ خادم جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دیتا قبل از وقت ہی فون پر حاضری کی اجازت لے لیا کرتا، حضرت والا تبسم فرماتے کہ حبان صاحب! آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقررہ وقت پر حاضری میں اگر ذرا بھی دیر ہو جاتی تو بے چین ہو جاتے اور فرماتے "کیا مولانا! آنے میں اتنی دیر کر دی؟"۔

حضرت کے یہاں جب بھی حاضری کی سعادت میسر آتی، جناب سید افضل پاشاہ صاحب، جناب عبدالرحمٰن بابو بھائی صاحبان بھی ساتھ ہوتے، حضرت والا ان سے بھی کافی محبت فرماتے اور حاضرین سے عرض کرتے "یہ تینوں ہمارے گھر کے فرد ہیں" اللہ اکبر کہاں ہم جیسے حقیر اور کہاں یہ آفتاب و ماہتاب، لیکن حضرت کی ہر بات میں شفقت و محبت جھلکتی نظر آتی۔

ہائے افسوس! آج میں حضرت سے اتنی دور کہ آخری سفر پر دیدار سے محروم ہوں، آپ کی زندگی جیسی پیاری تھی موت بھی ویسی ہی پیاری ہوئی، حالت وضو، حالت نماز اور حالت سجدہ میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے اور درجات کو بلند فرمائے۔

آخر میں اپنے حضرت کی کیا کیا باتیں کہوں؟ ایک دفتر چاہئے، بس اتنا عرض کروں گا کہ حضرت والا بے غرض اور بے لوث مسیحا تھے، کبھی کسی سے کوئی غرض نہیں، کسی کی طرف کوئی امید نہیں، محض للہ مخلوق خدا کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے بے قرار رہتے، شریعت کے خلاف کوئی ایک بات دیکھی تو فوراً ٹوک دیا، ہمیشہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کو اہمیت دیتے اور کم سے کم تر آدمی کو بھی اہمیت دے کر گفتگو فرماتے،

غیبت سے حد درجہ نفرت، یہاں تک کہ ناپسندیدہ عناصر کا بھی اپنی زبان مبارک سے اظہار نہ فرماتے بلکہ بعض اوقات محسوس ہوتا تھا کہ آپ کو یہ بات ناگوار گذری ہے۔ ہمیشہ حقوق العباد کو اداء کرنے کی تنبیہ فرماتے اور نمازوں کی پابندی کی ترغیب دیتے اور سودی لین دین کی مذمت فرماتے۔ حضرت والا کے صاحبزادہ ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب حضرت کے مزاج اور طبیعت سے واقف تھے، ہمیشہ حضرت والاؒ کے ساتھ رہتے کہیں الگ نہ ہوتے تھے، حضرت والا کی بہت سی صفات اور خوبیاں الحمدللہ ڈاکٹر صاحب میں موجود ہیں، اور بڑے صاحبزادہ ڈاکٹر رضی الدین صاحب تو ماشاء اللہ نہایت پروقار ہیں اور تصنع سے پاک ہیں، مختصر کلام اور مختصری ملاقات کے عادی ہیں، اللہ تعالیٰ تینوں حضرات کو حضرت والا کا سچا جانشین بنائے، آمین۔

غم واندوہ کے اس ہجوم میں کیا لکھوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے دل مجروح ہے، دماغ مفلوج ہے، ہاتھوں میں لغزش ہو رہی ہے اور جسم کانپ رہا ہے پروردگار سے دست بدعا ہوں اور اسی سے شکوہ کناں ہوں۔

سنے کون ہائے صدائے دل ملے کس سے آہ شفائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

پروردگار ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والا کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

گزارش

حضرت حاذق الامتؒ کی مجالس کا سلسلہ نہایت طویل ہے، فی الحال مجالس کے مسودات جو مل گئے ان کو شامل کر لیا گیا، باقی مجالس انشاء اللہ دوسری جلد میں شامل کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے کلمات مبارکہ اور پند و نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (مؤلف)

مجلس حضرت حاذق الامتؒ نمبر ا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم "من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن الخ"

حیات طیبہ کیا ہے

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرد ہو یا عورت اگر عمل صالح کا پابند ہے تو میں ان کو حیات طیبہ عطا کرتا ہوں یہ حیات طیبہ کیا ہے؟ حیات طیبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سب سے پہلے ایمان کی سلامتی عطا فرماتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی زندگی میں آرام و سکون راحت و اطمینان عطا فرماتے ہیں۔ اسی طریقہ سے تعلق مع اللہ

نصیب ہوتا ہے۔ تعلق مع اللہ جب ہو جاتا ہے تو پھر اعمال صالحہ کے اندر جان پڑ جاتی ہے۔ جو بھی عمل کرتا ہے وہ محض اللہ کے لئے کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ کی محبوبیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دنیا میں اس کے ثمرات نظر آنے لگتے ہیں اور آخرت میں بھی بہت اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

مسائل مقدم ہیں فضائل بعد میں

حیات طیبہ کے لئے آدمی کیا کرے؟ سب سے پہلے تو مرد ہو یا عورت جو بھی عمل صالح کرے اس کا علم اس کو ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ جب تک علم نہ ہو صرف فضیلت سن لے کہ اس عمل پر اتنا ثواب ہے ٹھیک ہے۔ لیکن آداب کیا ہیں؟ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ پھر اس کو صحیح طریقہ سے کیسے کیا جائے؟ وہ سب سیکھنا پڑے گا، اسی کا نام مسائل ہے، مقدم تو مسائل ہیں، لوگ فضائل سن تو لیتے ہیں اور عمل کی طرف جلدی بھی کرتے ہیں لیکن مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے عمل کر کے بھی صحیح ثمرات و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

مسائل کو سیکھئے

یعنی پہلے مسائل کو سیکھئے مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں تو نماز کے لئے سب سے مقدم تو طہارت ہے۔ لہذا طہارت کو پہلے معلوم کرے جب تک اسے علم نہیں ہے وہ صحیح وضو نہیں کرے گا اسی طریقہ سے بہت سے لوگوں کو غسل کے فرائض معلوم نہیں۔ غسل اس پر فرض ہو جاتا ہے مگر غسل کے فرائض کیا ہیں اسے معلوم نہیں ہے۔ تو قدم اول آدمی مسائل کو معلوم کرے، اور یہ کہاں سے سیکھے؟ علماء سے ربط قائم رکھے، یہ ضروری نہیں کہ مدرسہ جائے اور کسی استاذ کے پاس بیٹھا رہے۔ وہ تو ایک دور ہوتا ہے طالب علم کا مدرسے میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کا۔ لیکن نہ تو اس کے لئے عمر کی قید ہے

نہ وقت کی۔ جو مسئلہ آیا اس وقت اس کا علم حاصل کرے۔ اسکے لئے علماء جہاں کہیں ہیں اہل حق کے ساتھ تعلق قائم کرے اور ان سے مسائل دریافت کرتا رہے۔

ناواقفیت کا علاج

فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ ناواقفیت کا علاج سوال کرنا ہے ناواقفیت عذر نہیں ہے۔ اگر معلوم نہیں ہے تو پوچھ لے، جو چیز ہمیں معلوم نہیں ہے، اسے کیسے کرنا ہے؟ اگر ایک روز ایک مسئلہ سیکھے تو مہینے میں تیس معلوم ہو جائیں گا، سال میں تین سو ساٹھ مسائل سے واقف ہو جائے گا۔ لیکن اسے فکر ہو کہ مجھے اللہ کے دربار میں پیش ہونا ہے، میں اپنے اعمال کو صحیح ادا کر کے اللہ کے دربار میں پیش ہوں۔ یہ فکر اگر آدمی کو ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "وھو مؤمن" حالات ایمان میں آدمی وہی کام کرے گا جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو۔ اگر وہ ایمان سے خالی ہے تو جو چاہے گا کرے گا اس کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن اگر وہ مؤمن ہے تقاضائے ایمان سے جو چیزیں ضروری ہیں اگر اسے معلوم نہیں ہے تو اسے سیکھے۔

مسائل مقدم کرنے میں سستی

مسائل معلوم کرنے میں غفلت سستی نہ کریں اور یہ نہ سوچیں کہ یہ وقت سیکھنے کا نہیں ہے، میری عمر اتنی ہو گئی ہے، اب کیا کرنا ہے، یہ سمجھ کر آدمی بیٹھ گیا تو یہ عذر اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی جواب وہی ہے تو جہاں تک ہو سکے آدمی چلتا پھرتا علماء سے رابطہ رکھے اور مسائل سیکھتا رہے، اس کے بعد وہ جو بھی عمل کرے گا صحیح کرے گا اور اگر عمل ٹھیک ہے تو اس پر جو اجر و ثواب ملنا ہے وہ ملے گا لیکن اگر عمل ہی غلط ہے اور وہ خوش فہمی میں ہے کہ میں اتنی اتنی تلاوت کی ہے اور اتنا ذکر، وظیفہ پڑھتا ہوں اس لئے میری دنیاوی زندگی ایسی ہونی چاہئے اور آخرت میں یہ جزا ملنا ہے، تو یہ

صرف اس کا ایک وہم ہے جو ایک طرف رہ جائے گا لیکن حقیقت میں اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔حدیث میں آتا ہے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة" علم دین یعنی مسائل ضروریہ (جو روزمرہ کے مسائل ہیں) ان کا سیکھنا فرض ہے۔

عمل معمولی چیز نہیں

فرمایا دیکھنے میں تو عمل معمولی نظر آتا ہے کہ آدمی کہتا ہے وضو کا کیا سیکھنا ہے، ارے وضو میں کیا چیزیں ہیں، وضو کے اندر یہ سیکھنا ہے کہ کون کون سے فرائض ہیں، پانی کس قسم کا ہو، کون سی چیزیں مسنون ہیں اگر تیمم کرنا ہے تو کیسے کرنا ہے، ارے صحابہ کے پاس یہ باتیں تھیں ان کے متعلق آتا ہے جب حضور ﷺ نے تیمّم کا مسئلہ بیان فرمایا تو بعض صحابہ زمین پر لڑھکنے لگے اور جب حضور کے دربار میں پیشی ہوئی اور عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہیں ہے پھر تیمم کے جو فرائض تھے وہ بتائے تو مسائل آدمی جب سیکھے گا تب صحیح عمل کرے گا اور جب صحیح عمل کرے گا تو جو اجر و ثواب ہے وہ اسے ملے گا۔

مؤمن کی شان

فرمایا اب ہم لوگ ہر چیز کو نماز روزہ تک محدود رکھتے ہیں۔جبکہ مؤمن کی یہ شان ہونی چاہئے کہ زندگی کے ہر شعبہ کے مسائل سے واقف ہوں۔دیکھئے جمعہ کے دن آذان کے بعد بھی لوگ لین دین کرتے ہیں جبکہ قرآن شریف میں ارشاد ہے اذان اول کے بعد سے لے کر نماز کے ہونے تک یہ جو ایک یا سوا گھنٹے کا وقت ہے اس میں لین دین خرید و فروخت منع ہے، ناجائز ہے، اسی طریقہ سے سونا چاندی کے معاملات کرتے ہیں اس میں بھی کوتاہی کرتے ہیں سناروں سے مارواڑی سے لین دین کے وقت ان کو پتہ نہیں رہتا کہ اس میں کیا مسئلہ ہے۔

معاملات صحیح کیسے رکھیں

حدیث میں آتا ہے "یداً بیدٍ" سونے چاندی کا معاملات کرتے ہیں تو ہاتھ کے ہاتھ کرو۔ جب پیسہ ہو تو چیز خرید لو قرض معاملہ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ دیکھتے ہیں اور سننے میں آتا ہے کہ لوگ ایک چیز لے کر آجاتے ہیں اور برسوں میں پیسہ ادا کرتے ہیں جبکہ یہ حرام ہے۔ اور لوگ مطلق اس کے طرف دھیان نہیں دیتے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کے مسائل سے واقف نہیں یا تو پھر نظر انداز کر جاتے ہیں کہ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ حالانکہ ایسا مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ صرف اتنا کہ جب آپ کو کوئی چیز خریدنی ہو تو ایک ہاتھ سے پیسا دو اور دوسرے ہاتھ سے سامان لو، جب ایسا کر کے چیز لیں گے تو وہ حلال ہوگی، بہت سی کوتاہی اس میں ہو جاتی ہیں۔

زری کے کپڑوں کا مسئلہ

علماء نے لکھا ہے یہ جو زری کے کپڑے ہوتے ہیں۔ اگر اس میں اصلی سونا چاندی لگے ہوں تو اس کے لینے دینے میں بھی احتیاط کرنی چاہئے، کپڑے لے آتے ہیں قیمت بعد میں دیں گے، یہ جائز نہیں! جس قدر زری لگی ہے اس کی قیمت پہلے ادا کر دیں، کپڑے کی قیمت بعد میں دیں۔

علماء کرام سے ربط رکھیں

فرمایا اگر علماء سے ربط رکھیں گے تو ایک ہی چیز جو حرام ہے حلال ہو جاتی ہے جائز شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے قدمِ اول فضائل سے زیادہ مسائل سیکھیں، فضائل سے تو علم کی قدر و قیمت معلوم ہوئی لیکن ایک عمل کرنے کا جو ڈھنگ ہے وہ سیکھیں، جب یہ کام ہم کریں گے تو کوئی مشکل نہیں اصل میں اگر ہم اسی کام کو

سستی سے کریں گے، آسان بنا کر کریں گے تو وہی چیزیں حلال اور جائز ہو جاتی ہیں او رجب جائز طریقہ سے معاملات کریں گے تو اس کے ثمرات بھی مرتب ہوں گے۔

زندگی کی خیر و برکات کیسے پائیں

فرمایا اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو خیر و برکات سے اگر ہم مالا مال کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے قدم اول علم حاصل کرنا ہے، علم بھی کون سا؟ مسائل کا علم! پھر فضائل کا علم سیکھیں! اور اس کے ذہن میں ایک چیز اختلاط غیر یعنی غلط آدمی سے نہ ملنا، بچکر چلنا، ہم حیات طیبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ساتھ ہمارا تعلق غلط لوگوں سے ہے جس کے نزدیک شریعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، ان کی صحبتوں کی وجہ سے حالات خراب ہوتے چلے جاتے ہیں، دل میں تو یہ ہے کہ ہم صحیح عمل کریں گے مگر برے لوگوں کی صحبت کی وجہ سے دین کی جو اہمیت وعظمت ہے وہ ہمارے دلوں سے نکل جاتی ہے۔

ہمارے نوجوانوں کا حال

فرمایا ہمارے نوجوانوں کا حال یہ ہے کہ ان کے تعلقات زیادہ تر غیر مسلم لوگوں سے ہوتے ہیں، زیادہ اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا ان کے ساتھ ہوتا ہے، خود ہمارے بچے غلط طریقہ پر رہتے ہیں۔ لہذا ان کے ساتھ جانے، ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کی وجہ سے ہمارا دین کے اوپر عمل کرنا دشوار ہو جاتا ہے، کوئی مسئلہ آتا ہے تو یہ وقتی چیز ہے، میں ان مسائل پر پھر عمل کروں گا وہ کہے گا۔ اب اس کی وجہ سے آدمی دب جاتا ہے، ڈر جاتا ہے، جب دب کر کام کرتا ہے اللہ سے ڈرتا نہیں شریعت سے ڈرتا نہیں، حضور ﷺ کے احکام کا پاس ولحاظ نہیں تو اسے ملتی ہے صرف دوستی اور دوستی بھی دین سے دور کر دینے والی۔

دوستی کرنے سے پہلے کیا دیکھنا چاہئے

فرمایا موجودہ دور میں ایسی محبت جس کا خصوصی طور سے ہمیں خیال رکھنا، خاص طور سے ہمیں کسی سے دوستی کرنا ہے تو اس کے معاشرت اس کی دینی حالت کیسی ہے معلوم کرنا ہے۔ اپنوں سے اس کے معالات کیسے ہیں اس کا لحاظ رکھیں۔ اس کے اخلاق کیا ہیں؟ آج اخلاق کی گراوٹ ہمارے اور ہمارے بھائیوں کی حد سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اور آدمی اس کو کمال سمجھ کر کرتا ہے۔ اور دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ بس ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا جو تعلق دوستی کا ہوا ہے یہ قابل نباہ ہے یا نہیں ویسے یہ کہ ہر ایک کے ساتھ مدارات کے طور پر یعنی لحاظ کا برائے نام تعلق ہے۔ ایک تو یہ کہ دوستی جو اخلاص و اخلاق پر مبنی ہو صرف اپنوں سے ہوں گے۔ جو دشمنان اسلام و مسلمان ہیں اس سے جو تعلق ہے وہ صرف دور سے ہم اپنے طور سے حسن اخلاق پیش کریں گے۔ اس سے کوئی حسن اخلاق کی امید نہیں کریں گے۔ اس لئے مسلمان کی یہ پہچان ہے کہ کوئی آدمی ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے لیکن اس سے بھی یہی امید رکھنا یہ غلط ہے۔ کتنے لوگ اچھے ذہن رکھ کر صحیح المسلک ہو کر بھی خراب صحبت کی وجہ سے ان کی ذہنی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ بہر حال کسی سے دوستی کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اس کی ذہنی و دینی حالت کیا ہے۔ باوجود دوستی کے اپنے آپ کو بچا لینا۔ ایسا بھی نہیں کہ اس سے کہہ دے کہ تو ایسا ہے ویسا ہے، دشمنی مول لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ احتیاط کرو۔

مومن کیسے زندگی گزارے

فرمایا احتیاط کا پہلو اتنا کہ اس سے تعلق کرنے میں ہمارا دینی ضرر ہے۔ دینی کیا دنیاوی ضرر بھی ہو جاتا ہے۔ تو دین اور دنیا کی حفاظت کی خاطر محض وقت گزاری

کیلئے کسی سے ملے محبت سے مل لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ سب سے قطع تعلق کرلو، لیکن ملنا جلنا بھی شریعت کے حدود میں ہو، اس لئے کہ مؤمن ہے، ایمان کے ساتھ اپنی زندگی گزارے۔

حضور ﷺ کی خدمت میں غیر مسلم بھی آتے تھے

حاضرین سے حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھی غیر مسلم آتے تھے اور مسجد نبوی میں آکر بیٹھتے تھے، ان کے ساتھ حضور ﷺ کا کیا برتاؤ تھا، ان سے محبت ومروت کا برتاؤ کا معاملہ تھا لیکن ان کے ساتھ گھل جانا، ان کے رنگ میں رنگ جانا، یہ نہیں تھا، اس لئے حضور ﷺ اس کی تنبیہ کرتے ہیں کہ تعلق تو سب کے ساتھ رہے مگر اپنے دین کی حفاظت کے ساتھ۔

غیروں سے کیسا تعلق رکھے

فرمایا غیروں سے ایسا تعلق نہ رکھے کہ ان سے اپنے دین کی اور دنیا کی حفاظت کو خطرہ ہو جائے، پتہ نہیں لگتا، ہم اتنا گھل مل جاتے ہیں اسے ہمارے اکابر اختلاط کہتے ہیں۔ اختلاط وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنا نقص کرتا ہے، ہمارے حضرتؒ بار بار اختلاط پر بحث فرماتے، خاص طور سے طالب علموں سے فرماتے کہ دیکھو! تم طالب علم ہو اختلاط نہ ہو، ایک طالب علم نے عرض کیا حضرت ہم درس میں کیسے جائیں گے، وہاں تو سینکڑوں طلباء ہوتے ہیں، ان سے کیسے معاملات کریں۔

میں اجتماع میں جانے سے نہیں روکتا

حضرت نے فرمایا میں اجتماع سے نہیں روکتا۔ جاؤ، جمع ہو جاؤ، جاکر درس میں شامل ہو جاؤ۔ مگر اختلاط وہ ہے جس میں آدمی گھل مل جائے اس کے ساتھ سیر وتفریح کرنے لگے، اپنا رازدار بنالے، اپنے گھریلوں حالات سے اسے باخبر کرے اور اس

کے بھی سنتے رہے، جس کی وجہ سے اپنے دین کی خبر نہ رہے اور اس کی وجہ سے جو نقصان ہوگا وہ اختلاط کا ہی نتیجہ ہے۔ اب ایک مدرسے میں بہت سارے بچے رہتے ہیں، ملو جلو، سلام کرو، چلو آگے بڑھو، حضرت اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ چار سال دیو بند میں رہے مگر کسی سے پہچان نہ ہوسکی حالانکہ جس کمرہ میں رہتے تھے اس میں اور چار لڑکے رہتے تھے، کمال یہ ہے کہ ان چار طالب علموں کے نام بھی یاد نہیں، ان سے کوئی دوستی بھی نہیں، تعلیم کے بعد جب کمرے میں آتے تو کتاب لے کر بیٹھ جاتے، یہ تعلیمی انہماک دیکھ کر حضرت مہتمم صاحب نے ان کو الگ کمرہ عطا فرمادیا تھا۔

حضرت مسیح الامتؒ مسیحا کیسے بنے

اللہ اکبر دارالعلوم جہاں ہزاروں طلبہ رہتے ہیں وہاں مجھے خیال نہیں کہ یہ آدمی میرے کمرے کا ہے یا کسی اور کمرہ کا، اس طرح سے حضرت مسیح الامتؒ نے اپنا وقت استعمال کیا تب ہی تو وہ مسیح الامت بنے، جب اپنے آپ کو اس طرح سے استعمال کیا تو دنیا نے ان کو مسیح الامت کہا، ہزاروں قلوب کے واعظ بنے، طالب علم اور نوجوان کے لئے اختلاط کو بہت برا سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ملو جلو مگر گھلو نہیں اور فرماتے تھے کہ ان سے اتنی بھی دوستی نہ کرو کہ تمہیں یہ خبر نہ رہے کہ دین کیا ہے اور میں کیا کر رہا ہوں اس کے رنگ میں وہ رہے گا اور آپ بیکار ہو جائیں گے، اسی وجہ سے بہت سے محنت کرتے ہیں مدرسہ اور کالج بھی جاتے ہیں لیکن جب تعلیم کا نتیجہ آتا ہے تو دیکھنے کے قابل نہیں رہتا اس لئے کہ تعلیم سے زیادہ دوستی ہو جاتی ہے۔

عورتوں کی فضول خرچیاں

فرمایا یہی حال عورتوں کا ہے ان کا پڑھنا لکھنا میل جول دوستی محبت مروت حد سے زیادہ ہے۔ اپنی خبر نہیں بلکہ دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ بھی وہی رنگ اختیار کرتے ہیں اس

وجہ سے اپنا نقصان کر لیتے ہیں، ہمیشہ یہ فکر رہتی ہے کہ فلاں سے ملنا ہے فلاں جگہ جانا ہے، وہاں ایسے لوگ رہیں گے اسکے لئے ایسی تیاریاں کرتا ہے، دیکھتے نہیں شادی کتنی مہنگی پڑتی ہے، بیاہ کسی کے گھر میں ہے، جانے والے یہ ہیں، بارات کہیں اور سے آئی ہے، وہاں صرف جانے کے لئے تیاری اور پیسے کی بربادی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے، یہ اختلاط میں داخل ہے کسی تقریب میں محبت سے شامل ہونا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن اس کے لئے اتنا اہتمام اتنی فضول خرچیاں، یہ معیوب ہے اور جانے کے بعد ایک ایک چیز کو نوٹ کرنا، ایک ایک چیز کا معائنہ کرنا، یہ ساری چیزیں عورتوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے ہمارا معاشرہ باوجود وعظ ونصیحت سننے اور تسبیحات پڑھنے کے بگڑ رہا ہے، جیسے سدھرنا ہے ویسا نہیں ہوتا، جبکہ وظیفہ، تلاوت، نمازیں بھی ہیں مگر اندرونی حالات دیکھیں تو سب کے اندر نقص اور کسی کی کوئی بات کوئی نصیحت اور سننے کے لئے عورتیں تیار نہیں ہوتیں۔ یہ ان کا مزاج ہے، ساری نصیحتیں ایک طرف ان کے اعمال ایک طرف۔

اختلاط سے بچئے

فرمایا لہٰذا مؤمن اور مؤمنہ کو حیات طیبہ سے دنیا کی زندگی اور اخروی زندگی میں سکون حاصل کرنا ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے علم حاصل کرے علم بھی کون سا مسائل کا علم دوسرے نمبر پر اختلاط، چاہے کچھ بھی ہو جائے کیسی ہی عورت سے ملاقات ہو جائے مگر یہ اپنا طور طریقہ نہ چھوڑے، دوسرے کے رنگ پر رنگ جانے کی عادت چھوڑے اور اپنے طرز پر اس کو ڈھالنے کی کوشش کرے اختلاط سے بچے۔

تقویٰ کیا ہے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا تیسری چیز حیات طیبہ کے لئے تقویٰ ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ گناہوں سے بچنا ہے، اللہ کے سامنے حاضری کے ڈر سے گناہوں سے بچنا،

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بچنا ہی نہیں صرف کرنا ہے یعنی عمل صالح کرنا گناہوں سے بچکر عمل صالح میں جلدی کرنا۔ یہ ہے تقویٰ۔ ایک آدمی متقی ہے جس کا مطلب ہے کہ تمام گناہوں سے بچے۔ اگر خدانخواستہ کوئی گناہ ہوگیا اس سے توبہ کرلے لیکن اب جو زندگی ہے وہ گناہوں سے بچی ہوئی ہونی چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کا بھی اہتمام کرے گا۔ ایک ایک چیز، آنکھوں کا گناہ، زبان کا، بدن کے دوسرے اعضاء کا گناہ، خاص کر آج لوگ زبان کے گناہوں سے بچتے نہیں۔

زبان پر قابو رکھو

اس سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں زبان کی خطا پر آج قابو نہیں ہے بس جہاں دو تین بیٹھ گئے بس شروع قصہ۔ چوتھے آدمی کا اور وہ ہماری گفتگو کا موضوع بن جاتا ہے۔ صبح سے شام تک جو بھی قدم ہم اٹھاتے ہیں اس پہ دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی گناہ تو نہیں ہے زبان اس کی محفوظ ہونے سے جھوٹ، غیبت، گالی، لعن طعن سے کتنی چیزوں سے بچا تا ہے۔

آنکھوں کی حفاظت

اس طریقہ سے آنکھوں کو بے محل واقع ہونے سے بچائے اس لئے کہ یہ سب اللہ کی نعمت ہے۔ ان نعمتوں کا صحیح استعمال آدمی کرے۔ کیا خبر آنکھوں کی روشنی چلی جائے، پھر آدمی ساری زندگی سر پٹکتا رہے، آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ ان سے اللہ کی نعمتوں کو اور جائز چیزوں کو دیکھے لیکن ان کا استعمال کیسے کرنا ہے اسکے بارے میں آدمی خود سے سوچے کہ میری زبان یا آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز، میرے کان جو سن رہے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں غیبت کبھی نہیں کرتا لیکن سنتا برابر ہے، غیبتوں کے سننے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ خود کرتا تو نہیں مگر مجلس کے اندر برابر شریک رہتا ہے۔ جہاں دوسرا بکتا ہے اور یہ سنتا ہے، نہ دنیا

کا فائدہ نہ دین کا فائدہ، دونوں طریقوں سے نقصان ہی ہے۔ دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے، محفلوں کو گرمانا ہمارا مزاج بن گیا ہے، تو حیات طیبہ ہمیں کہاں سے نصیب ہوگی، حیات طیبہ کے لئے ان چیزوں کا اہتمام کرے اپنے کان، آنکھ، زبان، شرم گاہ کی پوری حفاظت کرے، جب اسے حیات طیبہ حاصل ہوگی۔

دن بھر کے کاموں کا محاسبہ کرے

فرمایا ہمارے حضرت مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ محاسبہ کرے، محاسبہ کیا ہے؟ دن بھر میں جو کام ہوئے ہیں اچھے یا برے ان کے بارے میں سوچے کہ مجھ سے کتنی نیکی ہوئی اور کتنی برائی ہوئی، اگر تلاوت، نماز، ذکر وغیرہ کی پابندی ہے تو اللہ کا شکر بجالائے، خدانخواستہ کوئی گناہ ہوگیا تو اس پر توبہ کرلے، اسی طرح روزانہ آدمی اپنا محاسبہ کرے جیسے تاجر اپنے کاروبار کا حساب کئے بغیر سوتا نہیں ہے ٹھیک اسی طرح مؤمن اپنا محاسبہ روزانہ کرے کہ آج اس کی زندگی کیسے گزری، اللہ کے احکام کے مطابق گزری یا ویسے ہی، اطاعت الٰہی کے مطابق اگر گزر گیا تو اللہ کا شکر ادا کرے اور زیادہ توفیق کی دعا کرے، اگر مرضی الٰہی کے خلاف گزرا تو فوراً توبہ کرلے، روزانہ معمول بنالیں، اللہ مجھ سے گناہ ہوگیا خطا ہوگئی مجھے اے اللہ اپنے فضل سے معاف کر دے، یہ عادت جب بنالیتا ہے تو پھر اس سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اگر ہو بھی گئے تو توبہ سے اس کی تلافی ہوجاتی ہے، جب پھر آدمی سوتا ہے تو بے گناہ ہوکر اس لئے اس نے سچی توبہ کرلی اور اس کو امید ہے کہ اللہ اس کی مغفرت ضرور کرے گا اور میں آئندہ گناہ نہیں کروں گا تو بلا شبہ اللہ معاف فرمادیتے ہیں، محاسبہ کے بعد بھی ہونا چاہئے کیا؟ یہ شرط آدمی کرے کہ آئندہ نہیں کروں گا اور اللہ سے توفیق مانگے کہ اللہ مجھ سے گناہ نہ ہونے پائے اللہ کی مدد جب ہوتی ہے تو گناہوں سے بچت بھی اپنے آپ ہوجاتی ہے،

اللہ کا ولی جو رہتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے، ولی کا حکم ہے " اللہ ولی الذین آمنوا" ایمان لایا گناہوں سے بچتا رہا ہو اللہ کا ولی ہے، یہاں جتنے بیٹھے ہیں سب ولی ہیں اس میں کوئی بعید نہیں ہے، نبی تو اللہ کا دین ہے، مگر ولی بننا کوئی مشکل نہیں ہے۔

ہر آدمی ولی بن سکتا ہے۔

ہر آدمی ولی بن سکتا ہے بس محاسبہ کرے اور یہ شرط رکھے کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور صبح قدم اٹھاتے ہیں تو اپنے عہد کو یاد رکھکر پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی کے ساتھ نفس لگا ہوا ہے۔ اس میں آدمی بھٹک جاتا ہے پھسل جاتا ہے۔ لیکن جب ایسا عہد کر کے سوئے گا اور ایسی کوشش کرتا رہے گا محاسبہ کرتا ہے اور یہ شرط لگاتا ہے توفیق الٰہی کے ساتھ رہ کر میں کل کوئی گناہ نہیں کروں گا انشاء اللہ تو اس کے قدم برائی کی طرف نہیں اٹھیں گے چند دن کی مشق کے بعد پھر اس سے گناہ سرزد نہیں ہوتے آدمی بچ جاتا ہے۔ تو گناہوں سے بچنا عمل صالح کی طرف جلدی کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جس سے حیات طیبہ حاصل کی جا سکتی ہے، حیات طیبہ کوئی نئی چیز یا آسمان سے اتر کر آنے والی چیز نہیں ہے بلکہ گناہوں سے بچنے اور عمل صالح کی طرف جلدی کرنے کا عہد اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ کو خطا نہیں ہوگی اور مداومت ہو تو ہر آدمی چاہے مرد ہو یا عورت ولی بھی ہے اور ولیہ بھی۔

علم اور حلم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں

ہمارے حضرتؒ ایک اور چیز فرمایا کرتے تھے کہ علم کے ساتھ حلم بھی ہونا چاہئے کہ آدمی قابو میں رہے، اس لئے کہ یہ علم اور حلم اللہ کی صفات ہیں، ایک آدمی مسائل کا علم رکھتا ہے اسے حلم کی ضرورت ہے یعنی بردباری، کوئی ناگوار چیز پیش آجائے تو آپے

سے باہر نہ ہو جائے بلکہ اپنے آپ پر قابو رکھے اگر قابو نہ رکھے گا اور غصہ آیا تو کچھ بھی بول دے گا ہاتھ چلا دے گا اور بھڑک جائے گا، لوگ بھی کہتے ہیں بڑا غصہ والا آدمی ہے، لیکن شریعت ان چیزوں کو جمع نہیں کرتی، وہ (شریعت) ربانی خصلتیں کہ اگر آدمی عالم ہو تو علم مکمل ہو اور اگر حلیم ہو تو حلم مکمل ہو۔

عورتوں کو عالمہ کے ساتھ حلیمہ بننا چاہیے

ارشاد فرمایا عورتیں عالمہ اور حلیمہ ہوں ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہ عالمہ ہونے کے ساتھ حلیمہ ہو جائے کیونکہ عورتیں بہت جلد بھڑک جاتی ہیں، اس لئے علم کے ساتھ حلم ہو جو چیز ناگوار پیش آجائے اسے برداشت کرے، اسے کہتے ہیں حلم، ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ناگواری کو خوشگواری سے برداشت کرے خوشگواری سے بدل دے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے، کنٹرول سے باہر نہ آجائے، اگر اس کی مشق کرے تو اسے حیات طیبہ حاصل ہوتے دیر نہیں لگتی۔ اسی دنیا کی زندگی میں اسے حیات طیبہ کا لطف ملنے لگتا ہے کہ ہمارے منصوبے بہت ہیں یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے سارے منصوبے ایک طرف۔ اگر شریعت کے احکام کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے پابندی کرتے تو ہمارے منصوبے خود بخود ہوتے۔ صرف ہم منصوبے بناتے ہیں زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں لیکن ہوتی نہیں اس لئے ہم شریعت پر عمل نہیں کرتے صرف یہ سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ کی پابندی کرلو، مومن کی زندگی کا ہر شعبہ احکام کے مطابق ہو جائے اس کو پابند ہونا کہتے ہیں۔ اگر ہم ہر موڑ پر اور ہر ادا پر دیکھیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے خوشی ہو یا غم ہمیشہ شریعت کی پابندی ہو حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے میں اگر تھوڑی توجہ دیں تو اور سوچ کر عمل کریں تو انشاء

اللہ ہماری زندگی خوشگوار ہوگی یہاں کوئی وزن اٹھانے کا نہیں بلکہ صرف ذہن کی تبدیلی کریں اور یہ سمجھ لیں کہ یہ اللہ کے حکم سے ہے۔ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے ایسا سمجھ کر اگر ہم اعمال صالحہ کریں تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ ہم سب کو حیات طیبہ نصیب ہوگی ہمارے زندگی کے اندر علم آئے حلم آئے تقویٰ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائیں اور جو نقائص اور عیوب ہیں اللہ ان کو دور فرمادے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقات الٰہیہ سے نوازے، آمین۔

☆☆☆

راہِ ہستی کا یہ دستور مقدر ہے جمال
نقش رہ جاتے ہیں انسان گزر جاتا ہے
جب چمکتے ہیں اندھیرے میں وہ نقش ہمہ رنگ
پھر کسی فرد کی عظمت کا خیال آتا ہے
اس چمک سے جو نکلتی ہے حذاقت کی کرن
انسان نمو پاتا ہے
خدمتِ خلق کی گہرائی میں
رفتہ رفتہ یہ نمو قلب کے سا جاتا ہے
یومِ قرشی کی ضیا بن کے سما جاتا ہے
جمال سویدا

مجلس حضرت حاذق الامتؒ نمبر ۲

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!
حضرت مسیح الامتؒ کی برکت سے عرض کرتا ہوں۔

حدود کا پاس ولحاظ ضروری

شریعت پر عمل کرنا اور اس کا پاس و لحاظ رکھنا پسندیدہ ہے۔ فرائض واجبات سنن جو مؤکدات ہیں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ ساتھ شریعت کے اندر حدود مقرر کئے ہیں، حدود کی رعایت اور وقت کے تقاضہ کا لحاظ بہت ضروری ہے، شریعت میں اس کا خیال رکھیں یہ نہیں کہ جیسے حکم آیا آدمی اس پر عمل شروع کردے، آؤ دیکھا نہ تاؤ بس چلتے رہے، ایسا نہیں، بلکہ شریعت کے اندر اس کی اجازت نہیں بلکہ حدود کا پاس ولحاظ بہت ضروری ہے۔

شوق نفس ضروری ہے۔

اس کو ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی آدمی عمل کے اندر اتنی زیادتی کردیتا ہے کہ اسے شریعت کے حدود کا خیال نہیں رہتا، اسے ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ شوق نفس ہے، نفس کا شوق ہے اس کو پورا کرنا، آدمی جب شریعت کے کام کرنا چاہتا ہے تو چاہئے کہ اس کے آداب واحکام کی رعایت کرے، مثلاً آدمی اگر سفر میں

ہے اور اس پر دو رکعت فرض ہے تو دو رکعت ہی پڑھے چار رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے، تو نماز کا غلط استعمال ہے، کار ثواب سمجھ کر آدمی کرتا ہے لیکن غلط کرتا ہے، اگر چار پڑھتا ہے تو اسے دہرانا ضروری ہے، اس لئے کہ اس نے شریعت کے خلاف کیا تو شریعت نے جو حدود مقرر کئے ہیں اس کا پاس ولحاظ بہت ضروری ہے اور تقاضہ وقت کی رعایت بھی ضروری ہے، بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نیک عمل ہے، بیشک نیک عمل ہے لیکن اس کو شریعت کے مطابق کرلیا تو کار ثواب ہے لیکن اسی عمل کو شریعت کے خلاف کرلیا تو اس کے لئے وبال جان ہے، جو خیر و برکات صحیح عمل کرنے میں ملیں گے اس سے وہ محروم رہے گا۔

ماں باپ کا مقام اور ان کی خدمت

اس سلسلے میں مجھے ایک بات یاد آئی کہ شریعت میں ماں باپ کے متعلق بہت تاکید آئی ہے۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا کہ "امــا یبلـغـن.... الـخ" کہ دیکھو اگر تمہارے ماں باپ ہیں یا ان میں سے کوئی ایک ہے اور بڑھاپے کو پہنچ جائے تو تم پر ضروری ہے کہ تم ان کی خدمت کرتے رہو غنیمت سمجھو ماں باپ کو ان کی خدمت شریعت کے مطابق کرتے رہو جتنی تم سے ہوسکے کرتے رہو ماں باپ کو تمہاری خدمت کی ضرورت ہے اور تم جہاد جیسی اہم چیز کے لئے بھی جانا چاہتے ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرام آئے اور جہاد کے لئے آئے اور آگے بڑھ کر عرض کیا کہ ہم اس حال میں آئے کہ ماں باپ رو رہے تھے ان کو بھی چھوڑ کر آیا ہوں یعنی بہت بڑا کام انجام دیا ہے، اپنی جان کو قربان کرنے آپ کی معیت حاصل کرنے اور شہادت کا مقام حاصل کرنے آگیا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا تو ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا جا ان کو ہنسا اور ان کے ساتھ رہ جہاد میں شریک ہونے

کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جہاد تو ان کے لئے ہے جن کے پاس اپنے حقوق ادا کرنے کے بعد وقت بچتا ہو۔صحابہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ آئے اور عرض کیا میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے ماں باپ ہیں انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ ہیں، آپؐ نے فرمایا جاؤ اوران کی خدمت کرو۔

ماں باپ کی اہمیت

فرمایا مشہور واقعہ ہے اویس قرنی حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے اور غائبانہ طور پر اسلام قبول کر چکے تھے ان کی یہ تمنا تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں، انہوں نے لکھا حضور ﷺ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں چونکہ وہ عقل مند تھے جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے بہت احکام ہیں اسلام کے حدود ہیں اس لئے خلاصہ کر دیا کہ میری ماں کی خدمت کوئی نہیں کر سکتا، یہ فرض میرے ذمہ ہے، کیا میں آسکتا ہوں؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں آنے کی ضرورت نہیں تم ماں کی خدمت کرو تمہیں جو مرتبہ یہاں ملے گا وہ وہاں بھی مل جائے گا، اویس قرنی برسوں وہاں حیات رہے اور حضور ﷺ بھی حیات رہے، لیکن اس لئے نہیں آسکے کہ ماں کی خدمت کی ذمہ داری شریعت کے حدود کے مطابق ان پر عائد ہوتی تھی، اویس قرنی وہ عاشق ہیں کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی میں حضور ﷺ کے دندان شہید ہو گئے تو انہوں نے سوچا حضور ﷺ کے دانت شہید ہو گئے میرے کیسے باقی رہ گئے، ایک ایک کر کے سارے دانتوں کو پتھر مار کر توڑ دیا۔عشق میں یہ ان کا حال تھا، آج ایسا کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ایک شخص کے اندر جذبہ عشق تھا فرمایا کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور میں دانتوں کے ساتھ رہوں۔

ماں کی خدمت کا صلہ

ماں کی خدمت کا یہ صلہ ملا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کہ یمن میں قرن ایک جگہ ہے وہاں ایک شخص ہے اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو میرا سلام کہنا اور اپنے لئے دعا کرانا بلکہ بعض روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی بخشش کے لئے دعا کرانا اور شناخت کے طور پر فرمایا کہ وہ شخص ایسا ایسا ہے ہتھیلی پر سفیدی ہے، حضرت عمر اور حضرت علی کو ان کی تلاش تھی لیکن حضور ﷺ سے دوری پسند نہیں تھی، اس لئے حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان کی تلاش میں نکلے اور یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا جبہ عطا فرمایا تھا کہ یہ اویس کو دے دینا پہلے تو یہ حضرات یمن پہنچے وہاں جا کر معلوم کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ ایک شخص نے کہا ایک آدمی ہے مگر وہ شہر کی طرف تو آتا نہیں ہے جنگلوں میں رہتا ہے، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی کوٹھری میں عبادت میں مشغول ہیں سلام پھیر کر دیکھا کہ مہمان آئے ہیں سلام کے بعد مصافحہ کرتے وقت حضرت عمرؓ نے ہاتھ کی سفیدی دیکھ لی پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ مجھے اویس قرنی کہتے ہیں، انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرمایا مدینہ سے آئے ہیں فرمایا کیسے آنا ہوا فرمایا حضور ﷺ نے ہمیں آپ سے ملاقات کے لئے بھیجا ہے، سلام کہا ہے اور یہ پیغام ہے امت کی بخشش کی دعا کے لئے کہا ہے، حضرت اویس قرنی نے پوچھا تم لوگ مدینہ سے آئے ہو؟ کہا ہاں ہم مدینہ سے آئیں ہیں کہا تمہارے تو وانت ہیں کیا تم نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا ہے؟ تم لوگ مدینہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے ہو افسوس کا مقام ہے۔ خیر کیا بات ہے فرمایا کہ آپ کو سلام کہا ہے اور امت کی بخشش کے لئے دعا کرنے کے لئے کہا ہے اور آپ کو حضور ﷺ نے جبہ مبارک عنایت فرمایا ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ نے مغفرت کی دعا کی

حضرت اویس قرنی کو جوش آ گیا اور اپنے کوٹھری سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا یا اللہ امت محمدیہ کی مغفرت فرما تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا آدھی امت کی بخشش ہوگی پھر روئے اور فرمایا پوری امت کی بخشش فرما الہام ہوا کہ دو ثلث امت کی بخشش ہوگی پھر روئے اور فرمایا باری تعالیٰ جب تک پوری امت کی بخشش نہیں ہوتی تب تک اویس قرنی یہاں سے ہٹنے کو تیار نہیں اس کے بعد یہ خوشخبری بھی آئی کہ پورے امت محمدیہ کی بخشش ہوگی اس درجہ کا تابعی حدود شرعیہ کی پابندی کی وجہ سے حضور ﷺ کی زیارت سے محروم رہ گیا لیکن ماں کی خدمت کا وہ صلہ پایا کہ حضور ﷺ نے پوری امت کی ذمہ داری ان کے حوالہ کر دی معتبر کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کو یہ درجہ ماں کی خدمت کی وجہ سے ملا اور حضور ﷺ کے نزدیک محبوب امتی بن گئے صحابہ ان سے مصافحہ کرنے چلے آئے۔

بیوی کے حقوق کا خیال رکھیں

فرمایا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حقوق اور حدود شرعیہ کا لحاظ کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے انعامات ہوتے ہیں کوئی شخص جوش میں آ کر اگر عمل صالح بھی حدود کی رعایت کئے بغیر کرتا ہے تو وہ قبول نہیں اس لئے فرمایا گیا کہ اگر بیوی گھر میں اکیلی ہے تو شوہر کو عشاء کی نماز کے لئے جانا ضروری نہیں بلکہ گھر میں ہی ادا کر لیں یہ جو کہا جاتا ہے کہ جماعت میں نکلو بیشک نکلنا ہے مگر کب؟ اس بات کا خیال رکھو کہ گھر میں دیکھ بھال کرنے والا کون ہے ان کا خرچ کون پورا کرے گا ان کی ضرورتوں کو کون پورا کرے گا، وقت یہ ہوتا ہے کہ بیوی حاملہ رہتی ہے ہسپتال کو جانا رہتا ہے اور شوہر صاحب چلے گئے جماعت میں، بعض وقت ایسا ہوتا ہے ماں باپ سخت بیمار ہیں اور

جماعت کے طرف سے بلاؤ ہے چلے گئے تو یہ جو جماعتوں میں جانا ہے ہمارے اکابر کہتے ہیں یہ شوق نفس ہے، جماعتوں میں جانا کار ثواب ہے مگر حقوق اور حدود شرعیہ کی رعایت کئے بغیر ایسا کیا تو بجائے ثواب کے الٹا مواخذہ ہوگا۔

اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو

وقت کے تقاضہ کا خصوصی طور سے خیال رکھنا پڑیگا۔ اسی طرح سے دوسرے نیک عمل ہیں مثلاً آدمی مسافرت میں ہے اور روزہ رکھنے کی خواہش ہوگی جبکہ حالات سفر میں روزہ کو قضا کرنے کا حکم ہے لیکن اگر شوق میں آکر سفر چاہے کیسے ہیں مشقتوں کا روزہ رکھ لیا یہ کوئی نیک کام نہیں ہے حالانکہ روزہ رکھنا ایک نیک عمل ہے، بہت ثواب ہے لیکن سفر میں روزہ رکھ کر مشقتیں برداشت کرنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

حاجی کے لئے کیا حکم ہے

اسی لئے عشرے کے روز ساری دنیا روزہ رکھیں مگر حاجی کے لئے حکم ہے وہ روزہ نہ رکھیں افضل ہے جبکہ میدان عرفات ہے وہاں روزہ رکھیں کتنے ثواب کی بات مگر حکم پہلے روزہ نہ رکھیں یہ افضل ہے، تو معلوم ہوا کہ حدود کی رعایت کے ساتھ عمل صالح چاہے تھوڑا ہو مگر وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے حضور ﷺ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے صرف عشق ومحبت میں اگر آدمی نے کام شروع کر دیا تو وہ پسندیدہ نہیں ہے۔

حج کے دوران بلا مشغولیت

حج کے موقع پر بھی معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ صرف جوش وجذبات لے کر آتے ہیں مسائل سے واقفیت نہیں جسکی وجہ سے ان کی عجیب حالت رہتی ہے بعض حاجیوں کو یہ خبط رہتا ہے کہ غار حرا جانا ہے ایک اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں جانا بہت مشکل ہے

گر کر زخمی ہوکر آتے ہیں حرا تک تو پہنچ نہیں پاتے ایک وہاں پولیس کا پہرہ ہے اس کے باوجود جاتے ہیں گرتے ہیں اور پریشان ہوکر آتے ہیں اس کی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ پھر میں غار حرا گیا تھا زخم ہو گیا پٹی بندھی ہے جس کی وجہ سے تین دن سے حرم کو جا نہ سکا کتنے افسوس کا مقام ہے حرم کی نماز چلی گئی یہ کیا ہے ایک شوق کے سوا کچھ بھی نہیں اسی طریقہ سے بہت سے لوگ دوسرے مقامات کو دیکھنے چلے جاتے ہیں اور مسجد نبوی ﷺ کی نماز ختم جس کی پابندی ہونی چاہیے تھی، وہ ہو نہ سکی اور یہ سمجھتے ہیں کہ حج میں بہت اچھے کام کر کے آئے مسائل سے واقف نہیں صرف ایک جوش، اس سے بڑھکر لوگ دیکھتے ہیں کہ ابو جہل کا ابولہب کا مکان کہاں تھا ابو جہل کہیں پڑے تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے، کیا فائدہ ہے اس کی وجہ سے بہت سے کام چھوٹ جاتے ہیں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جوش اور جذبہ کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں۔

ذوق وشوق کے ساتھ عمل زیادہ بہتر

جوش وجذبہ جس کی وجہ سے حقوق حدود پامال ہوں جائز نہیں۔ اسی لئے جوش وہ ہے جوش شریعت کے تابع ہو تو اگر آدمی حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے ذوق شوق کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے صرف جوش ہی لے کر عمل کرتا ہے۔ مسائل معلوم نہیں پوچھتا بھی نہیں کب کیا کرنا ہے بس کرنے لگے تو یہ وہ چیزیں ہیں کہ جس کی وجہ سے خود تکلیفیں اٹھاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ بہت اہم کام بہت کام خیر میں کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کی جوابدہی اس کی ہے۔ جو حضرات سلوک میں قدم رکھتے ہیں ان کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ احکام شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ چاہے وہ وظیفہ نہ پڑھے چاہے وہ نفلیں نہ پڑھے لیکن قدم قدم پر اس کا خیال رکھیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے شریعت کے مطابق عمل کرتے ہیں تو وہ عمل بھی اور اس کی عبادت بھی اللہ

کے نزدیک محبوب ہے۔ اگر شریعت کی رعایت نہیں کرتا پوچھتا نہیں کہ اس وقت کا تقاضہ کیا ہے اور کسی عمل کو محض نیکی سمجھ کر کرے تو اس کی یہ بہت بڑی بھول ہے اور اس کے وجہ سے اس کا مواخذہ ہوگا اس لئے آدمی اس کا خیال رکھے روزمرہ کتنے ایسے مسائل آتے ہیں کہ آدمی اس پر دھیان نہیں دیتا۔

ذکر کی مجلس

فرمایا آج کل ایک چیز اور شروع ہوگئی ہے وہ ہے ذکر کی مجلس، ذکر کی مجلس ہے تو اچھی چیز مگر کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے صحابہ مجلسیں کرتے تھے یا ہمارے اکابر ذکر کی مجلس کے لئے آدمیوں کو جمع کرتے تھے آدمی کے پاس جماعت سے نماز ادا کرنے فرصت نہیں رہتی، فرائض ادا کرنے کی فرصت نہیں، مقرر ہو جاتا ہے کہ فلاں کے گھر مغرب کے بعد ذکر کی مجلس ہے۔

ذکر کی مجلس بعد میں پہلے فرائض

فرمایا کہ ایک شخص نے ایک بار بلایا کہ چلیں ذکر کی مجلس ہے میں نے کہا پہلے فرائض کو صحیح کرلو، ذکر کی مجلس کے ہم مکلّف ہیں، جن چیزوں کے ہم مکلّف ہیں وہ اللہ ہم سے پورا کرالیں یہ بہت بڑی بات ہے جن چیزوں کے ہم مکلّف نہیں ان چیزوں کو ہم اپنے ذمہ لے لیں اور ان کو نظر انداز کردیں جس کے مکلّف ہیں تو وہ چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی قدم قدم پر اس کا خیال رکھے، اسی لئے ہمارے حضرت بار بار فرمایا کرتے تھے کہ نفلیں پڑھ لینے سے کثرت سے ذکر کر لینے سے تلاوت کر لینے سے جنید بغدادی یا شبلی بن جائیں گے، بلکہ حقوق کی ادائیگی احکام کی پابندی یہ چیزیں آدمی کو جنید بھی بنا سکتے ہیں غوث اور قطب بھی بنا سکتے ہیں صرف جوش و جذبہ میں عمل کرے اور اس خوش فہمی میں رہے کہ میں نے اتنی نفلیں پڑھیں اتنی تلاوت کی اتنا قرآن شریف ختم کیا یہ خو

ش فہمی میں مبتلا ہے تو ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے یہ صرف نفس کو خوش کرنا ہے اور یہ سمجھے میں بھی ولی کامل ہوں میں بھی جو چاہے کر لیتا ہوں۔ ولیوں کے جو کام ہیں وہ ان سے ہوتے ہیں مگر حقوق اور معاملات کے بارے میں پوچھ کر دیکھو یا معاملات کر کے دیکھو تو اس کے اندر ان چیزوں کی کوئی رعایت نہیں ہے، اہل وعیال کا حقوق کیا ادا کرتا، پڑوس کا حقوق کیا ادا کرتا قریب سے دیکھا جائے تب معلوم ہوگا کہ کتنا بڑا ولی ہے۔

نفس کا دھوکہ

فرمایا کہ یہ نفس کا بہت بڑا دھوکا ہے کہ بہت سے آدمی اس دھوکہ میں پڑے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑا کام انجام دے رہے ہیں کار ثواب میں ہیں لیکن اندر سے کھوکھلے ہیں ضرور خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں، ہمارے جتنے اکابر ہیں وہ سب انہی کی تعلیم دیتے ہیں کبھی یہ نہیں کہتے کہ تم وظیفہ چھ ہزار پڑھو بارہ ہزار پڑھو چوبیس ہزار پڑھو بلکہ فرماتے کہ تمہاری معاشرت کیسی ہے تم کیسے ہو یہ ذرا معلوم کراؤ اور ہمارے حضرت تو یہاں تک فرتے تھے کہ بہت سے لوگ یہاں خانقاہوں میں رہتے ہیں وظیفہ پر وظیفہ پڑھتے ہیں مگر ان کی معاشرت ٹھیک نہیں ہے جب ان کے گھریلو حالات کا جائزہ لیتے ہیں بالکل صفر ہیں یہاں تک ایک مرتبہ فرمایا کبھی کبھی مجھے کسی کو اجازت دیتے ہوئے تردد ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے گھریلو حالات مجھے معلوم نہیں ہوتے اجازت دینے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ اس کے معاملات صحیح نہیں ہے بیوی بچوں کے ساتھ معاملات صحیح نہیں ہے تو یہ بات درست نہیں ہے اسلئے حضرت بار بار فرماتے تھے کہ وظیفہ اور لمبی لمبی تسبیحات اور نفلوں اور تسبیحات کا انبار جمع کرنے سے آدمی جنیدؒ اور شبلی نہیں بن جاتا، آدمی کو اپنے اندر اگر آدمیت پیدا کرنی ہے تو شریعت کے حدود کی رعایت کرے اور شریعت کی پاس ولحاظ اور حقوق کی ادائیگی و معاملات کی درستگی کا خیال رکھے۔

خانقاہ میں آدمیت پیدا کی جاتی ہے

اسی لئے فرمایا! حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری خانقاہ میں آدمیت پیدا کی جاتی ہے اگر آدمی بننا ہے تو ہمارے یہاں ٹھہرو اور اگر ولی غوث وقطب بننا ہو تو کہیں اور چلے جاؤ۔

بعض دفعہ وظیفہ سے بھی لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے

حضرت والا نے فرمایا! جتنے زیادہ وظیفہ پڑھیں گے لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت ذاکر وشاکر ہے بہت بڑا ولی ہے اس کی چھان بین کسی کو نہیں کہ یہ شریعت کا کتنا پابند ہے حقوق کی کتنی رعایت کرنا ہے اس کی چھان بین ہمارے مشائخ کے یہاں ہے اس لئے کہ عین شریعت کے مطابق ہے عین سنت کے موافق ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ ہر لمحہ ہر لحظہ ہر قدم پر اپنے اہل وعیال اور پڑوس کا خاص خیال رکھتے تھے یہاں تک فرماتے تھے کہ میں نماز کو طول کرنا چاہتا ہوں لیکن بچوں کے رونے کی آواز آجاتی ہے تو میں مختصر کر دیتا ہوں۔

نماز کس طرح پڑھی جائے

فرمایا! بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہوں تو دنیا کا کوئی خیال نہیں رہنا چاہئے یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ جیسے اخلاص والی نماز کوئی پڑھ سکتا ہے؟ تو وہاں تو خیال آیا بہت سے کہتے ہیں کہ نماز میں خیال نہیں رہتا دل نہیں لگتا، دل لگاؤ! لگنا تمہارے ذمہ نہیں ہے، بس اتنا کہ فرض یا سنت یا اور اتنی رکعتیں پڑھ رہا ہوں یہ نہیں کہ اپنے آپ کو بھول کر دنیا کو بھول کر نماز ادا کرو ایسا نہیں ہے۔ جو باتیں تمہارے کان میں پڑی وہ نماز میں مخل نہیں ہیں، تم اپنی نماز پوری کرو اسی کو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے ساری عمر کوشش کی کہ میں صرف ایک تسبیح اللہ کے واسطے پڑھوں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا ہے یہ ان کی

خاکساری و عجز و انکساری ہے کہ اتنے بڑے ولی کامل ہونے کے باوجود ایسا فرما رہے ہیں اس میں امت کے لئے سبق ہے یہ سمجھتی ہے کہ ہم اس انداز سے پڑھیں اور یہ پڑھیں تو ہم سنبھل جائیں گے اپنے آپ کو بھول جانا دنیا سے بے خبر ہو کر نماز پڑھنا کمال سمجھتے ہیں، کمال تو یہ کہ آدمی ایک طرف شریعت کا لحاظ ایک طرف اس کا قلب ذاکر و شاکر و شاغل رہے اور آدمی کو دھیان رہے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں، حضرت تھانویؒ کے متعلق آتا ہے ایک مرتبہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور کسی نے آواز دی کہ باجی اوپر سے گر گئی (حضرت کی اہلیہ محترمہ) حضرت نماز چھوڑ کر چلے گئے کوئی دیکھتا تو کہتا بیوی کے واسطے نماز توڑ کر چلے گئے، یہ سنت ہے حضور ﷺ ان باتوں کا خیال رکھتے تھے اور وہاں یہ رعایت ہوتی تھی ایک طرف عبادت بھی ہوتی اور حقوق العباد کا پاس ولحاظ رہتا تھا۔ حقوق کی رعایت کرتے ہوئے آدمی اگر عبادت کرتا ہے چاہے فرائض و واجبات بس ضروری ضروری چیزیں بھی اگر آدمی کر لیتا ہے تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ لیکن اگر حقوق کو پامال کر کے سارا دن ساری رات عبادت میں منہمک رہے تو ان کی عبادت ایک طرف رہ جائے گی اور اس کے متعلق جواب دہی کرنا پڑے گا۔ اس لئے جو حضرات اکابر سے سلوک کا تعلق رکھتے ہوں یا اہل علم سے جڑے ہوئے ہوں تو وہ اپنی حالت اس طرح سے درست کر لیں۔ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم عابد زاہد اور شاغل ہیں روزہ رکھنے والے ہیں نفلیں پڑھنے والے ہیں بلکہ ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ ہم سے حقوق کی رعایت بلحاظ شریعت کہاں تک ہو رہی ہے آدمی اس کا ہر آن جائزہ لیتا رہے اگر خدانخواستہ کوئی بھول ہے تو اسکی اصلاح کر لیں اس لئے کسی سے تعلق رکھ کر بھی چوبیس گھنٹے عبادت کر کے بھی آدمی ان چیزوں میں پھنس جائے تو اس کی عبادت ایک طرف دھری رہ جائے گی اور مؤاخذہ ہوگا۔ اس لئے ان چیزوں کی طرف خاص دھیان دیں۔ اللہ ہم سب کو توفیقات صالحات سے نوازے اور اپنی ناراضگی سے بچائے غضب سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

مجلس حاذق الامتؒ نمبر ۳

احکامات الٰہی حسب موقع نازل ہوئے

۲۰۰۸/۶/۲۳

ارشاد فرمایا! مؤمن کے لئے بتقاضہ ایمان احکام دیئے تو مومن کو تقویٰ اختیار کرنے کے لئے کہا گیا "یا ایھا لذین آمنوا اتقو الله" کہیں نماز کے لئے اقیمو الصلوٰۃ اور کہیں کتب علیکم الصیام روزے کے لئے یعنی جو چیزیں مؤمن کیلئے ضروری تھیں، وہ وقتاً وقتاً حسب ضرورت حسب موقع نازل ہوئیں، ایسا نہیں کہ سارے احکام ایک ہی ساتھ اتار دیئے گئے بلکہ حسب ضرورت ایک ایک چیز کو اللہ نے اتارا اور اس وقت حال یہ تھا کہ حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام عمل کرتے چلے جاتے تھے اسی طرح سے آیت نازل ہوئی کہ "یا ایھاا لذین آمنوا اذکرو الله ذکرا کثیراً" اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو فرمایا لا یزال لسان رطب لذکر الله او کما قال علیه السلام اللہ کے ذکر سے تمہاری زبان ہمیشہ تر وتازہ رہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کثرت سے ذکر کرو اور حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ ذکر سے زبان کو تر وتازہ رکھو۔

افضل الذکر کیا ہے

ذکر کے مختلف عنوانات ہیں کہیں فرمایا افضل الذکر لا الہ الا اللہ تمام اذکار میں لا الہ الا اللہ سب سے افضل ہے کہیں فرمایا "افضل الذکر تلاوت القرآن "قرآن شریف کی تلاوت سب سے افضل ہے۔ ہمارے اکابرین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سب سے افضل ذکر ہے، اس کے بعد ہی اوراذ کار کا درجہ ہے، آپ تلاوت کرنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر اللہ اللہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ٹھیک ہے مگر وہ ذکر اگر ذکر نہ ہوا تو غفلت طاری ہوگی اور اللہ کو یہ پسند نہیں ہے۔ اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے بندہ ہم سے کتنا جڑا ہوا ہے اور اگر ہر وقت یعنی کھانے پینے اور حوائج ضروریہ کے اوقات کو چھوڑ کر چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ اللہ کرتے رہیں گے تو اس چیز کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔

ساری رات اللہ کے ذکر میں شمار ہوتی ہے

فرمایا! علماء فرماتے ہیں کہ سونے کے شروع میں ذکر کیا اور درمیان میں کروٹ بدلتے وقت بھی اللہ اللہ کیا اور اٹھتے وقت ذکر اللہ سے اٹھے تو ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ساری رات ذکر اللہ میں شامل ہوئی، اول آخر ذکر اور درمیان میں اللہ اللہ بول کر ہم کروٹیں بدل لیتے ہیں اور اب اللہ کا کرم وعنایت دیکھئے کہ ساری رات کے ذکر کا ثواب عنایت فرمایا، اسی طریقہ سے کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہہ کر شروع کیا اور آخر میں الحمد اللہ کہا تو پورا کھانا ہمارا عبادت میں شمار ہے تو اسی طریقہ سے ساری چیزوں میں جب ہم اللہ کے نام کو شامل کریں گے تو پوری زندگی ہماری ذکر کی ہوگی پوری زندگی عبادت کی ہوگی۔ لیکن جب ہوگا جب مذکور سے محبت ہوگی ایک مسئلہ

ہے کہ ذکر اسی کا کرتے ہیں جس سے محبت ہوتی ہے بغیر محبت کے ذکر نہیں ہوتا جب محبت ہوتی ہے تو ذکر بار بار ہوتا ہے اور جب اللہ کی محبت اور ذکر ہے تو پھر اس کے برکات وثمرات ہمیں نصیب ہونگے یہ قید نہیں ہے کہ یہ ذکر کرو وہ ذکر کرو، جتنا سہولت ہو جیسی سہولت ہو کلمہ طیبہ پڑھو یا اللہ اللہ کرتے رہو بس ذکر ہو گیا۔

بخارا کے ایک بزرگ سے ملاقات

ابھی مدینہ طیبہ میں ایک بزرگ کو دیکھا ۹۹ سال عمر تھی وہ بخارا سے ہجرت کر کے آئے ۵۵ سال سے درس حدیث دے رہے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ سے ہیں، ان سے ملنے کے لئے میں عصر کے بعد پہنچا، دیکھا کہ نحیف بدن بستر پر لیٹے ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ ذکر میں مشغول ہیں، سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ و بحمدہ اس کثرت سے پڑھتے ہیں کہ دو چار باتیں مجھ سے کیں پھر سبحان اللہ و بحمدہ شروع، پھر فرمانے لگے آپ آئے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، آپ نے تکلیف فرمائی، یہاں آیئے! فرمانے لگے میں سلسلہ نقشبندیہ سے ہوں اور یہ ذکر کرتا ہوں، محمد بن زکریا میرے شیخ ہیں ان سے بیعت ہوں وہ مجھے یہ تلقین کرتے رہے اور میں آج حضرت کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں روح میں میری تازگی میں اس وقت میری عمر ۹۶ سال ہے ہجرت کر کے ۵۵ سال ہو گئے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا دیکھو اس وقت میں یہ ذکر کرتا ہوں پھر بخاری شریف کی وہ حدیث سنائی "کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبان الی الرحمن سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم" حضور ﷺ نے فرمایا دو کلمے زبان میں بہت ہلکے ہیں لیکن قیامت کے دن ترازو میں بہت وزنی ہیں اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں پھر فرمایا آپ تو جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے اور میں اس کا ورد کرتا

ہوں بڑی محبت سے وہ ذکر کرتے تھے، درمیان میں چائے آئی فارغ ہوتے ہی پھر وہ "سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم" بڑے درد سے پڑھتے تھے ایسا لگتا تھا کہ ان کو اتنی ضعیفی میں بھی بڑا لگاؤ ہے۔

شیخ آئے ہیں ایک جائے نماز لادو

پھر فرمانے لگے کہ شیخ آئے ہیں ایک جائے نماز لاؤ! وہ جائے نماز دیتے ہوئے فرمانے لگے یہ آپ رکھ لیں، میں سمجھا کہ یہ تبرک ہے رکھ لیتا ہوں، پھر فرمانے لگے آپ اس پر نماز ادا کریں گے تو میں آپ کو یاد آتا رہوں گا اور یاد آؤں تو دعائے خیر کرنا، بہت اچھا جی ضرور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اس کے بعد یہ تسبیح دی بہت دیر تک میں بیٹھا رہا، مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے میں رخصت ہوا۔ اب وہ بیعت والا معاملہ تو ہے نہیں، سعودی حکومت میں کوئی بیعت کا نام لے نہیں سکتا ان لوگوں کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر یہ لوگ ایسے ہیں ان کی طرف مخلوق برابر آتی ہے یعنی حکومت کے نہ چاہنے کے باوجود اپنے طور پر یہ حضرات برابر کام کرتے رہتے ہیں، ان کی یہ ہمت تھی مسجد نبوی ﷺ کے قریب مسجد بلال کے پاس ان کا مکان تھا مطلب یہ ہے کہ ذکر و اذکار کا اہتمام اس عمر میں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں محض اللہ کیلئے اور انہیں حضرات کی برکتوں سے یہ دنیا قائم ہے۔

اللہ کا ذکر فتنوں کا سد باب

فرمایا میں یہی کہتا ہوں کہ یہ جو ذکر و اذکار ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب تک روئے زمین پر اللہ اللہ بولنے والا باقی رہے گا قیامت نہیں آئے گی اور جب اللہ اللہ کہنے والے اٹھ جائیں گے تب قیامت قائم ہو جائے گی۔ ان کو دیکھ کر یاد آیا کہ ان

حضرات کی وجہ سے قیامت ابھی بہت دور ہے جب تک ایسے ان کے سلسلہ کے خلفاء یہ کام کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ فتنوں سے بھی محفوظ رکھیں گے یہ وہ چیزیں ہیں اللہ کا ذکر فتنوں کا سدباب ہے، بہت سے فتنے دفع ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اللہ کا محبوب بندہ اگر ہے تو عذاب کیسے آئے گا محبوب کی حفاظت میں یہ اللہ کے محفوظ اللہ ان کے محبوب تو پھر ایسے وقت میں عذاب کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اسلئے کہ کوئی محبوب نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کو تکلیف دے، ذات باری تعالیٰ کو جب ہم یاد کرتے ہیں تو محبوبیت بڑھ جاتی ہے، جس قدر ہو سکے اپنے سے ہونے والی کوشش کر کے اٹھتے بیٹھتے اللہ اللہ کرتے رہو، غافل نہ رہو۔

ہر عمل اللہ کے لئے کرو

لیکن ہمارا حال یہ کہ پہلے پوچھتے ہیں اس عمل سے کیا فائدہ ہے۔ ایک عام بات ہے جب کسی ذکر کے بارے میں بتاتے ہیں تو کہتے ہیں اس کا فائدہ کیا ہے؟ اچھا فائدہ بھی بتا دیا تو چار روز کرنے کے بعد کہتے ہیں ابھی تک کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوا ہے، ارے تم اللہ کے لئے عمل کرو، جب اللہ کے لئے عمل کو خاص کرلیں گے تو دنیاوی فائدہ خود بخود ظاہر ہوگا، تمہاری غرض اللہ کو راضی کرنا نہیں ہوتا ہے۔ جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لئے عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب بتانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے کہ ہمارا عمل جب اللہ کے لئے نہیں ہوتا تو وہ بیکار ہے۔ لیکن ہمارے بزرگوں کا معمول ہے کہ ایسے عمل کو بھی قدر کی نگاہ سے دکھاتے ہیں تاکہ کام میں لگا رہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ زبان تو تمہاری ذکر میں لگی ہوئی ہے لیکن دل تمہارا ظاہری اسباب میں لگا ہوا ہے۔ ایسی تسبیح سے کیا فائدہ، جب یکسوئی کے ساتھ پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کوئی عمل کروگے تو فائدہ ہوگا۔

عمل میں پہلے ریاکاری بعد میں اخلاص پیدا ہوتا ہے

مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ذکر سے بھی انشاء اللہ تمہارا کام بن جائے گا تم مایوس نہ اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہ جاؤ، کرتے رہو، اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ بزرگوں نے لکھا ہے جب آدمی کوئی بھی عمل صالح کی بنیاد رکھتا ہے تو پہلے وہ ریاکاری ہوتی ہے پھر وہ عادت بن جاتی ہے، کئے بغیر چین نہیں ملتا تو عبادت کی شکل پیدا ہوجاتی ہے اور جب عبادت ہوگئی تو اس میں اخلاص خود بخود پیدا ہوگیا تو پہلے یہ نہ سوچے کہ یہ عمل کرکے کیا فائدہ بلکہ عمل میں لگ جائے مگر یہ سمجھے کہ محض اللہ کے لئے کر رہا ہوں۔ نماز اللہ کے لئے پڑھتا ہوں اس کے بعد خیالات چاہے آتے رہیں لیکن جب عمل شروع کرے تو بس میں اللہ کے لئے کر رہا ہوں بس کافی ہے۔ اس کے بعد اس کام کو سدھارنا اور بڑھانا اللہ کی توفیق ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے پھر مقبولیت اس کے کرم پر موقوف ہے۔ ایک آدمی عمل صالح کرے اور اللہ پر چھوڑ دے اور ہمارے ضعف سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم کس حالت میں ہیں اور کتنے ضعیف ہیں۔ اس لئے ذکر واذکار جو ہوجاتے ہیں اسکے اثرات وثمرات ضرور مرتب ہونگے تو قدم اول آدمی جب عمل کرے تو یہ سوچے کہ محض اللہ کے لئے کر رہا ہوں اتنا سوچ کر عمل شروع کردے۔ تو پہلی فرصت میں حسب استطاعت کلمہ کا ذکر کرے اکابر بعضوں کو سو مرتبہ بعضوں کو پانچ سو کسی کو حسب ضرورت ایک ہزار چھ ہزار بارہ ہزر چوبیس ہزار ایک لاکھ حسب ضرورت سکھاتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں اول میں اتنی مشقت برداشت کرنیکی ضرورت نہیں جب اس کا مزہ آجائے گا لطف آجائے گا تو آدمی ذکر کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ چین نہیں آتا خاموش بیٹھنا چاہتا ہے تو نہیں ہوتا خود بخود جب شروع ہوجائے گا تو ذکر کرتے ہی رہے گا۔

آپریشن کے وقت بھی ذکر جاری تھا

ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ کا آپریشن تھا، جب ان سے کہا گیا کہ آپ خاموش رہیں۔ جیسے ہی زبان بند ہوئی اندر سے ذکر کی کیفیت شروع ہوگئی، پورا بدن ہلتا تھا"لا الہ الا اللہ" ڈاکٹر نے کہا یہ کیا پریشانی ہے کیسے آپریشن کیا جا سکتا ہے؟ دوبارہ ہوشیار کر کے کہا گیا آپ خاموش رہیں، آپریشن ہے، انہوں نے کہا میں کیا کروں، پھر بے ہوش کیا تو زبان بند ہوتے ہی وہی کیفیت شروع ہوگئی، تو ڈاکٹر سے کہا گیا کہ تم اپنا کام کرو کوئی بات نہیں تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ بات یہ تھی کہ دونوں پیران کے کاٹنے تھے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر جب زبان سے قلب تک پہنچ جاتا ہے راسخ ہو جاتا ہے تو پھر روکے نہیں رکتا۔ کتنا اسے خاموش کرو ٹھہرتا نہیں اسی لئے ہم لوگ کہتے ہیں کہ اس کی مشق ہو لا الہ الا اللہ ابتداءً اسی طریقہ سے ہر پانچ بار کے بعد محمد رسول اللہؐ کہے اس طریقہ سے شروع کرے یہ ہمارے اکابر سکھاتے تھے ایسا کروائے سو دو سو اسی طرح چلتے پھرتے اللہ اللہ کرتے رہو تو "لا یزال لسانک رطباً بذکر اللہ" حضور فرماتے ہیں کہ تیری زبان ہمیشہ ذکر اللہ سے تر و تازہ رہے، وہ نصیب ہو جائے گی آدمی خاموش ہی رہے لیکن ذکر جاری ہے۔

سوتے وقت بھی دل میں ذکر جاری رہتا ہے

بعض وقت لوگ دیکھتے ہیں کہ سو رہے ہیں لیکن دل میں ذکر جاری ہے، وہ مشق ہے جتنا آدمی ذکر کو دل و دماغ میں بسا لیتا ہے، وہ برابر چلتا رہتا ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ اکثر بے کار کی باتیں فضول قصے اور بے کار جھگڑے اور کاروبار کی باتیں چلتی رہتی ہیں اور اس کی وجہ سے جب سوتے ہیں تو وہی خواب وہی خیالات آتے ہیں لیکن اگر ہم اس کی

مشق کرلیں تو چاہے ہم کچھ کر رہے ہوں یا فرصت سے بیٹھے ہوں تب بھی ذکر انشاء اللہ جاری رہے گا تو خدا تعالی یہ جو فرماتے ہیں "اذکروا اللہ ذکراً کثیراً تم برابر میرا ذکر کرتے ہوں تمہارا میرا ذکر کرنا مجھے محبوب ہے، اس کی وجہ سے تم میرے محبوب بن جاؤ گے اب جب اللہ کو بندہ محبوب ہوا تو بندہ خود بخود اللہ سے محبت کرنے لگے گا اس لئے بنیادی چیز ہے محبت تقاضہ ایمان ہے ایک ہوتی ہے طبعی محبت جیسے ماں باپ سے محبت اولاد سے محبت بیوی سے محبت یہ فطری محبت ہے۔ایک تقاضہ ایمان ہے ایمان کی وجہ سے محبت یہ شرعاً مطلوب ہے۔شریعت یہ چاہتی ہے کہ آدمی اس محبت کا مظاہرہ کرے۔

طبعی محبت

طبعی محبت پر شریعت آدمی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ پیدا ہوتا ہی ہے بلکہ ایمانی محبت کی آدمی مشق کرے جب ایسا کرتا رہے گا تو آگے چل کر فطری محبت میں بدل جائے گی جیسا کہ صحابہ کے اندر تھی یہ عقلی محبت ہے جس کی وجہ سے اپنے باغات، جائیداد، بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے ایک طرف ایمان تھا ایک طبعی تقاضہ تھے۔مکہ سے جب حضور ﷺ ہجرت کر کے گئے ہیں تو بہت سے صحابہ پیچھے پیچھے ہو لئے اور مکہ کے لوگوں نے اس وقت ان کے بیوی بچوں سے جدا کر دیا، ان کے مال جائداد پر قبضہ کر لیا، مگر صحابہ کو کوئی پرواہ نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ حب رسول ﷺ اور ایمان کی محبت ان کے اندر ایسی پیدا ہو گئی گویا ان کی طبیعت بن گئی بے چین ہو گئے اور ساتھ ہو گئے۔

اللہ تعالی سے محبت قائم کرلو

یہ چیز اتنی آسان نہیں کہ فوراً ہو جائے، بلکہ اس کے لئے مشق کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لئے زمانہ لگتا ہے اب یہ سوال کہ اس کے حاصل کا کیا طریقہ ہے؟ شیخ تمہیں بتائے گا کیسے تم اللہ تک پہنچ سکتے ہو، اللہ سے محبت کرنے کے لئے فرماتے ہیں

کہ کسی اللہ والے سے ملو اور ان سے محبت قائم کرلو پھر ان سے پوچھو خود ترکیب نہ بنا جیسے کہ بہت سی دوائیوں میں خاصیت لکھی ہوتی ہے یہ دوا اس لئے ہے یہ دوا اس لئے ہے لیکن ڈاکٹر سے تعلق قائم کئے بغیر صرف میڈیکل اسٹور سے کھاتا رہا تو نقصان ہوتا ہے ڈاکٹر اور حکیم یہ سمجھتا ہے کہ اسے کون سی دوا دینا ہے اگر وہ پنساری کی دکان سے دوا لے کر کھانا شروع کردیا تو نقصان اٹھائے گا اسی طریقہ سے ذکر و اذکار کے بہت سے نسخے ہوتے ہیں بہت سے احکام ہیں جن پر وہ برکات وثمرات حاصل ہوتے ہیں لیکن پوچھ کر کرنا ہے، اسی واسطے اکابر بار بار فرماتے ہیں کہ کوئی بھی عمل ہو شیخ کے پوچھے بغیر خود مت کرو شیخ سے پوچھ لو پھر عمل کرو اور اس کی جو اونچ نیچ ہو اسے شیخ کے سامنے پیش کرو! اس کے بعد اثرات مرتب ہونگے۔ اچھا اتنا ضرور ہے کہ شیخ ہوں تو کیسے ہوں کہاں ہوں یہ بھی ایک سوال ہے۔

کامل شیخ کون ہے

آج کامل شیخ کون ہے؟ ارے استاد یکھو متبع شریعت کوئی شخص ہے، ہمارے اکابر اسے اس سہولت کے ساتھ نشاندہی کرتے ہیں، اگر وہ شریعت کا اتباع کرنے والا ہے تو اس سے تعلق قائم کرلو، دیکھتے ہیں ہم اپنی آنکھوں سے ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے معاملات کا صحیح ہے شریعت کا پابند ہے تو ٹھیک ہے صرف نماز کا روزہ کا پابند کافی نہیں ہے بلکہ احکامات اور حدود کی پابندی بھی ضروری ہے اس کے اخلاق حالات کیا ہیں؟ اس کو دیکھیں، اس لئے بہت سے صحابہ فرماتے تھے کہ صرف نماز روزہ دیکھ کر یہ فیصلہ نہ کرنا کہ یہ نیک آدمی ہے کیونکہ بہت سے نمازی روزے دار وظیفہ پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ معاملات واخلاق کے کچے ہیں۔ ان کی معاشرت اچھی نہیں گھریلو حالات جب معلوم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر یہ عیوب ہیں ماں باپ کے ساتھ ان

کا برتاؤ ٹھیک نہیں بہن بھائیوں سے ان کا جھگڑا ان کے مقدمات فلاں سے اور فلاں سے اور فلاں جگہ سے ہیں، لیکن بڑا نمازی ہے بڑا وظیفہ پڑھنے والا تو صرف نماز روزہ اور وظیفہ معیار نہیں ہے بلکہ اس کی دینی حالت کی بھی ذرا خبر لے لیتا ہے۔ جانچ پڑتال کر لے جب یہ اطمینان ہو گیا کہ یہ آدمی شریعت کا پابند ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے جو اجزاء ہیں توحید و رسالت کے ساتھ اعمال صالحہ اس کی معاشرت و معاملات یہ پانچ چیزیں ہیں ہمارے اندازے کے مطابق صحیح نظر آ جاتے ہیں تو اس سے تعلق رکھو رابطہ رکھو ضروری نہیں کہ بیعت ہو جانا یہ نہیں کہ کوئی شیخ نظر آئے فوراً بیعت ہو جاؤ بلکہ بیعت اسی سے ہونا جو کسی شیخ سے اجازت یافتہ ہو اور اس کی یہ ساری چیزیں ٹھیک ہوں، معاملات معاشرت اخلاق اعمال صالحہ اس کے اچھے ہوں اور ساتھ توحید و رسالت پر بھی وہ کامل ہو تو ایسے آدمی سے رابطہ رکھو ان سے مشورہ کر کے عمل کرو۔

اپنے طور پر تجویز نہ کرو

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا اپنے طور پر کوئی تجویز مت کرو اس لئے کہ بہت سی دعائیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں یہ پڑھو یہ دعا پڑھو بہت سے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ میں یہ وظیفہ یہ دعا پڑھتا ہوں مگر کوئی فائدہ نہیں ہے تھوڑا سا پڑھو مگر یقین کے ساتھ پڑھو اور یہ سمجھ کر پڑھو کہ میں محض اللہ کے لئے پڑھ رہا ہوں جب اللہ کیلئے پڑھتے ہیں تو ضرور اس کے اندر جو خیر و برکات ہیں وہ نصیب ہوتے ہیں تو آج کی مجلس میں مجھے یہ کہنا تھا کہ میں نے مدینہ طیبہ میں دیکھا کہ وہ بزرگ ۹۶ سال میں بھی ایک منٹ کے لئے ذکر اللہ سے ان کی زبان مبارک خالی نہیں ہے۔ اتنا اللہ نے اس کے قلب کو روشن فرما دیا ہمارے لئے اس میں بڑا سبق ہے کہ دنیا کا کام بھی کرو لینے والوں سے لیتے رہو اور دینے والوں کو دیتے رہو مگر ذکر سے غافل نہ رہو جب ایسے لوگ ایسی دھن کے ساتھ لگے ہوئے ہیں تو ہم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ محنت کریں اور پوری دھیان سے ہم اللہ

اللہ کہنے کا اپنا مشغلہ بنالیں اور ذکر کے بہت طریقہ ہیں ایک تو لا الہ الا اللہ ہے، ایک اللہ اللہ ہے، ایک درود شریف ہے، ایک تلاوت ہے، جو ذکر ہمارے دل کو مانوس ہوتی ہے کرتے رہو اور یہ ذکر کبھی خالی نہیں جاتا بشرطیکہ پوری توجہ محبت واتباع شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرے۔ ایک چیز اب جو چلی ہے وہ میری سمجھ میں تو نہیں آتی کہ ذکر کی مجالس قائم کرتے رہو، ہمارے اکابر کے یہاں یہ کبھی نہیں رہا، ایک طرف تو بدعت کو روکنے کی کو دوسری طرف اپنی پسند سے شروع کردینا اس سے جو فوائد ہیں وہ فراہم نہیں ہوتے تو یہ مجلسیں جو ہیں، یہ اضافہ ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا ہی اصل مقصد ہے

فرمایا ذکر اپنے طور پر اللہ اللہ کرتے رہو اللہ کی رضا کے لئے کرتے رہو پوری توجہ کے ساتھ پورے اطلاق کے ساتھ، مجلس میں اللہ کا نام لینا بھی ذکر ہے جیسے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں جو بندہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے میں اسے فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں اس کا مطلب کیا ہے اب یہ مجلس ہے اللہ کی باتیں ہو رہی ہیں یہ اللہ کو محبوب ہے لیکن لوگوں کو کہ کر جمع کرنا لوگوں کو اس کا مکلف بنانا جو ثابت نہیں اسے جاری کردینا پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ذکر کی مجلس خود بخود ہوتی ہے جمع۔ اس میں بدعت کا گمان ہوتا ہے اور جو چیز بدعت ہو اس کے اندر کوئی خیر نہیں ہوتا۔ کرو عمل کرو دس لوگ جمع ہوگئے تم اللہ اللہ کرنے میں لگے ہو دیکھا دیکھی وہ بھی لگ گئے لیکن اس کے لئے بلانا میرے ساتھ ذکر کی مشق کرو اس کی ضرورت نہیں ہے، از خود وہ تمہارا ذکر دیکھ کر آمادہ ہو تو بس اتنا کافی ہے یہ نہیں کہ اس کے لئے خاص کر بلاناغہ ہمارے گھر میں ذکر کی مجلس ہو یا فلاں جگہ ذکر کی مجلس ہے ایسا کرنے سے اصل ختم ہو کر صرف رسم بن جائے گی، تو رسوم سے بچ کر جو ذکر محض اللہ کے لئے ہو، ہمارے لئے سہل، دل کو مانوس ہو اور زبان پر آسانی چلتا ہو وہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتے

ارشاد فرمایا اس کی وجہ سے ایک ہمارے دل میں تعلق قائم ہو جاتا ہے اور ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ اس کے بغیر چین ہی نہیں آتا جب تم اللہ کے ایسے بندے ہو جاؤ گے یقیناً تم بھی اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا "ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین" مخلصین کا اجر اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا فرمایا محسنین کے معنی مخلصین ہیں، یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والوں کا اجر اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا اور اس پر جو ثمرات و برکات ہیں انشاء اللہ وہ ضرور ملے گا۔ لیکن اتنا ضرور دھیان رکھو ہمارے حضرت مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے حسب فرصت بسہولت بلحاظ صحت، یہ بھی حضرت فرماتے تھے اس لئے کہ کبھی کبھی لوگ اتنی زور سے ذکر کرتے ہیں کہ گرمی دماغ میں چڑھتی ہے اور تکلیف شروع ہو جاتی ہے، ایسا نہیں ہوتا بلکہ ذکر سے انشراح قلب پیدا ہوتا ہے دل بھی دماغ بھی خوش ہو دل و دماغ کے اندر ہشاش و بشاش کی کیفیت پیدا ہو اور اللہ سے قربت بھی اسے نصیب ہو اسے کہتے ہیں، وحشت نہ ہو کہ ذکر کے بعد آدمی گھبرایا ہوا ہو پریشان ہو تو ایسا ذکر کس کام کا، تو یہ چیزیں خاص یاد رکھو بسہولت و بلحاظ صحت جو چیزیں ہو سکتی ہیں ذرا ذرا شروع کرو فرصت ہو سہولت ہو صحت کا لحاظ کرتے ہوئے ان چیزوں کی مشق آہستہ آہستہ کرو! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو توفیق صالحات سے نوازے اور ذکر کی توفیق عطا فرمائے اور ذکر ہمارا محض اللہ کے لئے ہو اس کے ثمرات ہمیں نصیب ہوں اور ذکر سے ہمارا قلب جڑا ہوا رہے، بس بعض حضرات نے دعا کے لئے کہا ہے اور ابھی فون بھی آیا ہے اس لئے دعا کریں کہ اللہ ان کے جائز مقاصد کو پورا فرمائے اور ہم سب کو راہ راست پر چلائے، آمین ثم آمین۔

مجلس حاذق الامتؒ نمبر ۹

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد قال النبی صلی الله علیه و سلم، لن یدخل الجنة احد الا برحمته۔

کوئی آدمی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔(الحدیث)

بنی اسرائیل کے ایک عابد کا عبرت آموز واقعہ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے آپ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ کوئی بھی بندہ اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا، اس کے بعد جبرئیل نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ سنایا "بنی اسرائیل کے ایک عابد نے اپنے شہر سے الگ ہوکر صرف عبادت کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور آبادی سے دور پہاڑیوں میں اپنا ایک ٹھکانا بنالیا سب سے الگ اور اس زمانہ میں رہبانیت بھی تھی اہل وعیال اور تمام رشتہ داروں سے کٹ کر لوگ عبادتوں میں لگ جاتے تھے لیکن اسلام میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو پڑوسی کے حقوق کو ادا کرو سب کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرو تو پچھلی امتوں میں یہ تھا کہ اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے تو سب سے کٹ کر عبادتوں میں لگ جاتے تھے تو جبرئیل نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ ایک عابد نے پہاڑیوں میں جاکر اپنا ٹھکانا بنالیا اور عبادتوں میں لگ گیا،

اس زمانے میں لوگوں کی عمریں بھی بہت زیادہ ہوتی تھی وہ عبادت میں لگا رہا اللہ تعالی نے اپنے فضل سے اس کے کھانے کا انتظام کر دیا، پہاڑی میں ایک چشمہ جاری فرمادی اور یہ ہوا کہ انار کا ایک درخت وہاں اُگ گیا، جب یہ شخص عبادت سے فارغ ہوتا تو درخت سے ایک انار لیتا اور چشمہ سے پانی پی کر پھر عبادت میں لگ جاتا، بڑے طویل عرصے تک وہ لگے رہا، اور لمبے لمبے سجدے کرتا رہا، سجدہ ہی میں اپنا پورا وقت گزارتا رہا، یہاں تک کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سلسلہ پانچ سو سال تک چلتا رہا۔ معمولی بات ہے! آدمی پانچ سو سال تک عبادت کرتا رہا، سب سے کٹ کر اس کو سجدہ شکر کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ سجدہ کرتے کرتے آخر میں اس نے سوال کیا یا اللہ میری موت بھی سجدہ میں ہی ہو اور سجدہ کی حالت میں تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالی نے یہ دعا قبول کر لی اس لئے کہ مخلص تھا اب آدمی ساری چیزوں سے کٹ کر اللہ ہی کو مخصوص بنالے اور اپنی مراد صرف اللہ ہی کو بناتا ہے تو اللہ ایسے مخلص کی دعا فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالی کی شان کریمی مشرکین وملحدین یہاں تک کہ ابلیس کی بھی دعا قبول کی ہے۔ لہذا عابد کی بھی دعا اللہ نے قبول کر لی اب ایک سال تک آدمی سجدہ میں پڑا رہے اور عبادت میں لگا رہے اور دعا یہ کر رہا ہے کہ اللہ اس کو موت بھی سجدہ کی حالت میں دے، اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اسی طرح سے اللہ مجھے بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جبرئیل نے فرمایا اس کا انتقال تو ہو گیا اب قیامت کے دن جب یہ بندہ اٹھے گا سجدہ کی حالت میں تو اس کا معاملہ اللہ کیا کرے گا یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اللہ اس بندے سے فرمائیں گے میرے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہو جا، بندہ مخلص ہے مگر یہ بشر کہے گا اللہ میرے فضل سے مجھے بخشے گا میری عبادت کا کوئی صلہ نہیں، اس کی نظر اس کی عبادت پر گئی حالانکہ کسی بندہ کو اپنی عبادت، اپنی نیکی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے! عبادت تو کرے مگر یہ سوچے کہ عبادت کا ہو جانا یہ توفیق الٰہی ہے، اس لئے کہ بغیر توفیق الٰہی کے کچھ بھی نہیں۔

جب عابد کو جہنم کے کنارے سے لے جایا گیا

فرمایا اس بندے کے اس سوال پر کہ میری عبادت کا کیا ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کو ذرا جہنم کے کنارے لے جاؤ، حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کے بھاپ سے اس کا پورا بدن سوکھ جائے گا پیاس شروع ہو جائے گی بے انتہا پیاس ہوگی پیاس سے اس کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو جائے گا وہ پانی کے لئے چلائے گا اب یہاں جنت کی طلب ختم، صرف ایک گلاس پانی مل جائے بس ہے، کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ساری چیزیں ختم۔ فرشتوں سے کہے گا پانی پلاؤ! بس غیب سے پانی پیش کیا جائے گا وہ پانی کی طرف لپکے گا ہاتھ بڑھائے گا اس پانی کی قیمت پانچ سو سال کی عبادت ہوگی، فرشتہ کہے گا اگر تو یہ پانی پینا چاہتا ہے تو پانچ سو سال کی عبادت دینی ہوگی، ہاں لے لو میرے پاس ہے پانی دے دو اب وہ پانچ سو سال کی عبادت دے کر پانی حاصل کرے گا، اب اس کے پاس کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں، جو تھا وہ ختم ہو گیا، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوگا کہ تیری جو پانچ سو سال کی عبادت تھی وہ پانی کے ایک گلاس کے عوض ختم ہو گئی اور جو تو نے ہمارے انار کھائے چشمہ کا پانی پیا اس کا کیا ہوگا اس کا کیا حق تو ادا کرے گا؟ اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ پھر اللہ فرمائیں گے یہ جو میں تجھے آنکھ دی کان دیئے اعضائے بدن صحیح وسالم بنائے، ساری بیماریوں سے محفوظ رکھا، ہاتھوں میں طاقت آئی اس کا کیا بدلہ کیا حق ادا کیا؟ اب یہ شخص پریشان ہے بے سروسامان ہے اس لئے کہ جو تھا وہ چلا گیا عبادت کا اس نے صلہ پوچھا وہ ختم ہو گیا اس نے سمجھا تھا کہ عبادت کا انبار ہے لیکن وہ عبادت تو صرف ایک گلاس پانی کی نذر ہو گئی، یہ جو اپنے فضل سے اللہ ہم کو نوازتے ہیں اس کا کوئی حق ہم سے ادا نہیں ہوتا یہ محض اس کے فضل سے ہو رہا ہے ان کی رحمت وفضل وکرم سے ہم کھاتے پیتے ہیں سوتے جاگتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو زبان نہیں کتنے کو پیٹ

کی تکلیف ہے کچھ کھا نہیں سکتے تو یہ نعمتیں جو اللہ کا اپنے بندوں کو دینا اور بندوں کا اس کا استعمال کرنا ہے یہ محض اس کا فضل ہے۔ اب اتنی عبادت کرنے کے بعد بے سروسامان رہ جائے گا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بارہا سوال ہوگا بول کیا حق ہے کیا دیتا ہے اب اس کی زبان سے ادا ہوگا اے اللہ تو اپنے فضل وکرم سے مجھے جنت میں داخل فرما، میرے پاس کچھ بھی نہیں تب حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اب تو راستہ پر آیا۔

اپنی عبادتوں پر نظر نہ رکھیں

فرمایا امت محمدیہ کے لئے اس میں سب سے بڑا سبق یہ ہے کوئی بھی شخص اپنی عبادتوں پر نظر نہ رکھے یہ جو توفیق عمل صالح کی ملے گی اس کا فضل ہے، اگر بخشش ہوگی وہ بھی اس کا فضل ہے، اگر خدانخواستہ ہماری عبادتوں کے بھروسہ کی وجہ سے ہم پکڑے گئے تو کیا ہوگا، کوئی ٹھکانا نہیں ہے، اس لئے بنی اسرائیل کے اس شخص کے واقعہ کے اندر یہ سبق ہے کہ جب تک اللہ کا فضل نہ ہوگا تب تک نہ تو تو عمل کرسکتا ہے نہ ہی عمل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی جنت میں داخل ہوگا۔ اسی لئے عمل کرنے کے بعد بھی آدمی فضل الٰہی رحمت الٰہی کا طلبگار رہے کہ اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے، یہ ہماری عبادتیں جو ہیں جو ذات بے عیب ہو کبریائی جس کی شان ہو رحیمی اس کی صفت ہے، آپ انصاف سے کہئے ایک سجدہ بھی ہماری زندگی کی عبادتوں کا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، تعریف کا ایک کلمہ بھی ادا نہیں ہوسکتا ہے، بس چل رہا ہے کام چلنے دو۔

نماز کے بعد استغفار کرنا چاہئے

فرمایا! حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نمازوں کے بعد استغفار فرمایا کرتے تھے، محدثین لکھتے ہیں کہ نماز کے بعد استغفار کے کیا معنی؟ امت محمدیہ کو تعلیم ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لائق کیا ہماری کوئی ادا عبادت ہوئی، ہم جو دو رکعت فجر کی ادا

کرتے ہیں اس کے اندر کتنے خدشات ہوتے ہیں بس ہم صرف حکم کی تعمیل ہی تو کرتے ہیں ورنہ کب ہم اخلاص سے نماز ادا کرتے ہیں پوری طرح سے خدا کی حضوری ہمیں نصیب ہوئی، تو بتانے کا مقصد یہ تھا ایک آدمی بنی اسرائیل میں اتنی عبادتوں کے باوجود بے یارومددگار کھڑا ہو گیا۔

حضورﷺ کی جانب سے عبدیت کا اظہار

امت محمدیہ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ عمل تھوڑا کرو اس پر اجر وثواب کے وعدے بہت ہیں۔ کوئی شخص فضل الٰہی کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرمائیں گے وہ محض اپنے فضل سے اور رحمت سے اس کو جنت میں داخل کریں گے اللہ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے "کتب ربکم علی نفسه الرحمة" تمہارے رب نے اپنے اوپر فضل کو لازم کر لیا ہے" حضورﷺ نے فرمایا "لن یدخل الجنة احد الا برحمته" کوئی بھی آدمی جنت میں اس کی رحمت کے بغیر داخل نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "أفانت یا رسول الله" کیا آپ بھی اے اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا ہاں جب اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں گے تب میرا معاملہ بھی آسان ہو جائے گا۔ یہ حضورﷺ کی عبدیت کا اظہار ہے تمام انبیاء کے سردار اللہ کے محبوب سب کچھ ہونے کے باوجود عبدیت کا اظہار برابر جاری ہے اتنی مکمل عبدیت آپ کے اندر تھی کہ کسی بندہ کو نصیب نہیں ہوئی۔

جو بھی ہوگا اللہ کے فضل سے ہوگا

دل کے اندر بے اختیار یہ خیال آجاتا ہے کہ میں نے بھی کچھ کیا ہے میرے سے یہ نیک عمل ہو گیا بیشک نیک عمل ہوتا ہے یہ کب ہوتا ہے؟ جب توفیق الٰہی ہوتی ہے تب کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو توفیق سے محروم ہیں برسوں ان کو توفیق نہیں، کتنے اللہ

کے بندے ایسے ہیں جن کو ایمان نصیب نہیں یہ جو اللہ نے ہمیں انعام دیا اصلاح کی توفیق ہوئی اطاعت کی توفیق ہوئی ہم سے نماز پڑھوادی ہم سے روزہ رکھوادی صدقہ دلوا دیا خیرات جمع کروادی، یہ ساری چیزیں اللہ کی توفیق اور اس کے فضل سے تو ہوئی ہے اور آئندہ جو کچھ بھی ہوگا حشر ونشر میں جنت میں داخلہ بھی اللہ کے رحمت سے ہی ہوگا۔

ایک جلیل القدر محدث کی اللہ کے دربار میں پیشی

ارشاد فرمایا! اس سے پہلے بھی یہ واقعہ سنایا گیا تھا اصمعیؒ ایک جلیل القدر محدث تھے ساری دنیا کو حدیث پڑھاتے تھے ان کا مشغلہ ہی یہی تھا جب ان کا انتقال ہوا تو حساب وکتاب شروع ہوا پوچھا گیا اصمعیؒ کیا لایا وہ بہت بڑے عالم تھے کہنے لگے اے اللہ ستر سالہ عبادت لے کر آیا ہوں جواب ملا ایک بھی قابل قبول نہیں اے اللہ میں چار سو قرآن شریف پڑھے جواب ملا ایک بھی قبول نہیں اے اللہ میں نے اتنے حج کیے ہیں جواب ملا ایک قبول نہیں اے اللہ میں اپنے مال میں سے اتنا خرچ کیا جواب ملا ایک بھی قبول نہیں، اصمعی بہت گھبرائے بے سروسامان ہو گئے وہاں کسی کا دعویٰ نہیں چلتا آدمی جب یہ سمجھتا ہے کہ میں تو عبادت گزار ہوں میرا کیا مسئلہ ہے تو ہو وہ پکڑا جاتا ہے پھر اصمعی کہنے لگے اے اللہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے سوائے تیری رحمت کا سہارا تو اپنے فضل سے مجھے بخش دے، اس لئے کہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہ بات سچ اور حق ہے کہ اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے، پھر عبادتوں کا کیا سہارا کیوں ہم کمزوری پا لیں ہم تو عبادت میں بھی ان کا سہارا مرنے کے بعد تو کھلم کھلا اس کا سہارا ہی ہے۔ ارے نیکی قبول کرنے کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ ہماری عبادت قبول ہی ہو جائے نہ کوئی نص ہے ہاں لیکن ایک بات آپ ضرور یاد رکھیں کہ گناہ ہر قسم کا ہر آدمی کا بشرطیکہ مومن ہو اس کی ہر غلطی ہر گناہ معاف کیا جائے گا اور رحمت کا معاملہ کیا جائے گا یہ نص ہے اور

اس کا وعدہ بھی ہے اور ایسا ہونے کیلئے ایسا کیا جائے گا پھر مضبوط پکڑا جائے اصل ان کا سہارا اور ان کی رحمت ہے، جواب ملا اب تو نے صحیح کہا ہے اتنے بڑے محدث کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزاری صرف دل میں اتنی بات تھی کہ میں عبادت گزار ہوں میں نے اتنی حج اتنی نمازیں پڑھیں اتنا صدقہ دیا اور یہ سب نیک کام کئے مجھے کیا ڈر سب سوچ کر جب آدمی جاتا ہے تو وہاں پھنس جاتا ہے۔ عمل ہوا تو خدائی فضل سے بخشش ہوگی تو بھی ان کی رحمت سے ورنہ بدعملی کے متعلق سوال ہوگا تو پھر بری طرح پھنس جائیں گے۔ اس لئے وہاں کوئی چیز ہے ہی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت کی وسعت کو بتانا چاہتے ہیں کہ ان چیزوں کا کوئی حساب نہیں

ہر آن اپنی ذات کو اس کے سپرد رکھو

ارشاد فرمایا! اس لئے ہمارے جتنے اکابر علماء ہیں وہ اسی بات کی تاکید کرتے ہیں کہ ہر آن اپنی ذات کو اسی کے سپرد کرنا اور سارے اعمال صالحہ ان کی ہی توفیق سے ہوتے ہیں سمجھنا اگر کوئی دعویٰ اپنے اندر ہے تو وہ وہاں نہیں چلے گا اور پورے طور پر باری تعالیٰ کی رحمت کی طرف متوجہ رہنا کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی کام ہم خدا کی ذات سے ہٹ کر کرلیں جس میں ہمارا نفس شریک ہو یا خدانخواستہ ریاکاری اس کے اندر ہو کہ کسی کو دکھانا مقصود ہو، تو یہ ساری چیزیں دھری رہ جائیں گی اس لئے کہ جتنے بھی اعمال کی توفیق ہوگی وہ سب اللہ کے فضل سے ہوگی یہ سمجھے کہ یہ سب اس کے فضل سے ہے، اسی واسطے ہمیشہ نظر اللہ پر رہے۔

سلطان محمود غزنوی کا عجیب وغریب واقعہ

اس پر ایک قصہ محمود غزنوی کا ہے۔ یہ شخص بادشاہ تھا راتوں کو نکلتا تھا رعایا کی خبر کے لئے جاتا تھا اور دیکھتا تھا کہ اگر کوئی حاجت ہے تو اسے پوری کرتا تھا یا اسے پوری

کرنے کی کوشش کرتا تھا ایک رات وہ شہر میں گشت کرتے کرتے شہر سے باہر جنگل میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ چھ سات آدمی ہیں اور سب اپنے کمالات بیان کر رہے ہیں میرے اندر یہ ہے میرے اندر یہ ہے محمود غزنوی وہاں پہنچ گئے لباس تو بدلا ہوا تھا ہی کسی نے نہیں پہچانا اور انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ ارے میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں میں نے دیکھا کہ تم لوگ بیٹھے ہو تو میں بھی آ گیا، اصل میں وہ چوروں کی ٹولی تھی اور وہ لوگ ڈاکہ ڈالنے کا منصوبہ بنا رہے تھے اب ایک اجنبی کو دیکھ کر چونکے کہ یہ کون آ گیا، یہ لباس بدل کر گئے تھے کہا میں بھی تمہاری جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں، اچھا اچھا بیٹھ جاؤ تمہیں کوئی کمال آتا ہے؟ محمود بہت عقلمند تھا کہا پہلے تم اپنے کمالات بتاؤ پھر میں اپنے کمال بتاتا ہوں تمہارے پاس کیا کیا ہنر ہے بتاؤ۔ ایک آدمی بولا میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ سخت سے سخت دیوار کو توڑ سکتا ہوں کوئی بھی دیوار ہو میرے لئے توڑنا معمولی کام ہے، اگر قلعہ ہو گا تب بھی میں اسے توڑ دوں گا۔ ایک نے کہا کہ میرے اندر وہ کمال ہے کہ مٹی سونگھ کر بتا دوں گا کہ کہاں خزانہ چھپا ہے کہاں سونا چاندی ہے۔

اچھا تیرا کیا کمال ہے ایک اور سے پوچھا، اس نے کہا میں کتوں کی آواز سے معلوم کر لیتا ہوں کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے ان کا مقصد کیا ہے۔ پھر تیسرے نے اپنے کمال کے بارے میں بتایا کہ میں رات کے اندھیرے میں ایسے دیکھ لیتا ہوں جیسے دن میں اور میری آنکھ خطا نہیں کر سکتی تو محمود غزنوی بتانے لگے کہ میری داڑھی میں وہ کمال ہے کہ سخت سے سخت مجرم کو جب سزا ہو جاتی ہے تو میری داڑھی ہل جائے تو وہ بچ جاتا ہے اور اس کی سزا ختم ہو جاتی ہے۔ ارے یہ تو بڑا کمال کا آدمی ہے ہم کو ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی ان کو ساتھ میں رکھ لیا اور طے ہوا کہ آج بادشاہ کے محل میں ڈاکہ ڈالیں گے محمود نے کہا ضرورت پر تم سب سے ملنا مشکل ہو گی اس لئے آپ لوگوں کا پتہ لے لیں تو ٹھیک رہے گا اپنے اپنے پتہ انہوں نے دے دیئے لیکن ان بیوقوفوں کو ان کا پتہ لینا

یاد نہ رہا اب بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے وہاں کتا کا بھونکنا شروع وہ کہتا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ ہے کہ یہ کتے کی آواز سمجھنے والے آدمی نے کہا پھر اب کیا کرنا ہے کہا جلدی چلو وہ لوگ محل میں چلے گئے دیوار توڑ کر اندر داخل ہو گئے اب مٹی سونگھ کر بتانے لگا اس کمرے میں سونا چاندی ہے اس کمرے میں خزانہ ہے ناک والے نے بتایا اس کے بعد جتنا لوٹنا تھا لوٹ لئے اور بھاگ گئے سلطان محمود ان سے نظریں بچا کر محل میں آ گئے ان کے پاس سب کے پتے تو ہی سب کے نام وارنٹ بھیج دیئے اور سب کو بادشاہ کے سامنے لا کھڑا کیا وہ شخص جس نے کہا تھا کہ میں اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے دن میں اس نے کہا یہ تو وہی شخص ہے جو رات میں ہمارے ساتھ آیا تھا یہ تو بادشاہ نکلا کیا کام ہوا یہ؟ اب بادشاہ پوچھتا ہے کہ اب تک کتنے لوگوں کا مال غصب کیا یہ سب پوچھتا چھ کے بعد حکم دیا کہ ان سب کو سولی پر چڑھا دو اس میں ایک عقلمند شخص تھا۔ کہنے لگا رات آپ ایک بات بولے تھے کہ تختہ دار پر جب کوئی چڑھ جاتا ہے اگر اس وقت میری داڑھی ہل گئی تو وہ آزاد ہو جاتا ہے وہ کرشمہ ذرا بتاؤ کیسا ہے؟ اب بادشاہ ہنسی آ گئی، کہنے لگا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب ایسا مت کرنا جاؤ تم لوگوں کو معاف کر دیا۔

بندہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کرے

ارشاد فرمایا! مولانا رومیؒ اس واقعہ کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی آنکھ اللہ کو دیکھتی ہے جو بندہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتا ہے اور اپنا معاملہ اللہ سے قائم کر لیتا ہے روتا ہے تو اس کی آنکھ فضل الٰہی کو کھینچتی ہے، جیسے اس چور نے تختہ دار پر چڑھ کر بھی محمود غزنوی کے رحم و کرم کو کھینچ لیا حیلہ بنا کر اسی طرح جو بندہ راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتا ہے اور اللہ کو پہچان لیتا ہے پہچان کے عبادت کرتا ہے کہ میرا جو اللہ ہے میرا پروردگار ہے مجھ پر رحم کرنے والا کرم کرنے والا ہے یہ حالت اگر ہو گئی تو باوجود مجرم ہونے کے اپنی زندگی خطاؤں میں گزارنے کے اللہ معاف فرما دے گا، بخش دے گا، یعنی خدا کی رحمت

ان کو مایوس نہیں کرے گی فقط ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اللہ کو پہچان لیں۔ آدمی جب تصور کرتا ہے کہ اللہ بڑا کرم کرنے والا بڑا رحم کرنے والا بڑا فضل والا ہے تو پھر جیسے اس چور کی آنکھ نے پہچان لیا کہ رات کو ہم سے مل کر اس نے وعدہ کیا تھا اس لئے معافی کی امید میں اقرار کیا تو اللہ کے اپنے بندوں کو بہت سے وعدے ہیں مگر بندہ عمل کرکے کہے "من عمل صالحاً من ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون" اے اللہ فلاں عمل پر تیرا یہ وعدہ ہے، فلاں عمل پر تیرا یہ وعدہ ہے یا جو ہے ایسا اگر کرلیں تو پھر اس کے لئے آسان ہے اور اس کی نجات بھی آسان ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع ہو متوجہ ہو اس کی نجات ضرور ہوگی ضرور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف کردے گا۔

پوری توجہ اللہ پر رکھو

ارشاد فرمایا! ہمارے جتنے اکابر اور مشائخ ہیں وہ یہ سکھاتے ہیں کہ پوری توجہ اللہ پر رکھو معاملہ اللہ سے رکھو یہ سمجھو کہ اللہ اپنے فضل سے رحمت سے معاف کردے گا اپنا ہنر اپنے کمالات کام نہ آئے بلکہ جو آنکھ پہچاننے والی تھی وہ کام آئی مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ نہ قوت نہ کان کچھ کام آئے بلکہ وہ پہچان والی آنکھ ہی کام آئی اسی طریقہ سے جب بندہ اللہ کو پہچان لیتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرا رب مجھ پر رحم وکرم اور بخشش کرنے والا ہے اور اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا کر جب مانگتا ہے اے اللہ تیرا وعدہ ہے تو مجھ رحم وکرم کر تو یقیناً اللہ کے رحم وکرم کو کھینچ لائے گی اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا "ان رحمتي سبقت غضبي" یہ جو اللہ کا فرمان ہے حدیث قدسی ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک مجھ پر اس کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوگی میرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جب حضور ﷺ نے فرمادیا تو ہمارا کیا

شمار ہے، اور فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت ہے "ادخل الجنة بما کنتم تعملون" اس کا مطلب وہ عمل ہے جو صرف اللہ کے لئے ہو اور عمل کرنے والا بھی فضل الہٰی کو پیش نظر رکھتا ہو اللہ کو پیش نظر رکھنے والوں کے ساتھ معاملہ ہے ورنہ "لن ید خل الجنة احد الا برحمته" کوئی شخص اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا اللہ کی رحمت کو اگر متوجہ کرنا ہے تو بندہ یہ سمجھے کہ اللہ کا فضل وکرم صرف بندہ پروری کے طور پر اللہ عطا کرتا ہے یہ نہیں کہ بندہ کا کوئی حق ہے، کسی کا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ ان کے حقوق ادا کرتے رہیں، ہر وقت ان کے حقوق ہمارے اور لازم ہیں۔

نیک اور صالح ہونے کا گمان شیطانی وسوسہ ہے

یہ جو دل میں آجاتا ہے کہ میں ایک ہوں صالح ہوں یہ شیطانی وسوسہ ہے میں یہ ہوں وہ ہوں میں زاہد ہوں میں عابد ہوں یہ سب شیطانی وسوسہ ہے اسلئے کہ یہ دعوی تو صرف اسی نے کیا تھا پہلے۔ اسی کے اندر یہ دعوی تھا ورنہ جتنے بھی انبیاء آئے اور سب سے بڑھ کر حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین سید الاولین والآخرین ہیں کبھی یہ خیال تک نہیں کیا کہ میں ایسا کچھ اچھا عمل کرتا ہوں اور صحابہ کا طریقہ کیا تھا پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں گزار دی مگر کبھی ان کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہم بھی کچھ ہیں۔

حضرت عمر کا خوف اور خشیت

فرمایا! حضرت عمر اتنے بڑے صحابی ان کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا "لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب" اگر میرے بعد کوئی ہوتا تو عمر ہی نبی ہوتے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "عمر فی الجنة، ابو بکر فی الجنة" تقریباً دس صحابی کا نام لیا اور فرمایا کہ یہ سب جنتی ہیں لیکن عمر کو اپنے اوپر بھروسہ نہیں آپ کی انتقال کے بعد ایک صحابی جن کو آپ ﷺ نے منافقوں کی فہرست دی تھی ان سے بار

بار پوچھتے تھے کہیں اس میں عمر کا نام تو نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگ جو منافق ہیں نماز میں بھی شریک رہتے ہیں مسجد نبوی میں بیٹھتے ہیں سب کچھ کرتے ہیں پھر باہر جا کر گندی حرکتیں کرتے ہیں ادھر ہم مسلمانوں کو خوش رکھتے ہیں ادھر مشرکین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے تو حضرت عمر جیسے لوگ ڈرتے اور کانپتے تھے کہ کہیں اس میں میرا نام تو نہیں ہے حالانکہ حضرت عمر کی پوری زندگی جو اسلام لانے کے بعد کی ہے خدا کے احکامات اور حضور ﷺ کی ایک ایک سنت کے مطابق گزری ہے، وہ ڈرتے تھے کہ حضور ﷺ کے سامنے تو ہم ایسے تھے اب نہ جانے کیا حال ہو گیا ہو، اس لئے کہ نفس اور شیطان کونسی برائی کی طرف راغب کر دے کچھ پتا نہیں ہے۔

ہمیشہ اپنے عمل کا جائزہ لیں

فرمایا! امت محمدیہ کے لئے اس میں بہت بڑا سبق ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے عمل کا جائزہ لیں اور یہ سمجھیں کہ جو بھی عمل صالح ہو رہا ہے یا ہوا ہے وہ اللہ کے فضل سے ہے۔ اگر ذرا سا بھی احتمال ہو گیا کہ ہم نیک ہیں ہم سے اچھے عمل ہوتے ہیں یہ سب اگر خیال میں ہے تو خطرہ سے خالی نہیں ہے اس کی بڑی جواب دہی ہے اس میں بڑے بڑے اولیاء اللہ پھنس گئے جہاں تک ہو سکے ان خیالات سے بچو اور یہ خیال رہے کہ ہمارا جینا مرنا حشر ونشر کا اچھا ہونا جنت میں داخل ہونا جہنم سے بچنا یہ سب اللہ کے فضل سے ہے محض کے اس کرم سے ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقات صالحات سے نوازے اور اپنے فضل وکرم کا مستحق بنا دے اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی اور غضب سے ہم سب کو محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

صحبت با اہل دل

مولانا رئیس الاسلام باقوی خلیفہ ومجاز حاذق الامتؒ

۱۹۵۵ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے زیر سرپرستی ممبئی میں ایک شاندار جلسہ آل انڈیا مسلم تعلیمی کونشن "قیصر ہال" ممبئی میں منعقد تھا۔ اسٹیج نہایت سجا ہوا تھا لوگوں کا جم غفیر اس قدر تھا کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو، لوگوں کا ہجوم اتنا تھا کہ تھالی پھینکو تو سروں پر اس سرے سے اس سرے تک پہنچ جائے۔ بندہ بھی اس محفل میں شریک تھا، اس ہجوم بیکراں میں حکیم مولانا زکی الدین احمد صاحبؒ اور مولانا حکیم سید افسر باشاہ صاحب مدظلہ العالی بھی موجود تھے، اثنائے گہما گہمی میں میری ملاقات حکیم مولانا زکی الدین احمد صاحبؒ سے ہوئی، یہ میری ان سے اولین ملاقات تھی، حضرت والا نے اپنے اخلاق کریمانہ، وسیع القلبی، رأفت والفت کے دلی جذبہ سے بندہ کو اپنے دائرۂ احباب میں شامل کرلیا اور ہم دونوں کے درمیان اس طرح رابطہ قائم ہوگیا۔

بعد ازاں دارالعلوم لطیفیہ، مکان حضرت قطب ویلور کے سالانہ جلسوں میں حضرت حکیم صاحبؒ اور یہ ناچیز منصب جج کے ساتھ رہتے تھے اور یہ سلسلہ کئی سال جاری رہا۔

حضرت والاؒ بڑے نباض تھے، حکیم حاذق تھے، اللہ جل شانہ نے انہیں نبض شناسی اور مرض کی تشخیص میں ایک خاص مہارت وملکہ عطا فرمایا تھا، آپ مرض کی علت شناسی

میں ید طولیٰ رکھتے تھے "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ" (آیت کریمہ)۔ C.M.C. ہاسپٹل ویلور میں بیرون وطن عرب وغیرہ سے مریض علاج معالجہ کے لئے آئے تھے، ایک مرتبہ بعض یمنی بھی آئے تھے جو مثانہ میں پتھری کی تکلیف میں مبتلاء تھے، مگر ہاسپٹل میں بغیر آپریشن ان کا علاج نہ ہوسکا، ہاسپٹل والے ان کے علاج سے دست بردار ہوگئے، وہ پریشانی کا شکار ہوگئے، مایوسیوں کا غبار ان پر طاری ہوگیا اور وہ شش وپنج میں پڑ گئے، ایسے میں کسی نے حضرت والا کی خدمت میں پہنچنے کا مشورہ دیا، بابخت بانصیب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت والا نے اپنی حزاقت وحیرت انگیز تشخیص سے ان کے مثانہ کی پتھری کو اپنی مجرب دواؤں کے ذریعہ پاش پاش کرکے خارج کردیا اور وہ مریض شفائے کلی سے ہمکنار ہو کر خوش خرم وطن لوٹے ،فللہ الحمد ولہ الشکر مگر کیا مجال کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایسے الفاظ کسی کے پردۂ سماعت سے ٹکرائے ہوں کہ میں نے اپنی حکمت عملی سے ایسا کیا، میرا علاج تیر بہدف ثابت ہوا، بلکہ ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ اللہ جل شانہ کا فضل وکرم شامل حال ہے اور علاج کامیابی سے سرانجام ہوا، ہم تو دواء دینے والے ہیں اور شافع مطلق اللہ جل جلالہ ہے۔

کئی اولاد سے محروم یمنی مائیں C.M.C. ہاسپٹل ویلور میں آئیں اور علاج ومعالجہ کرایا مگر ان کے آنگن میں پھول نہ کھلے وہ نامراد اور مایوسیوں کا نقاب اوڑھے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئیں الحمدللہ حضرت والا کی دعاؤں اور دواؤں کی برکت سے یمنی ماؤں کی گود بھر گئیں اور ہشاش بشاش وطن لوٹ گئیں۔

لگے ہاتھوں ایک واقعہ بیان کرتا چلوں کہاں امارت متحدہ عرب، کہاں بحرین، کہاں ہانگ کانگ، پولیو کے دو مریض حضرت والا کے دواء خانہ پر حاضر ہوئے، آپ کی دواء نہایت احتیاط وسخت پرہیز کے ساتھ استعمال کی گئی بفضل تعالیٰ دونوں

مریض شفائے کلی سے بہرہ ور ہوئے "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء"۔

حضرت والا کے کتنے ایسے واقعات ہیں جنہیں قلمبند کرنے سے قاصر ہوں بس انہیں مذکورہ واقعات پر اکتفاء کرتا ہوں، یہ رہا حضرت والا کے جسمانی علاج ومعالجہ کا حال، روحانی وتذکیۂ نفس کے علاج ومعالجہ کے بیان سے معذور ہوں۔ ؎

یاد داری کے وقت زادن تو
همہ خنداں بدند و تو گریاں

آں چناں می وقت مردن تو
همہ گریاں بدند و تو خنداں

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آئے تبسم بر لب اوست

☆☆☆

حضرت حاذق الامتؒ
کچھ یادیں کچھ باتیں

مفتی محمد ارشد جمیل صدر المدرسین دار العلوم محمدیہ بنگلور

گزشتہ کئی برسوں میں علوم اسلامیہ کے سپوت اور بحر معرفت کی کئی قدآور شخصیتیں ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئیں، حضرت مولانا ابوالحسن ندوی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا منظور اور قاری صدیق احمد باندوی رحمہم اللہ جیسے اساطین علم ومعرفت ہمارے درمیان سے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے مالک حقیقی سے جاملے، ان ہی حضرات میں ہمارے شیخ، عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم ذکی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ (پرنامبٹ) کی ذات گرامی مغتنمات میں تھی۔

افسوس صد افسوس کہ ہمارے حضرت نے ۲۲ / دسمبر ۲۰۰۲ء کو دن کے دس بجے صوبہ تمل ناڈو کے ایک مردم خیز قصبہ پرنامبٹ میں باوضو، نماز اور سجدہ کی حالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ملاء اعلیٰ سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح الامت حضرت حکیم الامت کے خلفاء میں سے ہیں اور حضرت حاذق الامت حضرت مسیح الامت کے خلفاء میں سے ہیں، لیکن حاذق الامت کو ان

میں خصوصی مقام ومرتبہ حاصل ہے، حضرت والا پرنامبٹ ضلع شمالی آرکاٹ تمل ناڈو کے ایک علمی خانوادہ کے درخشاں ستارہ ہیں، آپ کا خاندان ہمیشہ صاحب الورع والتقویٰ اور ماہتاب منازل ولایت اور وسیلۂ سعادت حضرات سے پر رہا ہے، حضرت والا جہاں جسمانی امراض کے معالج تھے وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی معالج کے اعتبار سے بھی دردمند دل عطا فرمایا تھا، آپ امت کی اصلاح کے لئے ہر وقت بے چین اور خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو مٹاتے رہتے تھے، اکابرین سے جو فیوض اور نسخۂ کیمیاء حاصل کیا تھا اس کی خوشبو سے امت کا ایک بڑا طبقہ معطر ہو رہا تھا۔ آپ حاذق الامت بھی تھے، جید عالم دین، بہترین حکیم اور نباض بھی تھے، آپ وعظ ونصیحت کرتے اور بسا اوقات مریدین ومتوسلین کی اصلاح بھی فرماتے، ہر ملنے والوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ملنے جلنے والوں کے مشکل معاملات کا حل بھی نکالتے، آپ سنکڑوں مدارس ومکاتب کے سرپرست بھی تھے، بڑے بڑے علماء، ائمہ اور عمائدین قوم وملت آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں، آپ کے خلفاء میں جہاں کبار علماء کا نام ہے وہیں حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدیر دار العلوم محمدیہ کا نام نامی اسم گرامی بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے، آپ مولانا رحیمی سے بہت زیادہ محبت فرماتے اور ہمیشہ ملنے کا اشتیاق ظاہر فرماتے، ہمہ وقت شرعی لباس زیب تن فرماتے، کبھی گول ٹوپی تو کبھی پانچ کلی کوٹوپی اوڑھتے، آپ ہمیشہ کلی والا کرتہ گھٹنوں سے نیچا استعمال کرتے اور کلی والی شرعی بھی استعمال کرتے، ہمیشہ شیروانی زیب تن ہوتی، سفر میں ہوں یا حضر میں ہاتھ میں عصاء ضرور ہوتا، پیر میں ہمیشہ جوتا ہوتا۔ خوب بھوک لگنے پر کھانا تناول کرتے، پانی بالکل ٹھنڈا اور چائے خوب میٹھی نوش فرماتے۔

ہمارے حضرت ہمیشہ صاف اور سفید کپڑے پسند فرماتے، مریض کے لئے سستے اور بہترین نسخوں کا انتخاب فرماتے، راقم الحروف کی پہلی مرتبہ ۲۰۰۲ء میں

آستانہ پر ملاقات ہوئی تھی، راقم الحروف کی خواہش تھی کہ حضرت سے بیعت ہو جائے اس کا تذکرہ حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی سے کیا حضرت عدیم الفرصتی کے باوجود فوراً ساتھ لیجانے کے لئے تیار ہو گئے، رفقائے سفر میں حضرت مہتمم صاحب کے علاوہ محترم افضل پاشاہ، محترم عبدالرحمٰن بابو بھائی صاحبان ساتھ تھے، چند افراد پر مشتمل یہ قافلہ حضرت کے دولت خانہ پر ظہر کی نماز کے وقت پہنچا، چونکہ آمد کی اطلاع قبل از وقت ہی دیدی گئی تھی اس لئے حضرت شیخ قافلہ کے انتظار میں اپنی پلکیں بچھائے ہوئے تھے جب یہ قافلہ حضرت شیخ کے دولت خانہ پر پہنچا تو حضرت سے ملاقات و مصافحہ اور معانقہ کے بعد چائے نوشی کا دور چلا اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی، بعد ازاں پر تکلف اور مختلف انواع و اقسام کے کھانے دستر خوان پر چنے گئے کھانے سے فارغ ہو کر حضرت قیلولہ کے لئے اندر تشریف لے گئے اور عصر سے قبل ہی حضرت نے حاضرین کو قیمتی نصائح سے نوازا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ درس حدیث ہو رہا ہے، درمیان میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا حضرت والا ہر سوال کا تشفی بخش جواب دے رہے تھے، پھر عصر کی نماز کے بعد حضرت شیخ مصلّی پر ہی بیٹھے رہے اور راقم الحروف کو بھی ساتھ بٹھالیا، باقی تمام کو خانقاہ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمادی، اس وقت حضرت شیخ کے پاس راقم الحروف کے علاوہ کوئی اور نہ تھا، بیعت کے وقت حضرت نے جو قیمتی نصیحتیں فرمائیں وہ ابھی بھی قلب پر نقش ہیں، پھر بعد نماز مغرب چائے نوشی کے بعد قافلہ کی واپسی ہوئی، حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ حضرت والا اتنی جلدی کسی کو بیعت نہیں کرتے ہیں معلوم نہیں تم کو اتنی جلدی اور آسانی سے کیسے بیعت کرلیا، اس کے بعد تو ملاقات کا ایک سلسلہ جاری ہوگیا، راقم الحروف بارہا حضرت مہتمم صاحب کی معیت میں پر تامبٹ حاضر ہوتا اور حضرت والا بھی تشریف لاکر شرف زیارت بخشتے اور اپنے پند و نصائح سے نوازتے۔

ایک موقع پر حضرت والاؒ نے فرمایا تھا کہ استاذ کو استاذ کی طرح رہنا چاہئے، طلباء کو شفقت و محبت سے پڑھانا چاہئے، اپنے غصہ کو طلباء پر نہیں اتارنا چاہئے، علم کے ساتھ اخلاق پر دھیان دینا چاہئے اور ہمیشہ اصلاح کی فکر ہونی چاہئے! کیوں کہ اصلاح بہت ضروری ہے۔

اب جبکہ حضرت والا نہیں رہے اس منفرد اور لازوال خوشبو کو بکھیرنے کی زمہ داری عالی پروقار حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی مہتمم دارالعلوم محمدیہ (خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ) کے کاندھوں پر آن پہنچی ہے۔

سنا ہے خاک سے لیکن نمود ہے لیکن
تری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی

دعا ہے کہ باری تعالیٰ حضرت والا کو قبر میں کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام ورثاء، مریدین اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مجازین وخلفاء حضرت حاذق الامت

مولانا الشاہ حکیم ذکی الدین احمد نور اللہ مرقدہ

- حضرت مولانا رئیس الاسلام صاحب باقوی، اظہری دامت برکاتہم
سابق ناظم باقیات الصالحات ویلور تمل ناڈو
- حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب دامت برکاتہم (فاضل دیوبند) مرزاپور پول سہارنپور، وارد حال لکھنؤ الہند
- حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب مرحوم (باقیا الصالحات ویلور) تمل ناڈو الہند
- حضرت مولانا اشرف علی صاحب فیضی دامت برکاتہم
مالک انڈین آٹو اسٹور گلبرگہ کرناٹک
- حضرت مولانا مفتی محمد عثمان محی الدین صاحب باقوی قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم باقیات الصالحات ویلور تمل ناڈو
- حضرت مولانا غلام الرحمٰن صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مہتمم مدرسہ جامع العلوم محمودیہ کورٹ گرہ ٹمکور کرناٹک
- حضرت مولانا ابوالحارث حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم (فاضل دیوبند، ایم، ڈی، ر پی، ایچ، ڈی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ نقوش عالم و مہتمم دار العلوم محمدیہ بنگلور)

● حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ العالی سکھر پاکستان

صاحبزادہ حضرت الحاج مولانا شاہ محمد فاروق صاحبؒ پاکستان

حضرت مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ العالی سکھر پاکستان صاحبزادہ شفیق الامت مولانا شاہ محمد فاروق احمد صاحبؒ پاکستان

● حضرت مولانا محمد سہیل صاحب باقوی دامت برکاتہم کیرالہ الہند

● حضرت مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی علیگ دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالافتاء والقضاء وقف دارالعلوم دیوبند

● حضرت مولانا غلام کبریا صاحب آرزو دامت برکاتہم

مدرسہ قاسم العلوم چھرا علی گڑھ یوپی

● حضرت مولانا محمد مخدوم حسین صاحب مفتاحی دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم شری رام پور مہاراشٹر

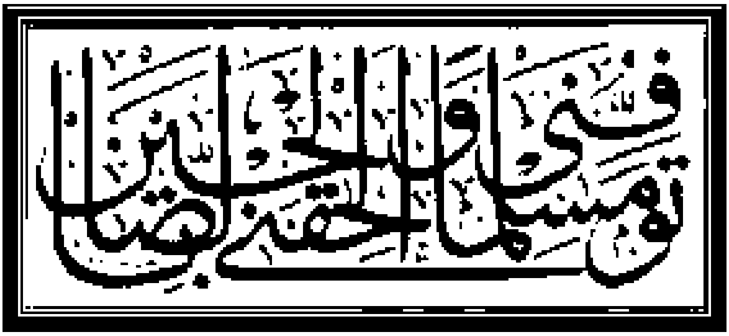

تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حافظ محمد امجد علی، پرنامبٹ

جنوبی ہند کے ممتاز حکیم، مسیح زمانہ، حاذق الامت، شیخ طریقت، حضرت اقدس مولانا المولوی الحاج حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے نام نامی سے کون واقف نہیں ہے۔

آپ پرنامبٹ کے ایک مشہور علمی خاندان کے باکمال فرد اور شفاء الملک ہیں، حاذق الہند حضرت العلام مولانا المولوی الحاج حکیم عبد الباری صاحبؒ (شاگرد رشید مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحبؒ) کے فرزند ارجمند اور جانشین تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر بے مثال اوصاف ودیعت فرما رکھی تھیں، اتباع سنت کے نور سے آپ کی کشادہ جبیں ضیاء بار اور اطاعت خداوندی کے جذبہ سے آپ کا قلب اطہر منور تھا، آپ کی حیات مقدسہ کا ہر ہر لمحہ نفع خلائق کے لئے وقف تھا، آپ کے پر تاثیر مواعظ نے ظلمت کدوں کو روشنی ملی اور ہزاروں بے رواہ روؤں کو ہدایت کا سیرا ہاتھ آیا، آپ کے فیوض عالیہ سے بے شمار مردہ دلوں کے اندر انقلاب برپا ہوا اور دل کی دنیا بدل گئی، آپ ایسی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے جن کی عظمت کے لئے قدم قدم پر دنیا دیدہ و دل فرش راہ کرتی رہی، وہی عارف باللہ، محبوب خلائق، جنید وقت، حاذق الامت، شیخ طریقت،

پیکرے شفقت ومحبت، احیاء سنت کا علمبردار، علوم نبوت کا عاشق حقیقی۔ اتوار کے دن مظاہر العلوم کے جلسہ دستار بندی میں اپنے آخری وعظ ونصیحت سے طلباء علماء کو استفادہ کا موقع عنایت کر کے وطن لوٹا اس وقت کسی کے وہم گمان میں نہیں تھا کہ یہ علم وحکمت کا سمندر ہم سے جدا ہو جائے گا، بالآخر ۲۲ر دسمبر (جلسہ کے دوسرے ہی دن) بروز پیر بحالت نماز سجدہ میں اپنے مولیٰ سے ہم کلامی کرتے ہوئے ہزاروں جانثاروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی کی آغوش رحمت میں چلا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت اقدس کی ذات گرامی اب مقبولان بارگاہ میں تھی جن کا محض وجود ہی عالم میں رحمت وبرکت کا باعث ہوتا ہے، اور جن کی مستجاب دعائیں نہ جانے کتنے حوادث سے رکاوٹ بنی رہتی ہیں، آپ ایک طرف علم وعمل کے آفتاب تھے تو دوسری طرف طب وحکمت کے ماہتاب بھی تھے، اعمال صالحہ، ورع وتقویٰ اور زہد واخلاص میں اپنی نظیر آپ تھے، اخلاق ایسے کہ ایک ہی ملاقات میں دلوں کو موم کر ڈالیں، مہمان نوازی کا وہ نمونہ کہ خود مہمان حیرت میں پڑ جائے، ہر ایک سے شفقت ومحبت کا وہ برتاؤ کہ پہلی ہی نظر میں گرویدہ ہو جائے، ماتحتوں اور اپنے سے چھوٹوں کی وہ عزت اور حوصلہ افزائی کہ ہر شخص قدرتی طور پر دل سے مشکور ممنون ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فن طبابت میں ید طولیٰ عطا کیا تھا، آپ نے بہت سے ایسے لاعلاج مریض جو زندگی سے مایوس ہو چکے تھے ان کو صحت وتندرستی کی بے انتہاء مسرتوں سے ہم کنار کر دیا۔

آپ کی تشخیص نباضی اور حزاقت اپنی مثال آپ تھی، آپ کو علوم دینیہ سے خاص شغف تھا، علمی وفنی قابلیت تو آپ کو ورثہ میں ملی تھی، درس نظامی کی تمام کتابوں پر اچھا عبور تھا اور منطق سے گہری دلچسپی تھی، فن تصوف کے تو آپ گویا امام تھے،

بہت سے پیچیدہ اور مشکل مسائل کو آسانی کے ساتھ سلجھا دیتے تھے، الغرض حضرت والا کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں، ہمارا کچھ کہنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، آپ کی رحلت سے ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جس کی کسک امت مسلمہ عرصہ دراز تک محسوس کرتی رہی گی۔

آپ کی یہ اندوہناک خبر ہمارے کانوں میں بجلی بن کر گری، آناً فاناً یہ خبر اطراف اکناف میں پھیل گئی، یہ لکھتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے، ہاتھ لرز رہا ہے، آنکھوں سے آنسوں رواں ہیں، دل کے اندر ابھی تک زخم تازہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو چین وسکون عطا فرمائے، آمین۔

کلیوں کو خونِ جگر دے کر چلا ہے
گلشن کی فضاء تجھ کو صدیوں یاد کرے گی

☆☆☆

.....اور حسن کا گلزار مرجھا گیا

مولانا حافظ محمد عثمان صاحب پرنامبٹ

فلک پر مرحبا کہہ رہے ہیں
یہاں ہم تو فرقت کا غم سہہ رہے ہیں

مرشدی ومولائی شیخ طریقت حضرت حاذق الامت الحاج مولانا حکیم زکی الدین احمدؒ کی سیرت پر قلم اٹھاتے ہوئے مجھے اپنی علمی کم مائیگی بلکہ بے مائیگی کا شدید احساس ہو رہا ہے کیوں کہ میری حیثیت ان کے عقیدت مندوں کی صف میں اس بڑھیا کی سی ہے جو مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے کچھ سوت لے کر گئی تھی۔

حضرت حاذق الامتؒ نے ۹۶ سال کی عمر میں دار دنیا سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی اور وابستگان کو غم واندوہ میں تڑپتا ہوا چھوڑ کر اپنے مقام کریم میں جا داخل ہوئے، حضرت ممدوح کی وفات اس صدی کا سب سے بڑا المناک سانحہ ہے اور ایک عظیم علمی اور طبی دنیا کا نقصان ہے جس کی تلافی مشکل ہے، ایسی جامع الکمالات ہستیاں دیر سے بنتی ہیں اور جب اٹھ جاتی ہیں تو ان کی جگہ لمبی مدت تک خالی پڑی رہتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت حاذق الامت کا سفر سیلم مدرسہ مظاہر العلوم کا ہوا تھا، اس میں راقم الحروف بھی تھا واپسی میں تقریباً گیارہ بج گئے تھے، سارے متعلقین جو سفر میں تھے رخصت کرتے وقت ہر ایک کو دل کی گہرائیوں سے اللہ حافظ، اللہ حافظ فرماتے ہوئے رخصت کیا، دوسرے دن ۲۲ رتاریخ بروز دوشنبہ ٹھیک چاشت کا وقت تھا کہ حالت سجدہ میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، حضرت موصوف کی زندگی بھی اچھی گزری اور موت بھی پاکیزہ پائی، "طاب حیاً ومیتاً" حضرت موصوف کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر شہر پرنامبٹ میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور سب ششدر اور حیران رہ گئے کسی کو یقین نہیں آیا لوگ بازاروں گلی کوچوں میں تحقیق حال کے لئے اضطراری انداز سے بھاگے بھاگے پھرنے لگے، اس واقعہ فاجعہ کی تصدیق ہو جانے کے بعد یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور مسلمانوں کے بازار گلیاں اور مکانات ماتم کدوں میں تبدیل ہو گئے، ہر شخص کے چہرہ پر حزن وملال اور رنج وغم کے آثار صاف جھلکنے لگے، ہزاروں آنکھوں سے اشکہائے غم ٹپکنے لگے، گھر میں فرزندان حاذق الامتؒ کے پھولوں کی طرح شگفتہ چہرے مرجھا گئے اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگے، غرض کہ پورے شہر کے در و دیوار سے ماتم کی صدائیں آنے لگیں اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ آج شہر کے ہر مسلمان مرد وعورت اور بچوں کا شفیق باپ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے سب آج یتیم ہو گئے ہیں اور ان کی تمام مسرتیں چھین لی گئی ہیں، میں جوں جوں حضرت شیخ کے منور چہرہ کو دیکھتا تھا مجھے اپنے خانۂ دل میں روشنی نظر آتی تھی، اس وقت جن ہزاروں خوش بختوں کو زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ ایسا نور اتنا سکون اور چہرہ پر اس قدر تازگی و شگفتگی انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوگی، آنکھیں بند، منھ بند لیکن لبوں پر ایسی مسکراہٹ جس پر دل خود بخود نثار، سرخ نورانی داڑھی چہرہ پر چمکتا ہوا سجدہ کا نشان حسن کا ایک گلزار کھلا ہوا تھا اور جی چاہتا تھا اس گلزار

کو تمام عمر یونہی دیکھتے رہیں۔ بعد مغرب غسل دیا گیا، خوش نصیب غسالوں کی فہرست میں احقر بھی تھا، بعد تکفین حسن اور بھی دوبالہ ہو گیا، جنازہ کے مسجد لے جانے سے کچھ دیر پہلے خدا ہی جانتا ہے کہ انسانوں کا یہ ہجوم کہاں سے ٹوٹ پڑا، اس ہجوم اور جنازہ پر کنٹرول دشوار ہو گیا اور چوک مسجد کا وسیع احاطہ ہجوم سے ابل پڑا۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشد

لوگ جس شخصیت کے ارد گرد پروانہ وار جمع ہو رہے تھے اب اس کے پیکر خاکی پر پروانہ وار ٹوٹے پڑ رہے تھے، بہر حال آج حاذق الامتؒ ہم میں موجود نہیں مگر ان کا نمونۂ عمل موجود ہے، ان کے مجاہدانہ کارنامے اور دلوں میں ان کی محبتیں موجود ہیں۔ اس لئے ہم جیسے پسماندوں کے لئے جہاں حسی جدائی ایک مصیبت عظیمہ ہے وہیں ان کی معنوی معیت وجہ سکون و قرار بھی ہے، اس دنیا سے گزر جانے والی کتنی ہی بڑی شخصیت ہو پھر بھی اسے اپنے عزیزوں سے اور تعلق والوں سے آس بندھی رہتی ہے کہ کون اسے دعا اور ایصال ثواب میں یاد رکھتا ہے اور کون اس کے نقش قدم پر چل کر اس کے حق میں صدقۂ جاریہ بنتا ہے، اس لئے حضرت اقدس کی آس کو پورا کرنے کا طریقہ محض غم کو لیکر بیٹھ جانا نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کے فرمودات پر عمل کرنا اور کمر بستہ رہنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ شانہ حضرت حاذق الامت نور اللہ مرقدہ کے مراتب اور درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور حضرت اقدس کے متوسلین ومحبین اور اہل خانہ، وابستگان کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔ ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

درخشاں ستارہ

مولانا محمد عثمان حبان قاسمی ابن حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی

حضرت حاذق الامتؒ کی مثال اس ستارہ سے مختلف نہ تھی جو مشرق سے صبح کے وقت نمودار ہوتا ہے، یہ ستارہ جس قدر اہم ہوتا ہے اس کی زندگی اسی قدر مختصر ہوتی ہے، یہ دنیا کو ہر صبح آفتاب کی آمد کا پیام دینے کے بعد روپوش ہو جاتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سورج کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب الٹ کر اپنے چہرہ پر ڈال لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود جو اہمیت اسے حاصل ہے وہ دوسرے ستاروں کو نہیں، اگر یہ بھی دوسرے ستاروں کی طرح تمام رات چمکتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا رتبہ اس قدر بلند نہ ہوتا۔

ہم تمام رات آسمان پر کروڑوں ستارے دیکھتے ہیں لیکن یہ ستارہ ہمارے لئے ان سب سے زیادہ جاذب توجہ ہے۔ اس ستارہ کی زندگی پر رشک آتا ہے! اس کی زندگی جتنی مختصر ہے اسی قدر اس کا مقصد بلند ہے، یہ دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے ''میری عارضی زندگی پر اظہار تأسف نہ کرو! قدرت نے مجھے سورج کا ایلچی بنا کر بھیجا تھا اور میں اپنا فرض پورا کر کے جا رہا ہوں''۔

عام ستاروں کی موت حیات ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی، بالکل ان انسانوں کی طرح جو دنیا میں چند سال ایک بے مقصد زندگی بسر کرنے کے بعد مر جاتے ہیں اور دنیا کو اپنی موت وحیات کا مفہوم بتانے سے قاصر رہتے ہیں۔

حضرت حاذق الامتؒ اس روشن ستارہ کی طرح درخشاں ستارہ تھے جو ایک بار پھر آفتابِ اسلام کے چہرہ سے نقاب ہٹانے کے لئے صبح کے ستارہ کا فرض ادا کر گیا ہو۔

حضرت والا کی حیات ہمارے لئے ایک نمونہ ہے، آپ کی وفات ہمارے لئے صرف غم واندوہ ہی نہیں بلکہ یتیمی کا باعث ہے، آج آفتابِ ہدایت حضرت حاذق الامتؒ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن آپ کے ملفوظات ہمارے لئے آبِ حیات سے کم نہیں ہیں، حضرت نے جس قدر مختصر عرصہ میں لاکھوں فرزندانِ توحید کو اسلام کی منور شمع عطا کی ہے وہ قابل رشک ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور آپ کے اہل خانہ، مریدین ومتوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

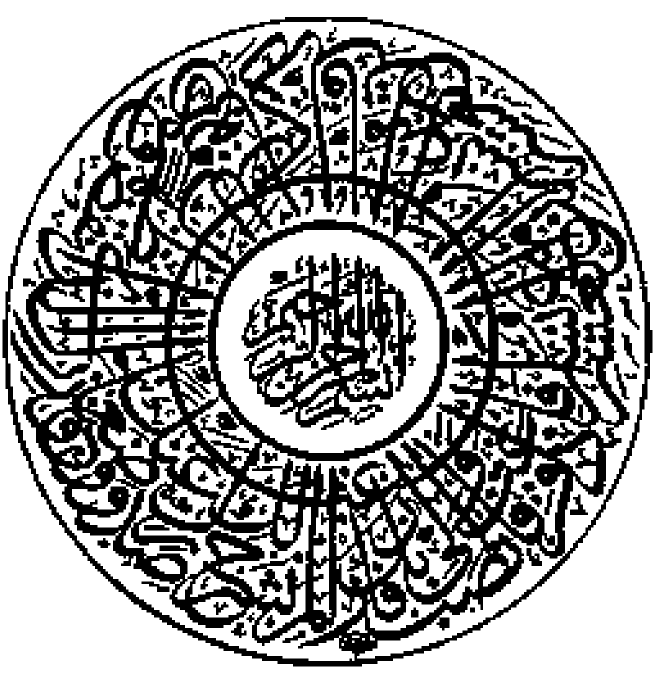

پرنامبٹ میں عید الفطر

بحمداللہ ۹ر جنوری کی صبح پرنامبٹ کی تیاری کی کیونکہ امسال عید الفطر صبح گزشتہ ۸ر جنوری کو کے جی ایف میں ہو گئی نماز عید پڑھا کر دوسرے روز تمل ناڈو میں اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں منائی گئی۔صبح راقم الحروف محمد الطاف کے ہمراہ سراج احمد بھی پرنامبٹ پہنچ گئے حضرت والا سے راستہ میں ملاقات ہو گئی آپ عید گاہ تشریف لا رہے تھے ہم لوگوں نے وضو کر کے مسجد میں اور عید گاہ میں بہت خشوع اور خضوع کے ساتھ اور اطمینان سے نماز دوگانہ ادا کی اپنی زندگی میں ایسی روح پرور نماز میں نے پہلی مرتبہ ادا کی ہے۔حضرت مفتی صاحب کی قراءت دل سوز اور عید کا ایمان افروز خطبہ،بعد نماز عید نماز جنازہ ادا کی گئی عربی خطبہ کا ترجمہ اردو میں کیا گیا عید گاہ میں ہی دعا کے بعد معانقہ ہوئے حضرت والا کے معانقہ سے ہم لوگ بھی شرف یاب ہوئے فرمایا حضرت والا نے کہ ایسی ایسی پرنامبٹ میں چار عید گاہ ہیں ماشاءاللہ۔

خادم نے عرض کیا حضرت معانقہ کا کیا مطلب ہے۔فرمایا کہ دیکھو مصافحہ کی تکمیل معانقہ ہے مصافحہ سے ظاہری ناراضگی ختم ہونے کا اظہار ہوتا ہے اور معانقہ سے باطنی ناراضگی ختم ہونے کا بھی اشارہ ہوتا ہے کہ میرے ہاتھوں سے میرے دماغ سے میرے بدن کے کسی بھی حصہ سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچے گی آپ مامون رہیں گے،فرمایا کہ مصافحہ میں "یغفر اللہ لنا و لکم اور معانقہ میں تقبل اللہ منا و

منکم مسنون ہے۔عرض کیا حضرت تراویح میں بیس رکعت ہے اور آٹھ رکعت ہے تو مسجد نبوی میں اور حرم شریف میں کتنی رکعت ہوتی ہے۔فرمایا وہ جگہ انٹرنیشنل ہے وہاں ہر مذہب کا احترام ہوتا ہے۔فرمایا پہلے چار مصلے وہاں رہتے تھے اب وہ نہیں بچھاتے ہیں ورنہ وہ علامت تھی کہ یہاں چاروں اماموں کا مسلک قابل تقلید ہے۔کسی کا نزاع نہیں ہے۔فرمایا حرمین شریفین کے اندر نماز تراویح بیس رکعت ہوتی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیس رکعت ہے۔اور اجماع اسی پر ہے۔اہل حدیث حضرات ۸ رکعت پڑھتے ہیں امام مالک کے نزدیک ۳۶ رکعت ہیں، اور ہر تراویح کے بعد بھی دو دو رکعت پڑھنا ہوتی ہے۔فرمایا کہ غیر مقلد جو ہوتے ہیں وہ جتنا بے ادب ہوگا اتنا ہی اپنے مذہب میں شاطر ہوگا۔تو غیر مقلد اپنے استاذ کی بھی مخالفت کرتا ہے ورنہ وہ غیر مقلد کیسے ہوا، غیر مقلد کا مطلب ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی اتباع نہ کرے یہ بھی ایک لائن ہے اللھم احفظنا۔

فرمایا کہ پرنامبٹ میں غیر مقلدوں کا بہت زور تھا۔ہمارے دادا جان جن کو بڑے حضرت کہتے تھے یہاں چوک مسجد کے ذمہ داروں میں اور غیر مقلد کی مسجدوں کے ذمہ داروں میں بہت جھگڑا فساد ہوگیا تو اس زمانہ میں انگریز جج بن کر آئے تو ہمارے لوگوں نے کہا کہ بڑے حضرت ہمارے موافق بیان دیں تو اچھا رہے گا، تو بڑے حضرت نے فرمایا کہ جو ہوا وہ کہوں گا تو ہمارے حضرت دادا جان عمامہ اور عصا اونچا پائجامہ نیچا کرتا پہن کر تشریف لائے سارے امام صاحب موجود تھے تو حنفیوں نے شور کیا کہ حنفیوں کے امام صاحب آگئے تو حنفیوں کے امام صاحب آگئے، تو انگریز جج نے پوچھا آپ حنفیوں کے امام ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا میں تو ہر اس آدمی کا امام ہوں جو میرے پیچھے نماز کی نیت باندھ لیتا ہے۔میں تو پیچھے مڑ کر دیکھتا نہیں کہ میرے پیچھے کون کون ہے؟ انگریز جج نے کہا یہ بزرگ غیر جانبدار ہیں ان کو جانے دیا جائے

فرمایا کہ انگریز نے کہا مولانا آپ جائیے۔ فرمایا کہ غیر مقلدوں کے پیش امام ہمارے حضرت کی بہت مخالفت کرتے تھے حضرت دادا جان کچھ نہ کہتے تھے تو ایک دفعہ ان امام صاحب کو ان کے ہی مقتدیوں نے زینہ پر سے دھکیل دیا مارا پیٹا اور بھگا دیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ غیر مقلد حضرات مسجد چوک میں زبردستی اپنے امام کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا ہمارے دادا جان وضو فرما رہے تھے اطمینان سے وضو فرمایا جب ان کی جماعت ختم ہوگئی تو حنفی لوگوں نے کہا اب ہماری نماز ہوگی تو ہمارے دادا جان بڑے حضرت نے فرمایا کہ یہ حنفیہ کی مسجد ہے حنفیہ کی مسجد میں دوسری جماعت نہیں پڑھائی جاتی سب نے اپنی نماز فرداً فرداً پڑھ لیں حضرت کا یہ جملہ تاریخی جملہ بن گیا اور آپ نے کس انداز سے اس مسجد کو حنفیہ کی مسجد ہی خاص کردی۔

فرمایا کہ ۲۹ رمضان کو یہاں بیان ہوتا ہے مسجد میں تو میں نے بیان کیا ہر سال کرتا ہوں گزشتہ سال نہیں ہوا تو یہاں جھگڑا ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ حکیم صاحب کا بیان نہیں ہوا تھا اس لئے جھگڑا ہوا ہے لہٰذا اس سال ضرور ہونا چاہئے حضرت مفتی صاحب نے کہا کہ آپ جیسے بھی ہو بیان کیجئے بہر حال میں نے اپنے بیان میں کہا کہ میں آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا ہوں چونکہ حدیث میں ہے کان رسول ﷺ یفصل بین کلامہ کہ آپ ﷺ دوران کلام فصل فرماتے تھے چونکہ ایک صاحب نے کہا تھا کہ حکیم صاحب کا بیان ہے تو اچھا لیکن وہ فرفر نہیں بولتے تو اس کا جواب میں نے دیا کہ بھائی یہ بھی سنت ہے۔ اصل بات ہے بھی دھیان میں رہے کہ عربی خطبہ کا اردو میں ترجمہ ہوا تھا اور بہت لطف ملا، بعد نماز عصر چائے نوش کی گئی اور کے جی ایف آنے کی تیاری ہوئی، جناب سلیم صاحب اور جناب نیاز صاحب سے ملاقات ہوئی۔

☆☆☆

مجلس صیانۃ المسلمین کی اہمیت حضرت حاذق الامتؒ کی نظر میں

۱۹۳۰ء کا دور ہے، تحریکوں کی بھرمار ہے، جا بجا انجمنوں کا قیام ہے، مختلف فتنے مختلف شکل میں سر اٹھا ہوئے ہیں آج اس کا جواب کل اس کا جواب دیا جا رہا ہے اور مسلمان ہیں کہ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہماری تحریک اور ہمارا طرز فکر ہی صحیح ہے، یہ ساری دوڑ دھوپ محض دنیا کے لئے ہیں اور دنیوی جاہ وعزت کے لئے ہیں، شریعتِ دین اور فکرِ آخرت اس میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی مسلمانوں کی فلاح و بہبودی دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ایسے وقت میں ایک مردِ خدا، قوم کا خیر خواہ، مسلمانوں کا دردمند، اور امتِ محمدی ﷺ کے کرب اضطراب کو محسوس کرنے والا حکیم جس کو دنیا نے حکیم الامتؒ قرار دیا اور رہتی دنیا تک یہ لقب اسی ذات کے ساتھ خاص ہو گیا۔ یہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات گرامی ہے۔ آپ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں بیٹھ کر مسلمانوں کے لئے ایک اجتماعی دستور العمل پیش کیا کہ دنیا یہ جان لے کہ اس خانقاہ میں صرف ذکر و اذکار، تسبیح و تہجد سکھائی نہیں جاتی ہے بلکہ انسانوں کو انسانیت سے روشناس کرایا جاتا ہے، اور یہاں انسانیت بھی سکھائی جاتی ہے، جو تقاضائے ایمان کامل ہے۔ طریقت بجز خدمت خلق نیست، یہ تسبیح و

سجادہ و دلق نیست۔ حکیم الامتؒ کا یہ مزاج نہیں کہ جو اپنی سمجھ میں آجائے وہ دوسروں پر لاگو کر دیں اور اس کا حکم کر دیں، بلکہ خانقاہ امدادیہ میں علماء امت کی ایک بہت بڑی جماعت حاضر باش رہتی تھی۔ اس دربار علم و حکمت میں یہ حضرات جہاں اپنا مداوا کرتے تھے وہاں حکیم الامتؒ بوقتِ ضرورتِ دینی علمی خدمات اور اس سلسلہ کے مشورے ان سے لیتے تھے۔ گویا کہ حضرت حکیم الامتؒ کی یہ شوریٰ تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس اجتماعی دستورالعمل میں چند مخصوص علماء و اکابر امت کو شامل فرما لیا۔ اور جو سب سے زیادہ اس کام کے اہل تھے بس یہ کام ان کے سپرد کر دیا۔ اس اجتماعی دستورالعمل کا نام مجلس صیانۃ المسلمین رکھا۔ اور اس کے بنیادی مقاصد یہ رکھے کہ اجتماعی طور پر امت کے سامنے یہ دستورالعمل پیش کیا جائے کہ عقائد درست ہوں، عبادات صحیح ہوں، معاملات کی شرعی حیثیت معلوم ہو، معاشرت کی خرابیاں دور ہوں اور اخلاق حسنہ پیدا ہوں، اخلاق رذیلہ دور ہوں، حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام ہو سلف و صالحین سے محبت اور تعلق قائم ہو نفس، شیطان کے مکائد سے حفاظت ہو، ملکی اور شہری سیاست سے مجلس صیانۃ المسلمین کا کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ خالص شرعی اور اخلاقی تربیت کی مجلس ہو جس کے ذریعہ امت کو اپنی مشکلاتِ زندگی میں اہل حق علماء اور مشائخ سے اور ان کی تقریروں اور تحریروں سے استفادہ کا موقع حاصل ہو۔ انہیں مقاصدِ حسنہ کے پیش نظر مجلس کی بنیاد رکھی گئی اور اپنے ہی تربیت یافتہ اور محبوب خلیفہ و مجاز حضرت مولانا جلیل احمد صاحب شیروانی علی گڑھیؒ کے حوالہ یہ کام سپرد کیا گیا۔ یہ عاشق حکیم الامت اپنی خداداد صلاحیت اور صالحیت سے اس مشن کو آگے بڑھانے میں تن من دھن کی بازی لگا کر سب کچھ قربان کر کے تا دمِ آخر اس مجلس کی قیادت کرتے رہے جب تک ہندوستان میں رہے کام آہستہ آہستہ چلتا رہا جب پاکستان منتقل ہو گئے وہاں اس کام کے لئے آپ کو میدان عمل خوب ملا، علماء اور مشائخ طریق نے اس مجلس کا خوب خوب استقبال کیا بالخصوص بزمِ اشرف

کے ناموراور روشن چراغوں نے اس کو تابانی بخشی میرے علم کے مطابق مندرجہ ذیل حضرات اکابر اور مشائخ عظام نے اس کی سرپرستی کی اور نگرانی فرمائی۔

- شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ
- حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی
- حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ
- حضرت مولانا مفتی احمد حسن صاحب امرتسریؒ
- حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ
- حضرت مولانا ماسٹر شریف صاحبؒ
- حضرت مولانا قاضی عبدالسلام صاحبؒ
- حضرت مولانا حافظ عنایت علی صاحبؒ
- حضرت الحاج ظفر احمد صاحب زنجرؒ
- حضرت مولانا فقیر محمد صاحب صاحب پشاوریؒ
- حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ
- حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

خدا رحمت کند ایں عاشقاں را

اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ تو روز اول سے تا حیات اس چمن کی آبیاری اور سرپرستی کرتے رہے اور یہ سلسلہ آج تک آپ کے فرزندوں میں جاری ہے حضرت خلیفہ اکبر حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حکیم الاسلام مولانا احمد صاحبؒ آج بھی اس کی صدارت وسرپرستی کر رہے ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم نے سابقہ صدر مجلس حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی کی خدمات کو فراموش کر دیا حضرت مولانا ایک مدت تک مجلس صیانۃ المسلمین

کے خدمات کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے، پھر یہ خدمت جلیلہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کے لائق ہونہار سپوت مسیح الامت کے حقیقی بھانجے اور خلیفہ و مجاز مسیح الامتؒ حضرت مولانا مفتی وکیل احمد صاحب شروانی دامت برکاتہم نے اپنے ذمہ لے لی کام کی لگن باپ سے ورثہ میں پائی ہے اکابر اس امانت کے آپ وکیل ہیں اور روح رواں ہیں۔ مجلس صیانۃ المسلمین کے آپ ''جزء لاینفک'' ہیں ہمارے لئے اس مجلس کی افادیت اور اس سے استفادہ کے لئے یہی حضرات اکابر سند ہیں کہ جب ان حضرات علماء کرام مشائخ عظام نے اپنے آپ کو اس مجلس سے وابستہ کیا ہے اور اپنا تعلق خاطر قائم رکھا ہے تو ہم خوشہ چینوں کے لئے یہ کتنی سعادت کی بات ہے کہ اولین فرصت میں اپنے آپ کو اس مجلس سے وابستہ رکھیں فائدہ مجلس کا نہیں بلکہ اپنا ہے۔ "ھم القوم لا یشقی جلیسھم" ایسے ایسے اکابر امت کی نسبتیں اس میں کھنچ کر آ گئی ہیں کہ آج ایک ایک کی بھی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ ان نسبتوں کی خیر و برکات تو عام مسلمانوں کے لئے باعث شرف رہی ہے جو حضرات بالواسطہ یا بلا واسطہ حکیم الامتؒ یا خلفاء حکیم الامتؒ سے وابستہ ہیں ان حضرات کے لئے تو ضروری ہے اتباع شریعت کے ساتھ آداب طریقت کا حسین سنگم ہے۔

طرق العشق کلہا آداب

ادبو النفس ایہا الاصحاب

اس مجلس کے سلسلہ میں حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی کا فرمان حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ فرمایا کہ مجلس صیانۃ المسلمین جو میرے حضرت کی قائم کردہ ہے اس سے بے اعتنائی اکابر کی نسبتوں کی ناقدری ہے۔ امت کے ہر فرد کے لئے یہ صدائے عام ہے جو صحیح المسلک ہو وہ حتی المقدور اس سے رابطہ قائم رکھے اور بہت ہی حیرت ناک ہے کہ تھانوی المشرب ہو اور اس مجلس سے الگ تھلگ رہے۔ کیا ہم

نہیں دیکھتے اور اس میں ہمارے لئے کتنا سبق ہے کہ بقیۃ السلف محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے سال دو سال میں ضرور ہی مجلس صیانۃ المسلمین کے اجلاس میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، بروقت تشریف لاکر ہزاروں قلوب کو فیضیاب فرماتے ہیں اور مجلس صیانۃ سے برابر اپنا تعلق خاطر قائم رکھے ہوئے ہیں یہ وہی نسبتوں کا احترام ہے جس کے متعلق حضرت مسیح الامت نے نشاندہی فرمائی ہے۔

ہم جیسے دور افتادہ اہل ہند کے لئے مجلس کے اجلاسوں میں حاضری آسان نہیں لیکن اہل پاکستان کی خوش نصیبی اور سنہری موقع ہے کہ ان کے ہاں یہ مجلس ہے، بہ سہولت یہ دولت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اجلاس کا انعقاد کئے بغیر بھی اوقات فرصت میں مجلس کے دفتر اور پروگراموں میں شریک ہوکر اس یادگار امانت کی حفاظت کے لئے اپنے سے ہونے والا تعاون قلباً لساناً و مالاً پیش کر کے سعادت ابدی حاصل کرسکتے ہیں خدمات مجلس و خدام مجلس کی حوصلہ افزائی کر کے کام کو وسیع سے وسیع کیا جاسکتا ہے" واللہ الموفق وھو یھدی السبیل"۔

بیانات وتقاریر

خطاب ۱

قلب سے کدورتیں دور کرنا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

بتوفیق الٰہی حضرت مسیح الامتؒ کی برکت سے عرض کرتا ہوں ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے قلب قابل استعمال کب ہوتا ہے؟ قلب اس وقت قابل استعمال ہوتا ہے جب اس کے اوپر کا پوست نکال دیں اس کے بعد پھر اس کے اوپر ایک پتلی سی جھلی ہوگی اسے بھی دور کرنا، اس کے بعد جو قلب کو استعمال کریں گے تو قلب کا جو فائدہ وہ قابل استعمال رہے گا۔ ہمارے قلوب کے اندر جو کدورتیں خباثتیں ہیں جب تک اس کو نکالیں گے نہیں اس وقت تک ذکر اللہ کی حلاوت ہم کو نصیب نہیں ہوگی۔ اللہ کا ذکر ہم کرتے ہیں اس کے لئے وقت بھی نکالتے ہیں لیکن ذکر کا بڑا لطف ہم کو نہیں ملتا، کیوں نہیں ملتا؟ اس لئے کہ اصل چیز یہ ہے کہ جو چیز جس طرح سے استعمال کرتا ہے وہ ہم کو معلوم نہیں قلب آج ہمارے ٹھیک نہیں طرح طرح کی چیزیں ہمارے قلب کے اندر ہے۔ اور ہم متلاشی کس بات کے ہیں؟ اطمینان قلب کے ہماری ساری چیزیں ہیں کھانا ہے کپڑے ہیں اور رہنے سہنے کی چیزیں ہیں۔

حضرت نے فرمایا ساری سہولتیں بھی مہیا ہیں ہمارے پاس تجارت زراعت بھی ہے سارے ساز وسامان موجود ہیں اور یہ تمام ساز وسامان کس کے لئے کرتے ہیں؟ اس لئے کہ ہمیں راحت سکون اور اطمینان ملے مگر ان تمام چیزوں کے موجودگی کے باجود ہمیں چین کی زندگی میسر نہیں۔ہم پریشان حیران سے رہتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں تمہاری پریشانی بے اطمینانی اگر دور ہوسکتی ہے تو صرف ذکر اللہ سے ہوسکتی ہے۔"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" عربی کا قائدہ ہے جو چیز مقصود اور مہتم بالشان ہوتی ہے اس کو مقدم بیان کرتے ہیں اس آیت کریمہ کے اندر بذکر اللہ کو مقدم فرمایا"تطمئن القلوب" موخر فرمایا"الا تطمئن القلوب بذکر اللہ" کا بھی مطلب وہی ہے ذکر اللہ ہی سے اطمینان قلب حاصل ہوگا۔

کرتے تھے ذکر اللہ تو کرتے ہو کس طرح کرتے ہو؟ دل کی کدورتوں کے ساتھ اعلیٰ اسم کو ذکر کریں گے تو اس کا ثمرہ کیسے مرتب ہوں گے،ہمارے اندر جو کینہ ہے حسد ہے حب مال حب جاہ اور برائیاں ہیں ان کو جب تک اپنے اندر سے نہیں نکالیں گے کسی سے عداوت کسی سے بدلہ لینے کی،کسی سے غیبت کرنا ہمارا شعار ہے،ان ساری برائیوں کے ساتھ ہم ذکر اللہ کریں۔حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ذکر اللہ ایسی دولت ہے کہ بندہ اپنے خدا کا ذکر کرے اور اللہ اسے محروم رکھے ہرگز نہیں،ایسا نہیں دیکھئے سنئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں جو بندہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے ملائکہ کی مجلس میں یاد کرتا ہوں،ذکر کرنے کے لئے وضو کرنا قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا ایسا نہیں ہے بلکہ جیسا تم سے بن پڑے تم اللہ کو یاد کرو جب تم اللہ کو یاد کروگے وہاں آسمانوں میں تمہارے تذکرے ہوں گے،آسمانوں میں تمہاری محبت کا ذکر ہوگا،ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل کو فرماتے ہیں کہ مجھے اس بندہ سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو جبرئیل اعلان کرتا

ہے فلاں بندہ اللہ کا محبوب بن گیا ہے تم فرشتوں کی جماعت اس سے محبت کرو، ساتویں آسمان سے چھٹے آسمان پر اس سے پانچویں آسمان سے ہو کر پہلے آسمان پر پھر زمین پر، حدیث میں آتا ہے کہ ذکر کی برکت سے زمین پر بھی اس کی مقبولیت شروع ہو جاتی ہے۔ ذکر اللہ کا ہے اللہ کو یاد کرنا لیکن حضرت فرمایا کرتے ہیں یاد کرنے کا جو طریقہ ہے اسے تم کرتے ہو مگر اس کے ساتھ جو رکاوٹیں ہیں، طبیب نے ایک دوا یا ٹانک کے بارے میں بتا دیا یہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے اس کا فائدہ بیان کر دیا اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے ضد پر عمل ہوتا رہے جو چیزیں نقصاندہ ہے اس کا بھی استعمال کرنے لگا تو یہ ٹانک مقویات ہے سب کے سب دھری رہ جائیں گی۔

اسی طریقہ سے حدود مقرر ہیں اللہ کی جانب سے مومن کے لئے اگر تمہیں میرا محبت میرا تقرب حاصل کرنا ہے تو ان چیزوں سے بچنا پڑے گا تمہارے دل کے اندر یہی چیزیں نہیں ہوں گی اس لئے کہ تم مومن ہو تمہارا ایمان ہے، مومن کی اصل کیا ہے امن و امان ایمان جو ہے وہ امن سے ہے، تمہارا قلب امن سکون حاصل کرے گا، اس وقت جب تم ان برائیوں سے بچو گے، ایک طرف فساد کا انتظام ایک طرف امن کا انتظام تو امن کیسے قائم ہوگی مومن کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ جو چیز امن کے خلاف ہے بدامنی کی ہے برائی کی ہے ان سے بچے۔ جب بچنے لگے گا اس وقت یہ چیزیں یعنی اللہ کا ذکر محبت میں کارآمد ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں لپک لیتا ہوں ادھر تو یہ فضل و کرم جود کرم ادھر بندہ ہے کہ غافل ہے اور یہ سوچتا ہے کہ ہم تو نیکیاں کرتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں صحیح ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں ساتھ ساتھ یہ جو دل ہے ہم اس کی نگرانی تو نہیں کرتے، A.C. کار میں A.C چالو کرنے کے بعد کھڑکی کھول دیں تو کیا فائدہ ہوگا۔

عقیدہ کا مطلب

عقیدہ کا مطلب کیا ہے کہ اللہ کے ساتھ ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہئے انبیاء ملائکہ کے ساتھ ہماری کیسی عقیدت ہو اور اللہ کی کتابوں، رسولوں اور آخرت پر ہمارا کیسا یقین ہو، تو سب سے مقدم عقائد ہیں بعدہ اس کے عبادات پھر اس کے ایک ایک حصہ پر عمل گویا تمام چیزوں کے "اندر یریدون وجہہ" کہ اللہ کی ذات مقصود ہو اس کی عبادت و عمل سے کوئی دنیاوی غرض مقصود نہ ہو بعدہ معاملات معاشرت اور دیگر شعبہ جات، جب مسلمان اللہ کے لئے لوگوں سے ملتے اور سلام کرتے ہیں، حدیث میں آتا ہے جب دو مسلمان آپس میں اللہ کے لئے ملتے ہیں تو دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ رضائے الٰہی کے لئے ہو اگر اس سے کوئی دنیاوی غرض مقصود ہو یا اگر یہ نیت ہو کہ نہیں ملیں گے تو کیا سمجھیں گے برا مانیں گے تو پھر اس عمل پر "یریدون وجہہ" کا عمل ختم ہو گیا تو گویا ہر عمل کے اندر رضائے الٰہی دیکھیں اور منہیات و منکرات سے بچیں اور ان سے بچنا بھی اللہ کے لئے ہو۔

آیت کے دوسرے حصے کی تفصیل

"یبتغون فضل من اللہ و رضوانا" مومن بندہ نے جو عمل رضائے الٰہی کے لئے کیا اس عمل سے اس کی غرض اور مقصود یہ ہے کہ میں اللہ کا فضل طلب کر رہا ہوں، ہمیں بندوں سے کچھ نہیں لینا اور اس میں اللہ کی مرضی مقدم ہو، حضرت فرمایا کرتے ہیں ہمارے حضرت مسیح الامت ؒ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اپنے کو اللہ اور عمل کے درمیان سے نکال دو یعنی جو بھی کام ہو اس میں اپنے کو بیچ سے نکال دو کوئی غرض نہ ہو جو حکم ہوا کر ڈالو اور ان کی ناراضی سے بچو، آدمی کو کامل اخلاص اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے کو درمیان سے نکال دیتا ہے، انا کو ختم کر دیتا ہے اور اس کو ختم کرنا آسان نہیں

ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں کو ختم کرو، جو بھی ہے اسی کے فضل سے ہوا، توفیق الٰہی سے کام ہوا، عبادت اسی کی توفیق سے ہوئی، یہ بہت اونچا اخلاص ہے جیسے نماز پڑھنا اسی طرح ایک دوسرے سے ملنا، ہمکلام ہونا ملاقات ومصافحہ اللہ ہی کے لئے۔

اصلاحی تعلق مقصد

فرمایا ہے جو ''میں'' ہے، اس کو ختم کرنے کی تربیت اور مشق کرائی جاتی ہے، ٹریننگ دی ہے کہ نیت وارادے بالکل صاف ہوں، اگر یہ اخلاص ختم ہوگیا تو سارے کے سارے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، حدیث میں آتا ہے کہ شہید جس نے جہاد میں اپنا مال اپنی جان قربان کردی لیکن قیامت کے اندر جہنم میں جھونک دیا جائے گا وہ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے جہاد کیا صرف دنیا کو دکھانے کے لئے کہ دنیا مجھے بڑا مجاہد کہے پھر ایک عالم کو پوچھا جائے گا علم حاصل کیا تیرے اعمال کیا ہیں وہ کہے گا میں نے حفظ علم دین حاصل کیا ایسے ایسے کام کیے حق تعالیٰ فرمائیں گے اس کو جہنم میں جھونک دو، وہ میری رضا کے لئے نہیں بلکہ نیت یہ تھی کہ لوگ تم کو عالم ومتقی کہیں۔

ایک سبق آموز واقعہ

فرمایا بغداد میں ایک مشہور مدرسہ نظامیہ اس زمانے کا گورنر ایک مرتبہ آیا اور دیکھا طلبہ پڑھ رہے ہیں ایک طالب علم سے اس نے پوچھا کہ میاں تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں فلاں کتابیں پڑھ رہا ہوں اس نے پوچھا کیوں پڑھ رہے ہو؟ میرا ارادہ ہے کہ میں قاضی بن جاؤں گا، آگے بڑھے تو ایک طالب سے اور پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں پڑھ کر مفتی بنوں گا، غرض کہ سبھوں نے جواب دیا میں فلاں فلاں عہدے پر رہوں گا، ان جوابات سے بڑا مایوس ہوا کہ اتنا روپے خرچ کرکے کیا فائدہ لہٰذا مدرسہ کو بند کردیا جائے، آخر میں ایک طالب علم کے پاس پہنچا یہاں بھی وہی دھرایا

گیا کہ کیوں پڑھ رہے ہو تمہارا کیا ارادہ ہے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کہا کہ پڑھ رہا ہوں تاکہ میں اس سے اپنے رب کو پہچانوں اور اس دین کی اشاعت کرسکوں اگر اللہ مجھے توفیق دے یہی میری غرض ہے مجھے فرصت بھی نہیں ہے آپ جانتے ہیں اور مجھے پڑھنے دیجئے، تب بادشاہ کے سمجھ آیا کہ اس کی وجہ سے ایک مدرسہ قائم ہے اور ہماری محنت و روپیہ رائیگاں نہیں ہوگا، پھر پوچھا کہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟ کہا میرا نام غزالی ہے کہ بچپن سے ان کو اللہ کی معرفت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی کام اللہ کے واسطے کرتا ہے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور زندگی اپنی سدھرتی ہے ہی دوسروں کی بھی سدھرتی ہے، یہ ہزار برس پہلے کا واقعہ ہے۔

امام غزالی کا ایک اور واقعہ

یہی بچہ آگے چل کر حجۃ الاسلام امام غزالی کے نام سے مشہور ہوا اور دین وحق کی تعلیم و تبلیغ میں آسمان بن کر ابھرا، فرمایا امام غزالی دو بھائی تھے، ایک امام غزالی دوسرا احمد غزالی نماز پڑھاتے تو احمد غزالی اس کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے، امام صاحب کو بہت ناگوار گزر رہا تھا اس لئے کہ احمد عمر میں ان سے چھوٹے تھے، پیدائشی ولی تھے، امام غزالی نے اپنی ماں سے شکایت کی احمد میری اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا ہے الگ سے نماز پڑھتا ہے ان کی ماں نے ان کو ڈانٹا کہ بھائی اتنا بڑا عالم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو کہا کہ اب پڑھوں گا عشاء کی نماز شروع ہوئی جماعت کے ساتھ کھڑے ہو گئے احمد غزالی نماز توڑ کر باہر چلے گئے محمد غزالی کو بہت غصہ آیا اور پھر ماں سے شکایت کی کہ آج نماز کیلئے آیا بھی تو نماز توڑ کر باہر چلا آیا، ماں نے دریافت کیا تو کہا یہ نماز میں کھڑے کھڑے مسائل سوچتے ہیں، حیض کا مسئلہ آ گیا اس کو حل کرنے لگتے ہیں گویا یہ ساری چیزیں امام غزالی پر منکشف ہو گئیں اور اس کی نماز سے گندگی اور خون کی بو آنے لگتی ہے،

ماں سمجھدار تھی سمجھ کر کہنے لگی کہ تم دونوں نالائق ہو کہ تجھ کو نماز کے اندر مسائل حل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اے احمد تم کو اس کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی تو اللہ کے لئے کھڑا رہ، اگرچہ نماز میں مسائل سوچنا جائز ہے لیکن یہ اخلاص سے منافی ہے کہ توجہ الی اللہ سے توجہ الی الخلق ہے۔

گویا رضائے الٰہی کے لئے جو بھی کام ہو اس میں برکت ہے اور اس سے آدمی ترقی کرتا ہے اور اس ترقی میں نفس شیطان ہوتا ہے جو رکاوٹ بنتا ہے اس سے بچنا چاہئے اس لئے ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ درمیان میں جو چیز آئے اس کو ہٹادو اور اس کے پیچھے مت پڑو اور جو خدشہ اول مرحلہ میں آتا ہے اس وسوسہ کو ہٹادو اور یہ شیطان پہلا حملہ ہے اس سے بچو اس سے بچ کر کام شروع کردو، نفس شیطان سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے اس سے بچو اور کام کو جاری رکھو۔

حضرت تھانویؒ نے اس سے بچنے کی تدبیر بتائی

فرمایا توبہ استغفار کرو، اس سے نفس مردہ ہو جاتا ہے، اگر اس کی اتباع کروگے اور اس کے تقاضوں کو پورا کروگے تو نفس زندہ ہو جائے گا، گویا اس سے بچنا روح کو زندہ کرتا ہے اور اس کو کرنے سے روح مردہ ہو جاتی ہے اور روح کے زندہ رہنے میں دنیا آخرت کی کامیابی ہے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ وسوسہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی طرف دھیان مت دو، ہمارا دل تو ایک سمندر ہے اس میں بہت ساری چیزیں ہیں جیسے سمندر میں بہت ساری مخلوقات ہے، جب وسوسہ آئے تو سمجھو کہ تمہارا دل ایک سمندر ہے، اس وقت اپنی توجہ حق تعالیٰ کی طرف کرو اور ان وسوسوں کی فکر چھوڑ دو اور اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں ذکر و تسبیح کرتا ہوں تو کچھ نہ کچھ وسوسہ آہی جاتا ہے اور ایک

تسبیح کبھی پوری نہیں ہوتی اس لئے ہم یہ سوچیں کہ جو ہوسکا وہ توفیق سے ہی ہوا، گویا توفیق سے ہوا صرف اعمال کے وقت توجہ اور دھیان اللہ کی طرف ضروری ہے، قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کا کام ہے، گویا قبولیت مشیت ایزدی پر منحصر ہے، اس لئے کہ ہمارے اعمال اللہ کے شایان شان نہیں۔

دو کام کی باتیں

فرمایا ایک یہ کہ جو بھی عمل ہو ان کی توفیق سے ہو اور دوسری قبولیت ان کے قبضہ وقدرت میں ہے اور اس سے مایوس نہ ہو اور پریشان بھی نہ ہوں اس سے اپنے عمل پر نظر ہوگی۔

مریدون وجھہ

فرمایا زندگی کے ہر موڑ پر رضائے الٰہی پیش نظر ہو اور مرید تو اس لئے کیا جاتا ہے کہ آدمی کی نیت اور ارادہ درست ہوجائے، مرید اسی یریدون وجھہ سے ہے، ارادت سے نفس کا رخ اللہ کی طرف ہوجاتا ہے اگر شیخ کے حکموں کے مطابق نہیں کرتا ہے تو اس نے اپنے کو نفس کا مرید بنالیا اور نفس کا پیروکار بن گیا، اس لئے کہتے ہیں کہ شیطان سے بڑا دشمن نفس ہے، اوامر پر عمل کرنا نواہی سے بچنا ہی اصل مرید کی پہچان ہے اور اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے، اور اخلاص کے لئے عمل نہ چھوڑے بلکہ عمل کرتا رہے اور اخلاص کا طالب رہے۔

☆☆☆

خطاب ۲

دنیا میں مال کی ضرورت ہے

نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

ارشادفرمایا ایک مرتبے کا واقعہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اورآپس میں یہ بحث چھڑگئی کہ مسلمان اور ایک مومن کے لئے مال کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ اس مسئلے میں صحابہ دوگروپ میں بٹ گئے۔

ایک گروپ کا کہنا ہے تھا ہمیں مال ومتاع کی ضرورت ہے۔

دوسرا گروہ کا کہنا تھا کہ مال کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ بحث ومباحثہ آپس میں چل رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دولت کدہ سے مسجد میں تشریف لے آئے اور آپ کے چہرے سے خوشی کے آثار ظاہر ہورہے تھے ہشاش بشاش تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا بحث چل رہی ہے تو صحابہ کرام نے پورا واقعہ سنایا تو آپ نے اس واقعہ کے سننے کے بعد فرمایا کہ "لا باس بالمال لمن اتخذ عزو جل" کہ مال ودولت بری چیز نہیں ہے بشرطیکہ جو شخص تقوی و پرہیزگاری اختیار کرے تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے والے کو اگر مال ملتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مال ضرورت کی چیز ہے

اس حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں کہ مال ایک ایسی ضرورت کی چیز ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنی روزی اور اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال اور اپنی عزت کا خیال کر سکتا ہے اسی طرح سے اللہ اگر علم دیتا ہے تو اس کے ذریعہ آدمی بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے تو اللہ رب العزت نے آپ کو علم دیا اور اس کے ساتھ مال بھی۔

مال کے حقوق

محدثین فرماتے ہیں کہ مال کے ساتھ اگر علم ہو تو اس کو صحیح طرح پر خرچ کرنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا حلال وحرام کے مابین فرق کر سکتا ہے اگر ایسے شخص کو مال مل جائے تو اس کے لئے مال مضر نہیں ہے اس کے برعکس ایک شخص ہے جس کو مال مل گیا لیکن مال کا مصرف نہیں جانتا مال کے حقوق کا علم نہیں کہاں زکوۃ ہے کہاں صدقات ہے کس کس پر خرچ کرنا ہے کچھ نہیں جانتا علم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نیت کے اندر فساد وفتور آ سکتا ہے علم نہ ہونے کی وجہ سے مال غلط راہ پر خرچ کرے گا دل میں جو آیا کر دیا تو ایسا مال اس کے لئے وبال جان ہے اور مضرت رساں ہے۔

مال وبالِ جان بھی ہے

ایک تیسرا شخص ہے جس کے پاس علم ہے لیکن مال نہیں ہے اور تمنا بھی کرتا ہے کہ اگر اللہ مال دے تو اس کے راستے میں خرچ کروں گا اور جو حقوق اس نے عائد کئے ہیں اس کو ادا کروں گا تو علماء فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے اللہ رب العزت اجر وثواب عطا فرماتے ہیں کیونکہ اس کی نیت درست ہے ایک چوتھا شخص ایسا جس کے پاس مال ہے لیکن علم نہیں ہے تو یہ مال اس شخص کے لئے مضرت رساں ہے اور غلط طریقے سے

استعمال کرے گا تو پھر یہ مال اس کیلئے بجائے وبال جان اور رحمت بن جائے گا تو معلوم ہوا کہ مال فی نفسہ برا نہیں ہے مال کی قباحت اس کے استعمال پر موقوف ونتی ہے اگر مال کے حقوق ادا کرتا ہے بغیر کسی اسراف کے خرچ کر رہا ہے تو ایسا مال اس کے لئے راحت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "لا باس بالمال لمن اتخذلله عزو جل" جو آدمی اللہ سے ڈر کر اپنی زندگی گزارتا ہے تو ایسے شخص کو مال مل جانا برا نہیں ہے وہ مال جمع کر سکتا ہے زراعت کر سکتا ہے تجارت کر سکتا ہے مال کے حصول کے لئے ذرائع اختیار کر سکتا ہے۔

مال بڑی نعمت تھی

صحابہ کرامؓ میں بڑے بڑے تاجر گزرے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بہت بڑے تاجر تھے روزانہ ان کے دستر خوان پر سوسو آدمی کھانا کھاتے تھے اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مالدار تھے، تو صحابہ کرام کے نزدیک بھی مال بہت بڑی نعمت تھی مگر حقوق کی ادائیگی کے ساتھ زکوۃ صدقات کر کے اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے تھے اور کوئی ناجائز خرچ اور اسراف نہیں کرتے تھے۔

اولیاء اللہ بھی مالدار تھے

ارشاد فرمایا ایسے ہی اولیاء کرام بھی مالدار تھے مال ومتاع ان کے تابع دار تھے مال کمانا اپنی جگہ، مال خرچ کرنا اپنی جگہ، لیکن لا باس بالمال لمن اتخذلله عزو جل کے قانون کی پابندی کرتے تھے گویا تقوی وطہارت ان کی زندگی کا جز وحصہ بن گیا تھا تقوی وطہارت کے بدولت کسی قسم کی ناجائز حرکت ان سے نہیں ہوتی تھی اور ناجائز مال ہی خرچ ہوتا سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کتنے مالدار تھے، ان کا اپنا جہاز چلتا تھا بڑے دولت مند تھے یہ الگ سی بات ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو چن لیا تھا وہ اللہ کے ہو

گئے تھے اللہ ان کا ہو گیا تھا اور اولیاء کرام کے سردار ہو گئے اور اپنی ساری زندگی کو قناعت کے ساتھ بہت پابندی کے ساتھ اپنے آپ کو شریعت کے متبع بنا کر گزار دی۔

مال کی محبت دل میں نہیں

حضرت والا نے فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجلس لگی تھی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی مجلس میں رونق افروز تھے ایک آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ آپ کا فلاں جہاز جو مال و دولت سے لدھا ہوا غرق ہو گیا ہے تو حضرت شیخ تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہے پھر فرمایا الحمد للہ پھر دو روز کے بعد مجلس لگی ہوئی تھی ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ حضرت والا وہ جہاز جو دو روز قبل غرق ہو گیا تھا مال و متاع کے ساتھ صحیح و سلامت خیریت کے ساتھ واپس آگیا ہے تو حضرت کے اس حیرت انگیز عمل پر مریدین نے سوچا کہ حضرت نے جہاز کے غرق ہونے پر الحمد للہ کہا اور جہاز کے خیریت سے واپس آنے پر بھی الحمد للہ کہا آخر ماجرا کیا ہے۔

نفع پر خوشی نہیں نقصان پر غم نہیں

تو مریدین میں سے ایک شخص نے عرض کیا حضرت آخر بات کیا ہے کہ جہاز کے غرق ہونے پر بھی آپ نے الحمد للہ کہا اور اب جہاز واپس آگیا تو آپ نے الحمد للہ کہا تو حضرت شیخ نے فرمایا جب مجھے معلوم ہوا کہ میرا جہاز مال سمیت غرق ہو گیا ہے تو میں نے اپنے قلب کی طرف دیکھا کہ اس خبر کی وجہ سے اس پر کیا اثر پڑا ہے اور کیا کیفیت طاری ہوئی ہے تو میں نے دیکھا کہ میرے دل پر کوئی اثر نہیں کوئی رنج نہیں تو گویا میرا دل محفوظ تھا تو اس پر میں نے الحمد للہ کہا اور یاد حق میں لگا ہوا ہے کہ مال چلے جانے کا کوئی غم نہیں ہے اور سلامتی پر الحمد للہ کہا تو اس لئے کہ مال کے تحفظ کے ساتھ واپس آنے کی کیفیت معلوم ہوئی تو تھوڑی دیر دل کی طرف متوجہ ہوا کہ دل خوش ہو گیا ہے کہ

نہیں کہاں تک میرا دل اس سے متاثر ہوا ہے تو میں نے دیکھا کہ مال کی سلامتی پر اور واپس آنے پر کوئی اثر نہیں ہے نہ آنے کی خوشی نہ جان کا غم اور دل اس وقت بھی یاد حق میں لگا ہوا ہے تو اس پر میں نے الحمدللہ کہا کہ میرے دل کو میرے رب نے اتنا تحفظ دیا کہ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی نہ جانے کا غم۔ تو شیخ اتنے بڑے دولت مند تھے پھر بھی ان کے دل میں دنیا نہیں ہے دل دنیا کی محبت سے بالکل خالی ہے۔

آج کے مادی دور میں ہمارا حال

فرمایا اگر ہمارے پاس کہیں سے ہزار دو ہزار یا پچاس ہزار آ جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت دیر کر دی اور نہ جانے ہم لوگ کتنے منصوبے بناتے ہیں کہ ہم لوگوں کی حالت بدل جاتی ہے ہمارا انداز گفتگو بھی بدل جاتا ہے رہنے سہنے کا طریقہ بھی بدل جاتا ہے لیکن ان کے جہاز کے جانے اور آنے کا کوئی غم نہیں ہے کیوں؟ اس لئے کہ ان کے اندر لاباس بالمال لمن اتقی اللہ عزوجل“ کی روح اور اسپرٹ کام کر رہی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی بڑے مالدار تھے

فرمایا امام اعظم ابوحنیفہؒ بہت بڑے تاجر تھے، ہزاروں لاکھوں کا مال روزانہ آتا تھا اور جاتا تھا لیکن اپنی جگہ کام میں لگے تھے وعظ و نصیحت کرتے رہتے اور فقہ حنفی کے بڑے امام تھے امام اعظم اپنے جسم پر اک عبا پہن کر نکلتے تو اس کی قیمت چار ہزار دینار تھی جو بادشاہ بھی نہیں پہن سکتا مگر اپنی جگہ میں ہیں، دیکھئے تو سہی صاحب تقوی صاحب فتوی بھی سب کچھ ہیں اور صاحب مال بھی اللہ کے فضل سے بہت قریب ہیں۔

☆☆☆

خطاب ۳

تقویٰ کے برکات

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد! فاعوذ با الله من الشیطان الرجیم باسم الله الرحمن الرحیم "یا ایها الذین آمنوا اتقو الله و کونو مع الصادقین"

توفیق الٰہی سے اور مسیح الامتؒ کی برکت سے عرض کرتا ہوں اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ ایک خاص چیز کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ اے ایمان والوں تقوی اختیار کرو اور صادقین کی معیت۔ معلوم ہوا کہ مطلوب و مقصود جو ہے وہ ایمان با اللہ ہے اس لئے سب سے پہلے فرمایا "یا ایها الذین آمنوا" ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ خطاب فرما رہے ہیں اور فرمایا "اتقوا الله" تقوی اختیار کرو، احکام الٰہی میں جو منہیات ہیں یعنی جن دو چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے ان چیزوں سے بچ کر چلو "اتقو الله" کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو کس چیز کے لئے جو چیزیں اللہ نے منع فرمائی ہیں ان چیزوں سے بچ کر اللہ کا خوف دل میں رکھیں جب اللہ کا خوف دل میں آئے گا تو اللہ کے سامنے اور پیشی سے ڈرے گا تو اس وقت آدمی منہیات سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ جب آدمی نڈر ہو جائے گا تو جو چاہے گا کرے گا۔ جب اللہ کا خوف دل میں آئے گا تو منہیات سے بچ کر چلے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ عمل یعنی بچ کر چلنا یہ تقوی اختیار کرنا اس وقت آسان ہے جب صادقین

کی معیت ہوگی۔صادقین کے ساتھ جب تم رہو گے جب ان کے ساتھ ملنا جلنا رہے گا ان کی خدمتوں میں جب تم رہو گے تو تقوی اختیار کرنا اللہ سے ڈر کر منہیات سے بچ کر چلنا آسان ہو جائے گا اور فرمایا "و کونو مع الصادقین" بظاہر یہ تم پر مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن تمہارے لئے سہولت اس وقت معلوم ہوگی جس وقت اللہ والوں کے ساتھ رہو گے تو پھر یہ کسی قدر سہل ہو جائیگا اسی لئے فرمایا "و کونو مع الصادقین" شریعت کے اندر امت محمدیہ ﷺ کے لئے جہاں احکام آئے وہیں اس احکام پر عمل کرنے کی تجویز بھی بتائی گئی اور اس کے لئے سہولت پیدا کی گئی ابتدا میں جو حکم "اتقو الله حق تقاته " اللہ سے ڈرنے کا حق ہے صحابہ پریشان ہو گئے جیسے اللہ سے ڈرنے کا حق ہم سے کہاں ہو سکتا ہے۔اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"فا اتقو الله ما استطعتم" جتنا تم سے بن پڑے اللہ سے ڈر کر ان چیزوں سے بچو جن چیزوں سے اللہ نے بچنے کا حکم دیا ہے۔اب تجویز بتائی گئی" فا اتقو الله" اگر تمہارے لئے دشوار ہو تو"کونو مع الصادقین" اللہ والوں کی صحبت جب تم اختیار کرو گے تو ان کے دلوں میں چونکہ اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت قلوب کے اندر بس گئی ہے جب تم ان کی خدمت میں بیٹھو گے تو تمہارے اندر تقوی پیدا ہوگا پھر تمہیں گناہوں سے بچنا محرمات سے بچنا آسان ہو جائے گا تو فرمایا "و کونو مع الصادقین" نیک لوگوں کے ساتھ صادقین کے ایک معنی ہیں صالحین عارفین جو اللہ کو پہچاننے والے ہیں جن کو اللہ کا قرب حاصل ہے جن زندگیاں شریعت اسلامی شریعت محمدی میں گزر رہی ہیں ان کے تمہاری زندگیاں تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہے اگر تم انکے ساتھ رہے تو تمہاری زندگیوں کے اندر بھی انقلاب آئے تمہاری زندگی بھی بدل جائے جتنی نیک صحبت اختیار کرو گے اتنے نیک بنتے چلے جاؤ گے۔اور فرمایا "کو نو مع الصادقین"۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ صادقین کی صحبت اختیار کرنے کے لئے صادقین کے اندر دو چیزیں دیکھ لو ایک یہ کہ علم کی روشنی، علم کی روشنی جہاں ہے وہاں تمہیں صحیح

رہنمائی ملے گی بغیر علم کے اگر تم کسی نیک آدمی کی صحبت اختیار کرو گے تو بھٹکنے کا اندیشہ ہے۔علم شریعت جسے نہیں ہے ایسے لوگوں کو نماز روزہ تسبیح تقوی سب آجاتا ہے لیکن علم نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی بھٹکنے کا خوف ہوتا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ تقوی اختیار کرنے کے لئے ایسی صحبت اختیار کرو جن کے اندر علم ہو اور علم کی روشنی ہو اور علم روشنی ہو تو وہاں آدمی بھٹکتا نہیں ہے۔

اس پر ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک سفر پر جارہے تھے پیدل سفر تھا بھوک شدت کی تھی پیاس لگی حضرت پانی کے لئے بے چین تھے۔دل میں خیال آیا اگر پانی ملا تو پانی پی لیں آپ کو پانی کی طلب ہوئی۔ ایسے وقت اچانک آسمان سے ایک روشنی آئی اور اس میں ایک پیالہ تھا جوان کی طرف آرہا تھا اور وہ پیالہ چاندی کا تھا لیکن شیخ صاحبؒ جن کی تعلیمات کو آج دنیا بھلا بیٹھی ہے صرف غوث ودستگیر پیر ہیں لیکن ان کی کسی بات کو دنیا نہیں مانتی صرف ان کی منتیں ماننا اور ان کے سلسلے میں غلطی کرنا کرامتیں بیان کرنا یہ تو دنیا کرتی ہے لیکن شیخ کا کیا طرز عمل تھا یہ دنیا نہیں دیکھتی۔شیخؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ پیالہ آیا تو دیکھا کہ چاندی کا پیالہ ہے اور شیخ ایسے ہی نہیں تھے بلکہ ایک عالم دین تھے شیخ سوچ رہے ہیں کہ اس دنیا میں سونے چاندی کا استعمال جائز نہیں یہ تو آخرت کی چیزیں ہیں آخرت میں ملیں گی عورت کے لئے بھی دنیا میں زیور کے علاوہ استعمال جائز نہیں ہے۔تو شیخ سوچنے لگے کہ پیاس بھی ہے اور پانی بھی آرہا ہے لیکن برتن چاندی کا ہے اور میں دنیا میں ہوں چاندی کا برتن استعمال نہیں کرسکتا جیسے ہی شیخ کی زبان سے یہ بات نکلی تو وہ ایک دم اندھیرا ہوگیا اس لئے کہ وہ شیطانی حرکت تھی۔

شیطان ولیوں کو بھی نہیں چھوڑتا اور ہمارے پاس تو شیطان رات دن لگا رہتا ہے اس لئے فرمایا کہ اولیاء اللہ محفوظ ہیں اور انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں ان کی حفاظت اللہ کی

جانب سے آتی ہے تو شیخ کے پاس جیسے ہی وہ پیالہ آیا تو شیخ نے صاف انکار کر دیا کہ میں دنیا میں ہوں اس دنیا میں میرے لئے سونے اور چاندی کا استعمال ناجائز ہے اس لئے میں اس برتن میں پانی نہیں پی سکتا تو اسی وقت وہ برتن غائب ہو گیا تو اس وقت شیطان نے کہا کہ شیخ تجھے تیرے علم نے بچالیا تو شیخ نے فرمایا کہ مردود تو ابھی بھی مجھے دھوکہ میں رکھتا ہے مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ میرے اللہ نے بچایا ہے اگر دوسرا کوئی آدمی ہوتا تو سمجھ جاتا واقعی میرے علم سے مجھے یہ فائدہ ہوا ہے تو شیخ کی نظر اللہ کی جانب تھی اس لئے شیخ نے فرمایا مجھے میرے اللہ نے بچایا ہے تو بولنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں علم کی روشنی باقی ہے وہ محفوظ رہ سکتا ہے اسے دھوکہ نہیں ہو سکتا تو ایسے وقت میں اولیاء اللہ کی حفاظت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اس لئے حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے اندر دو چیزیں دیکھو۔ علم کی روشنی دوسرے محبت خداوندی کی گرمی۔

جتنا زیادہ اللہ کا مقرب ہوگا اسی قدر اس کے اندر عشق و محبت کی گرمی ہوگی اللہ کی محبت اس کے اندر ایسے بسی ہوئی ہوگی جو تم اس کے پاس بیٹھو گے تو تمہارے اندر محبت پیدا ہو جائے۔ تو محبت خداوندی کی گرمی ہے اور علم کی روشنی ہے۔ تو یہ دونوں چیزیں اگر اللہ تعالی اپنے کسی بندے کو دیدے تو حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایسا شخص آج بھی ولی ہے ایک جگہ پر حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ آج اولیاء اللہ کی کرسیاں خالی نہیں ہیں۔ جو شیخ آج بھی ان چیزوں کا حامل ہے ایسا اگر کوئی شخص ہمیں ملتا ہے تو ہمیں ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے اس لئے کہ حکم ہے کہ "و کونو مع الصادقین" کہ صادقین کی معیت اختیار کرو اس لئے کہ تمہارے لئے عمل آسان ہو جائیگا اعمال صالحہ کرنے میں تم کو مدد ملے گی اور جو عمل مشکل سمجھتے تھے آسان ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند پرنامبٹ تشریف لائے تو اس وقت حضرت رحمہ اللہ کی طبیعت خراب تھی حضرت بولے بھی تھے مجلس بھی

ہوئی تھی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ خاموش تشریف رکھیں خاموشی سے بھی فیضان ہوتا ہے تو حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا آپ کے یہاں کوئی اس فیضان کے لئے تیار نہیں خاموشی سے جو فیضان ہے وہ آپ کے یہاں نہیں چلتا یہاں تو بولنا پڑتا ہے سب یہی چاہتے ہیں کہ وعظ ہوتا رہے ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ انکی صحبت میں بیٹھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے بس ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ وعظ ہوتا رہے ان کے قلب کے اندر جو گرمی ہے وہ محبت خداوندی کی گرمی ہے، اور وہ اصل چیز ہے، حضرت حاجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں جب تم میری مجلس میں بیٹھا کرو تو ایسے بیٹھا کرو کہ میرے قلب سے تمہارے قلب میں نور الٰہی چھن چھن کر آرہے ہیں، حضرت حاجی صاحب ہمارے علماء دیوبند کے سردار تھے وہ اس درجہ کے تھے حضرت مولانا یعقوب صدر مدرس دار العلوم دیوبند سے یہ کہتے ہیں کہ تم میری مجلس میں بیٹھو تو یہ سمجھ کر بیٹھو کہ نور الٰہی میرے قلب سے تمہارے قلب میں چھن چھن کر آرہے ہیں، تو خاموشی سے اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا جب حضرت والا تشریف لائے ہیں تو ان سے پورا فائدہ اٹھانا یہ ہمارے موقع غنیمت ہے اور ان سے محبت خداوندی کی چنگاری حاصل کریں گے۔ اس لئے کہ اللہ والے ہیں اللہ کے رسول کے نائبین ہیں آج رسول اللہ ﷺ تو ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ صرف ہمارے پاس آپ ﷺ کی ہدایتیں اور تعلیمات ہیں اور جیسا کہ ہمارا خیال ہے کہ وہ اللہ والے وہ صحابہ حاصل نہیں ہیں ارے یہ غنیمت ہے کہ اگر وہ چیزیں ہمیں حاصل ہوجائیں تو ہم برداشت نہیں کرسکتے کیونکہ صحابہ کرام کا جو زمانہ تھا وہ بہت اچھا تھا کیونکہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کہ ان کی ایک ایک حرکت حضور ﷺ کی حرکت تھی وہ ان کی زبان سے جو بھی نکلتا وہ آپ کی زبان تھی اس لئے حضرت ابن مسعودؓ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ حدیث روایت کرتے تھے تو پسینے سے تربتر ہوجاتے تھے اور پھر احتیاط کے طور پر کہتے او کما قال علیہ السلام، آج ہم آسانی سے حدیث نقل کردیتے ہیں ہم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

ہمارے حضرت ایک مجلس میں فرماتے ہیں کہ شیخ فرید الدین عطار یہ خواجہ قطب الدینؒ کے مرید ہیں شیخ فرید الدین فرماتے ہیں کہ میں نے چھ سو اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور اس سے ایک سوال کیا عقلمند کون ہے؟ سب کا ایک ہی جواب تھا کہ جو خالق و مالک کو پہچانتا ہو، شیخ فرید الدین فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک سوال اور کیا کہ ہوشیار کون ہے؟ سب نے جواب دیا کہ جو کسی بھی حال میں پریشان نہ ہو، مومن کبھی بھی پریشان نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے اور وہ دنیا داروں کی طرح ادھر ادھر نہیں پھرتا وہ اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور وہ اپنی زندگی اچھی گزار لیتا ہے آج ہم دنیا کی تلاش میں پریشان پھرتے ہیں اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اگر ہم اپنی مرضی کو چھوڑ کر اللہ کی مرضی پر چلنے لگیں تو ہم کو کوئی پریشانی نہیں آئے گی، آدمی تدبیر کرتا رہے اور تدبیر کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھتا رہے کہ ہمیں جو بھی مل رہا ہے وہ سب اللہ کی مرضی سے مل رہا ہے اور اگر اس میں کوئی کمی ہے تو اسی کی مرضی سے ہے اس لئے ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مومن کبھی پریشان نہیں ہوتا خاص کر سالک جو اللہ والوں سے تعلق رکھتا ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرت بابا فریدؒ سوال کرتے ہیں کہ غنی کون ہے؟ چھ سو اولیا اللہ کا ایک ہی جواب ہے جس کے اندر قناعت ہو یعنی جو اللہ دے اس پر قناعت کرے مفلس کون ہے؟ فرمایا جو حریص ہے طمع رکھتا ہے یہ ہمیشہ مایوس ہی رہتا ہے۔

مصلح الامتؒ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب فتح الباری شرح بخاری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ صاحب فتح الباری نے لکھا ہے کہ محبت اللہ کی دو قسمیں ہیں، ایک فرض اور دوسری مستحب، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محبت تو بیوی بچوں اور مال و دولت سے ہوتی ہے ایسا نہیں ہے ایک محبت اللہ سے ہوتی ہے جو تمام محبتوں پر فوقیت لیجاتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ محبت اللہ فرض ہے اب تک تو ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ نماز روزہ

حج زکوۃ فرض ہے لیکن صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت فرض ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ہمارے خالق و مالک ہیں اور ہمارے محسن حقیقی ہیں جتنے احسانات اللہ تعالیٰ کے ہم پر ہیں اتنے کسی کے نہیں ساری کائنات کے محبت کو ہم ایک جگہ جمع کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی محبت کو تو اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم کو دنیا و آخرت مل سکتی ہے تو فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت فرض ہے کیسے فرض ہے اس کا ظہور اس طرح ہوگا کہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان کو کرتے ہیں واجب ہے ان کاموں کو کرنے کا جو تقاضہ پیدا ہو رہا ہے یہی تو اللہ کی محبت کی بنیاد پر ہے۔ اللہ کی محبت اگر ہمارے قلب میں ہے تو ایک ایک امر کو کرنے میں ہمیں کوئی مشقت نہیں ہوگی اور نواہی سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ تو یہی ہے اصل میں محبت الٰہی کی دلیل، اگر محبت نہ ہو تو یہی چیزیں نفس کو شاق گزریں گی اگر بندہ اللہ کی محبت کو شریک کرتا ہے اور پھر عمل کرتا ہے تو یہ جتنے بھی اعمال ہیں وہ محبت الٰہی کی وجہ سے آسان ہو جائیں گے، تو فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت فرض ہے ابتداء میں انسان کو اس سے تکلیف ہوتی ہے انسان جو ہے وہ تکلیف شرعیہ سے گھبراتا ہے جس کو اللہ سے محبت ہے وہ گھبراتا نہیں ہے انسان رات کو سوتا ہے اور جب صبح نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ فوراً اٹھ جاتا ہے وہ کیوں اٹھتا ہے اس لئے کہ اس کے اندر محبت الٰہی ہے۔ جس قدر ہم کو اللہ سے محبت ہوگی اتنا ہی عبادت میں زیادہ لطف آئے گا اور فرحت ہوگی اور جتنی محبت میں کمی ہوگی اتنی ہی عبادت میں کمی ہوگی اور دل بجھا بجھا رہے گا بس جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع کیا ہے بس محبت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس سے رک جائیں اور باز رہیں یہی اوامر و نواہی ہے اور یہی محبت خداوندی کی دلیل ہے اسی وجہ سے انبیاء کرام اولیاء عظام راستہ طے کر لیتے ہیں ان چیزوں کے علاوہ ایک اور چیز ہے کہ اللہ سے نزدیکی حاصل کرنا نوافل و مستحبات کے ذریعہ یہ ایک دوسرا درجہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ مستحبات کے ذریعہ میرے قریب چلا آتا ہے نوافل کے یہ معنی ہیں کہ آدمی نفل نماز پڑھتا چلا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو امر مستحب ہے سنت ہے اس کا بھی اہتمام کرے حدیث میں آتا ہے کہ ان مستحبات پر عمل کر کے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے فرض نماز کے اندر تکبیر تحریمہ ہے قعدہ ہے رکوع ہے سجدہ ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی اس کے ساتھ ساتھ اہتمام اس بات کا کرنا ہے کہ اس کے اندر مستحبات کون سے ہیں ان کی وجہ سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے انسان کو ہر چیز کا جاننا فرض ہے اور جو چیزیں واجب ہیں ان کا جاننا واجب ہے اور جو مستحب ہے انکا جاننا مستحب ہے اس لئے بندہ جب جان کر ہر ہر عمل کے اندر لحاظ رکھے گا تو اس کو قرب بھی اتنا زیادہ نصیب ہوگا۔ اس لئے کہ آدمی جب تک عمل نہیں کرتا وہ بے چین رہتا ہے۔ شاہ عبد العزیزؒ نے لکھا ہے جو آدمی فرض میں سستی کرتا ہے رفتہ رفتہ یہ حالت ہو جاتی ہے کہ واجب بھی ترک کرنے لگتا ہے جو آدمی واجبات کو ترک کرنے لگتا ہے تو اس سے سنتیں ترک ہو جاتی ہیں اور جو سنتوں میں سستی کرتا ہے اس سے مستحب عمل بھی ہوتا نہیں ہے۔ اس کے برخلاف الٹ کر دیکھئے جو آدمی مستحبات کا اہتمام کرتا ہے تو اس سے سنتیں کہاں ترک ہو سکتی ہیں اور جو سنتوں کا اہتمام کرتا ہے اس سے واجبات کیسے چھوٹ جائیں گی۔ اور جو واجبات کا اہتمام کرتا ہو اس سے فرض بھی فوت نہیں ہو سکتے، جب اس طریقہ سے بندہ اپنے آپ کو پابند بنالیتا ہے تو اس کی دو رکعت نماز اور معمولی عبادت بھی ہو تو اس میں جان پڑ جاتی ہے، اس کے قلب کے اندر اطمینان ہو جاتا ہے، لیکن آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ان چیزوں میں توجہ نہیں دیتے جیسا کہ نماز میں روزے میں بس اس وقت جو ہو گیا ہو گیا، لیکن کیسے ہوا یہ معلوم نہیں۔

مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے امت کے لئے بگاڑ کے وقت ایک سنت کی حفاظت کی ہو تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور اگر واجب یا فرض کی

حفاظت کرے تو نہ معلوم کیا کیا مل جائے ، اس لئے ہم کو چاہئے کہ نماز کے اندر اس کے تمام ارکان کو اچھی طرح ادا کریں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وضو اچھی طرح کریں اور نماز کو اچھی طرح ادا کریں اگر ہم نے وضو اچھی طرح نہیں کیا اور نماز اچھی طرح ادا نہیں کی تو کیسے ہم ثواب کی امید کر سکتے ہیں۔ سید الطائفہ قبلہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک مرید پوچھتے ہیں کہ حضرت میری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں مجھے معلوم نہیں اور میں اس بات سے بہت پریشان ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہا۔ ارے میاں جب پہلی قبول نہیں ہوئی تو دوسری کی کیسے توفیق ہوگی۔ ایک آدمی ہے پہلے اپنے مالک کے سامنے آیا غلطی کی تو اسے نکال دیتے ہیں جب اسے آنے نہیں دیتے جب بار بار عمل کی توفیق مل رہی ہے تو معلوم ہوا کہ معاف ہے اور مقبول ہے۔

ہمارے حضرت مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے لوگ مسجد میں آکر ایسے بیٹھتے ہیں جیسے کہ کانٹوں پر ایک وقت حضرت نے فرض نماز کے بعد جائزہ لیا ابھی حضرت سنتوں سے فارغ نہیں ہوئے کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی یعنی بہت جلدی کر کے نکل جاتے ہیں ایک آدمی تو وہ ہے کہ جس کو بہت ضروری کام ہے کبھی لیکن آدمی معمول بنا لیتا ہے اچھے اچھے لوگ اس میں داخل ہیں۔ یہ نہیں کہ اچھی طرح نماز ادا کریں اور نماز کے بعد اچھی طرح دعائیں مانگیں لیکن دل اندر سے چلتا نہیں جمتا ہی نہیں، واللہ ولی التوفیق۔

مسیح الامتؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مالدار آدمی تھا اسے اپنے مال پر بڑا گھمنڈ تھا اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ دعا کر رہا ہے کچھ مانگ رہا ہے تو باپ بولا کس چیز کی ضرورت ہے جو دعا مانگ رہے ہو کیا کمی ہے؟ تو حضرت نے فرمایا باپ کو معلوم نہیں کہاں سے کیا ملنے والا ہے۔ تو ہم کو دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے نوافل کے ذریعہ سے بندہ اللہ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کان بن جاتے ہیں آنکھ بن جاتے ہیں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نعمتوں کو دیکھ لے۔ آگے فرماتے

ہیں کہ میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ہمارے۔ حضرت مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ کھانا کھانا کے لئے جب بھی آدمی ہاتھ دھوئے تو سنت سمجھ کر دھوئے تو پھر اس کو اثرات بھی سمجھ میں آئیں گے اور بسم اللہ و علی برکۃ اللہ پڑھ کر کھائیں تو اس میں برکات پیدا ہو جائیں اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا اور برتن صاف کرنا مستحب ہے مسنون ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ ہم برسوں سے حدیث پڑھاتے رہے لیکن انگلیوں کو چاٹنا ہم نے مسیح الامتؒ سے سیکھا ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کھانے کے بعد وسطی سے چاٹنا شروع کریں پھر سبابہ پھر انگوٹھا اس لئے کھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی تین انگلیوں سے شروع کرے اگر آدمی اس طریقہ سے کھائے تو برکت ہی برکت ہے۔ اور بات یہ ہے کہ آدمی اس عمل کو معمولی سمجھتا ہے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی سنت معمولی نہیں ہے مومن کی جو زندگی ہے وہ اللہ کے ایک ایک فرمان کے مطابق گزرنا چاہیے جس سے ہمارا محبوب راضی وہ عمل ہم کو کرنا ہے آج ہماری زندگیوں کے اندر جو بے برکتی ہے آج ہم کہتے ہیں کہ نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں پھر بھی پریشان ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمارا کوئی بھی عمل عظمت و محبت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اگر ہمارا محبت کے ساتھ ہو تو اللہ تبارک و تعالی ہمارے تمام اعمال کے اندر جان پیدا کر دیں ہم عمل تو کرتے ہیں لیکن بے جان مومن کا اصل حق یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ ہر عمل کے اندر اللہ کی رضا کیا ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کی رضا پیش نظر نہ ہو تو اس عمل میں جان نہیں پڑتی۔ محبت جو ہے وہ ویسے ہی پیدا نہیں ہو جاتی ہے، اس کے لئے کیا کرنا ہے اہل محبت سے لگنا ہے، اہل محبت سے اگر آدمی لگا رہا تو اس کے اندر وہ کیفیت پیدا ہو گی۔ جب اللہ نے ہم کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے تو اس کے تقاضے کیا ہیں؟ کہ مومن کیسے رہتا اس کے لئے ہم کو کیا کرنا، اگر آدمی اس کا پورا پورا اہتمام کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے اندر محبت خداوندی کی آگ لگ جائے گی اس

کا دل بھی منور ہو جائے گا۔ جب محبت بھڑک اٹھتی ہے تو اسے کوئی بھی روک نہیں سکتا ہے۔ جب تک وہ عمل نہیں کرے گا اسے چین نہیں آئے گی۔ تو ایک ایک چیز میں بھی مومن کے لئے احکام ہیں یہاں تک کہ بیت الخلاء میں جانے آنے کے آداب ہیں۔ اگر آدمی ان چیزوں کا تھوڑا تھوڑا اہتمام کرے تو مومن کی زندگی حضور ﷺ کی زندگی بن جائے۔ آدمی ہمت کرے کوشش کرے کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسن کلام سے ہوگی۔ اللہ تعالی توفیقات صالحات سے نوازے صادقین صالحین عارفین سے کامل استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆

خطاب ۱۳

سلوک وتصوف کیوں بدنام ہے

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم اما بعد!

توفیق الٰہی سے حضرت مسیح الامتؒ کی برکت سے عرض کرتا ہوں، شیخ اکبر محی الدین جن کو ابن عربی کہتے ہیں یہ تصوف کے امام ہیں تمام اہل حق ان کو سلوک وتصوف میں امام مانتے ہیں۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ " فان الزمان مشحون لدعاوی کاذبة" فلا مرید ثابت القدم ولا شیخ محقق ینصحه الی آخر القول" فرماتے ہیں کہ لوگ شیخ سے تعلق تو رکھتے ہیں اور بیعت کی درخواست تو کرتے ہیں بیعت ہو جاتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ مرید جو ثابت القدم ہو اس کے اندر وہ استقامت ہے وہ استقلال ہے کہ اپنے آپ کو بالکلیہ شیخ کے حوالے کر کے اپنی اصلاح کر لینا اپنے حالات کو درست کر لینا ایسا نہیں ہے تو فرماتے ہیں "فلا مرید ثابت القدم" میری نظر میں کوئی ثابت قدم مرید نہیں ہے اس لئے کہ اس کی نگاہ میں جو اٹھتی ہے وہ چاروں طرف اٹھتی ہے۔ اصل میں فائدہ اسی شخص کو ہے جو بالکلیہ اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دے مطلب یہ کہ میری تلاش میری تحقیق کے مطابق میرا یہ شیخ میرا خیر خواہ ہے یہ غلط بات نہیں بتائے گا غلط مشورہ نہیں دیگا جو یہ بولتا ہے میری خیر خواہی، میری دنیا و آخرت کی سدھار کے لئے بولتا ہے،

یہ چیز اگر اس کی راسخ ہوگئی دل کے اندر اگر وہ جم گیا تو پھر وہ مرید بھٹکتا نہیں چاہے اس کے سامنے کتنے ہی مشائخ آجائیں کتنے ہی لوگ آجائیں اس کے سامنے مگر وہ مرید اپنی جگہ سے ہٹتا نہیں تفریحی طور پر بیعت کرلیتا ہے۔ایک شیخ نظر آیا چلو ان سے بیعت کرلیں آج ان سے بیعت کیا پھر دیکھا کسی اور بڑے شیخ کا نام بہت ہے چلو ان سے بیعت کرلیں اس کے بعد معلوم ہوا کوئی شیخ ہے ان کا جی چاہا ادھر بھی بھاگ گیا ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے حضرت مسیح الامتؒ کے سامنے بہت سے لوگ بیعت کی درخواست کرتے تھے پھر حضرت فرماتے آپ کسی سے بیعت ہیں ہاں وہ پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہوا تھا پھر کیا ہوا؟ اس کے بعد پھر مولانا انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوئے، ارے انعام الحسن تو موجود ہیں پھر آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ جی لوگوں سے سنا کے! نہیں نہیں آپ چلے جایئے۔یہاں سے شیخ کے ہوتے ہوئے پھر دوسرے شیخ کی طرف نظر اٹھتی ہے بس یہ نفس کا کھیل ہے۔وہاں بھی بیعت یہاں بھی بیعت اصلاح کسی سے نہیں۔شیخ سے رابطہ رکھنا ہے تو غرض کیا ہے؟ کسی شیخ سے ہمارا تعلق ہوتا ہے تو اس کی غرض کیا ہے؟ غرض یہ ہے کہ ہم اپنی حالت کو درست کرنا محض اللہ کے لئے صحیح طریقہ کو سیکھنا کتاب وسنت کے مطابق ان کی تعلیمات کو اپنانا یہ غرض ہے۔مگر اب لوگ اب کیا ہے نام ونمود کسی سے بیعت ہے بھی؟ فلاں سے فلاں بزرگوں سے تعلق ہے میرا، اصلاح نفس کی کوئی فکر نہیں صرف نام اسی کو انتساب کہتے ہیں کہ کسی کو اپنی طرف منسوب کردینا۔اپنی نسبت کسی سے لگادینا۔بس صرف اتنا کہ مجھ کو فلاں سے تعلق ہے فلاں شیخ سے فلاں پیر میرے پیر ہیں۔ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے اس انتساب سے دنیاوی فائدہ کچھ تو ہوجائے گا لیکن آخرت میں کچھ کام نہیں آئے گا۔اس پر حضرت ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے دور میں ایک شخص اپنے آپ کو حاجی صاحب کا داماد ظاہر کرتا تھا کہتا کہ میں حاجی صاحب کا داماد ہوں اور ان

سے بیعت کرتا ہوں بیٹھ گئے اور پیر بن گئے انتساب حضرت حاجی صاحب سے، ساری دنیا اور بڑے بڑے اکابر حاجی صاحب سے جڑے ہوئے ہیں اب بس محض ہماری دنیا چلتا بڑے بڑے لوگ ہمارے پاس آنا اس لئے مشہور کر دیا حاجی صاحبؒ میرے سسر ہیں اور میں ان کا داماد ہوں اب چند لوگ خیال کرتے ہیں کہ حاجی صاحب کے داماد ہیں چلو ان سے بیعت ہو جاتے ہیں چند دن گزرے تھے حاجی صاحب سے کسی نے بتایا قریہ میں ایک شخص بیٹھا ہے اپنے آپ کو آپ کا داماد ظاہر کرتا ہے بیعت کرتا ہے پیر بن کر بیٹھا ہے۔ حاجی صاحب کی وسعت نظر دیکھئے حاجی صاحب پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ حاجی صاحب کہنے لگے میں تو کسی کی آخرت کے لئے کچھ کر نہیں سکا اگر میری وجہ سے کوئی دنیا میں ہی کما لے تو کیا حرج ہے۔ حالانکہ حاجی صاحبؒ دنیا و آخرت کی دولتیں دیتے تھے اکابر علماء حضرت حاجی صاحب سے وابستہ تھے اور حاجی صاحب فرماتے تھے مجھ سے تو آخرت کا کوئی کام نہیں ہوا میں کسی کی خدمت ایسی نہیں کر سکا جس سے اس کی آخرت بن جائے اگر میرا نام لے کر اگر کوئی شخص دنیا کمائے کمانے دیجئے۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ وہ شخص دنیا تو لوٹ رہا لیکن اس کو کوئی تعلق سلوک و تصوف سے نہیں اس لئے کہ یہ بہت ہی لطیف فن ہیں۔ اس کے اندر آدمی نے اگر اپنے نفس کو ذرا دخل دیا اپنے نفس کی آمیزش ذرا بھی اس میں ہوگی تو پھر سارا تصوف سارا سلوک اس سے ختم، دین کا نہ دنیا کا، دونوں جگہ برباد ہے۔

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے آدمی کسی شیخ کے انتخاب میں اپنے دل میں اتنا عقیدہ بٹھا لے اور اتنی عقیدت پیدا کر لے کہ یہ شخص میرا خیر خواہ ہے جو بولتا ہے محض اللہ کے لئے میری خیر خواہی کے لئے بولتا ہے اتنی محبت اسے کم سے کم ہو تو اسے فائدہ ہوتا ہے اگر ایسا نہیں ہے صرف آیا بیٹھا اور چل دیا تو کچھ نہیں، تو شیخ فرید الدینؒ فرماتے ہیں کہ "فلا مرید ثابت القدم" آج کوئی مرید ثابت قدم نہیں اس کے اندر

استقامت نہیں ہے۔اس کی نظر دوسری طرف اٹھتی ہے ہمارے اکابر ایسے نہیں تھے حضرت گنگوئی کا واقعہ مشہور ہے کہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس میں حاجی صاحب ہوں اور اسی مجلس میں جنید بغدادی بھی تشریف لے آئیں تو ہماری نظر حضرت حاجی صاحب سے نہیں ہٹے گی۔جنید بغدادی تو بہت مل جائیں گے یہ چیز سالک کے لئے بہت ضروری ہے کہ آدمی ہرجائی بن کر نہ رہے آج یہاں کل وہاں استقلال و استقامت سالک کے لئے بہت ضروری ہے اس کے بغیر فائدہ نہیں ہوگا۔جتنا زیادہ وہ اپنے سلسلے سے قلبی تعلق رکھے گا اسی قدر اسے فائدہ ہوگا۔اس درمیان ہمارے حضرت نے ایک اور واقعہ سنایا کہ بعض مریدین کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میری وجہ سے میرے پیر کی عزت بڑھتی ہے ان کو فائدہ پہنچتا ہے کبھی کبھی مرید کے دل میں خدشہ ہوتا ہے۔کیونکہ پیر صاحب مجھے چاہتے ہیں اگر یہ سمجھتا ہے تو فیضان حقیقی کے فیض سے بھی محروم ہو جائے گا۔مطلب ہے کہ اللہ کے جانب سے فیض بند ہو جائے گا۔یہ کھلی گستاخی ہے نفاق ہے منافقی ہے۔ایک آدمی شیخ کو یہ دھوکا دے کہ میں تمہارا مرید ہوں متعلق ہوں تم سے مجھے عقیدت ہے زبانی۔اور دل کے اندر یہ کدورت یہ خیال کے شیخ کو مجھ سے فائدہ ہے یہ انتہائی شرم کی بات ہے۔تو شیخ اکبر محی الدین فرماتے ہیں "فلا مرید ثابت القدم" کہ آج کے دور میں کوئی مرید ثابت قدم نہیں ہے، سات سو سال پہلے کی بات ہے ابن عربی کا دور آج سے سات سو سال پہلے کا ہے اگر ابن عربی آج کا دور دیکھتے تو یہی فرماتے جو ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ صحابہ اگر آج کے مسلمانوں کو دیکھتے تو یہی فرماتے کہ یہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔اس لئے صحابہ کے پاس جو اسلام تھا جو ایمان تھا اس کے مطابق ہمارا ایمان و یقین کتنا کمزور ہے۔صحابہ صاف کہتے کہ اب تو مسلمان کوئی ہے ہی نہیں ہمارے اندر وہ کیفیت ہے نہیں جو صحابہ کو حاصل تھی ایک نظر کی برکت سے حضور ﷺ کی صحبت سے جو کیفیت ہوگی اس

سے صحابہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہوں گے وہ کیفیت صحابہ اپنے اندر رکھتے تھے ان کے دلوں کے اندر وہ کیفیت موجود تھی لیکن آج مسلمان کا حال یہ ہے مسلمان کے گھروں میں پیدا ہوتا ہے وہیں بڑھتا ہے وہیں اسکی پرورش ہوتی ہے برسوں وہ نماز روزہ کی پابندی کرلیتا ہے لیکن جو ایمان ان کے اندر ہونا چاہئے جو کیفیت ہونی چاہئے وہ ایمان کی حلاوت ان کے اندر ہے ہی نہیں۔ ڈانوں ڈول قصہ ہے کبھی ان کے سامنے آخرت کا ذکر کرو تو ان کا ایمان گھٹتا ہے بڑھتا ہے۔ کبھی مانا کبھی نہ مانا دل کے اندر انکار ہے زبان سے کہنا نہیں مگر دل کے اندر ایک طرح کا انکار ہے۔ اسی وجہ سے ان کو عمل کی توفیق کم ہوتی ہے، صحابہ ایسے نہیں تھے ان کے متعلق آتا ہے ایک وقت حضور ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی بات سن لی اسی وقت سے عمل شروع ہو گیا۔ اور یہی دور تابعین تبع تابعین اور اولیاء اللہ کا جو دور اس زمانے کا رہ گیا تھا اس کے اندر یہی کیفیت تھی ایک چیز اپنے شیخ سے بزرگوں سے سن لی بس عمل شروع کر دیا اور ایک ہمارا حال یہ ہے کہ بیسوں مرتبہ سیکڑوں مرتبہ شیخوں سے سن لیتے ہیں مگر ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آتی جہاں تھے روز اول وہیں رہتے ہیں ہمارے دل کی حالت بدلتی نہیں ہے کوئی حرکت اندر سے ہوتی نہیں ہے وجہ کیا ہے ہمارے اندر وہ ایمان وہ یقین نہیں جو صحابہ کا تھا۔ جو یقین ہم کو بزرگوں کو دیکھنے کا بعد پیدا ہونا چاہئے تھا اس میں بھی ہم کچے ہیں۔ ان عبادتوں کو، ریاضتوں کو مشقتوں کو دیکھتے ہیں وہ کیسے اللہ کے حضور میں کیا کیا کرتے ہیں لیکن پھر بھی ہمیں عمل کی توفیق بہت کم ہوتی ہے وہ ہمت نہیں ہے ہم میں اسی وجہ سے ثابت قدم نہیں رہتے۔ آگے فرماتے ہیں "ولا شیخ محقق یخرجہ من رعونۃ نفسہ" اس کے اندر ایک بہت بڑی بات فرماتے ہیں کہ شیخ بھی ایسا نہیں ہے مرید تو مرید شیخ بھی آج کے دور میں ایسا نہیں ہے۔ کہ وہ مرید کو پکڑے جو آدمی اصلاح کا طالب ہے شیخ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی پکڑ دھکڑ

کرے اس کے قلب کی اس کے حالت کی جانچ پڑتال کرتی رہے لیکن شیخ بھی چھوٹ
دے دیتا ہے۔ آئے تو غنیمت ہے جو آ گیا وہ بھی غنیمت ہے بھرتی کے لئے رہبر ہے
۔شیخ فرماتے ہیں کہ یہ چیز جو ہے حق تلفی ہے۔شیخ کے لئے لازم ہے کہ وہ خیر خواہی کے
طور پر اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے کہ اس کے اندر جو رعونت ہے اس کو اس سے دور کر
ے۔جانچ پڑتال کرے کہ کہ تیرے اندر یہ عیب ہے یہ خرابی ہے۔اس لئے ہم آج
سراپا خراب ہی خراب ہیں ہمارے قلوب کے اندر کون سی چیز نہیں ہے۔ہمارے قلوب
کے اندر ساری چیزیں بھری پڑی ہیں۔آج کسی کا قلب صاف ہے،شفاف ہے؟ الا
ماشاء اللہ۔سب سے بڑا کبر ہمارے اندر ہے اپنے آپکو بڑا سمجھنا دوسروں کو چھوٹا
سمجھنا۔دوسری طرف ہمارے اندر حسد ہے کسی کی بھی ترقی ہم دیکھ نہیں سکتے اندر سے
دل پریشان ہو جاتا ہے کہ کیسے اس کی ترقی ہو گئی کیسا اسے یہ ہو گیا کیسے مال و دولت
سے سرفراز ہو گیا کیسے اسے اعزاز مل گیا یہ بیزاری جو ہے حسد کی دعوت دیتا ہے ہاں
اگر اس کو کچھ ہو گیا نقصان ہو گیا تو ذرا تسلی ہو گی یہ ہمارے قلوب کی حالت ہے،حسد
موجود ہمارے اندر،کبر حسد اور دوسرے کو حقیر سمجھنا حالانکہ سلوک کے اندر جو قدم رکھتا
ہے اس کے لئے تعلیم یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھے سب سے کمتر میں ہوں
سب سے افضل مخاطب وہ مجھ سے برتر ہے وہ مجھ سے افضل ہے سب سے کمتر تو میں
ہوں۔میری عبادت ہی کیا میرا علم ہی کیا میرا صدقہ وخیرات ہی کیا،سلوک کے اندر
آدمی اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھے۔ہر طرح سے مخاطب کو افضل سمجھے برتر سمجھے۔
اسے بہتر سمجھے اگر اس میں کچھ کوتاہی دیکھتا ہے تو اپنے مرید کو تنبیہ کرے کہ تیرے اندر
یہ عیب ہے یہ نقص ہے تو اسے دور کر اگر شیخ یہ پکڑ دھکڑ نہیں کرتا ہے اس کے عیوب بیان
نہیں کرتا ہے اس خوف سے کہ بھاگ جائے گا ہمارے فہرست میں ایک آدمی کی کمی
آجائے گی یہ سمجھ کر اگر شیخ چھوڑتا ہے تو اس کی حق تلفی کرتا ہے۔فیخرجہ من رعونۃ

نفسہ " اس کا نکالنا ضروری ہے عیوب نہیں نکلتا ہے تو بھاگ جائے کوئی پرواہ نہیں آمی یہاں آنے کے بعد یا تو سدھر جائے یا بھاگ جائے، بھرتی کی ضرورت نہیں، پھر فرماتے ہیں کہ یہ جو مشائخ کی چشم پوشی ہے غلطی ہے یہ تو دھوکہ ہی دھوکہ ہے ہماری نظروں کا، اس زمانے میں ہمارے دل بھی دھوکہ کھائے ہوئے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پیری چلتی ہے ہمارے مرید بہت زیادہ، شیخ جو ہمیشہ چوکنا ہے ہشیار ہے، اسی واسطے ہمارے جتنے بھی اکابر ہیں وہ جلدی سے کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے بیعت کرنے میں مدت لگا دی جب تک پورا اطمینان نہ ہو تربیت کے قابل نہیں ہوتا داخلہ سلسلہ نہیں فرماتے اس لئے یہاں تعداد بڑھانا مقصد نہیں فخر کرنا کہ میرے اتنے مرید ہیں، ایک آدمی بھی اچھا نکل گیا تو دونوں کی نجات کے لئے کافی ہے شیخ کی بھی نجات ہوگی مرید کی بھی نجات ہوگی اگر ایک آدمی بھی اچھا نکل گیا دونوں کی بھلائی ہے۔ ہزاروں ہیں اور کسی کام کے نہ ہوں یہ بھی ناقص ہے، وہ ناقص تو پھر وہ کسی مصرف کے نہیں کسی کام کے نہیں بھرتی مقصود نہیں ہے اگر ایک آدمی ہے اگر وہ کام کا بن گیا اپنی حالت سدھار رہا ہے روز بروز ترقی کر رہا ہے اس کے قلب کی حالت بدلتی جاتی ہے اس کے اندر وہ کیفیت آتی ہے آج عیوب سے توبہ کر لی آج حسد سے توبہ کر لی آج اپنے اندر عاجزی وانکساری پیدا کر لی، تواضع اس کے اندر آتی چلی اور اس کے اندر اطاعت خداوندی کا جذبہ آتا چلا گیا تو پھر کام آسان ہے ایسا شخص شیخ سے بھی صحیح استفادہ کرے گا اور شیخ جو تعلیم دے گا وہ بھی اسکے لئے مفید ہوگی۔ اگر قلوب کے ان امراض کے ساتھ برسوں شیخ کے ساتھ لگا رہا اور کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت گنگوہی کے ساتھ ایک مرید ۳۲ سال رہے اخیر میں کہنے لگے حضرت اب تک مقصود حاصل نہیں ہوا کیا مقصود ہے؟ وہی کے خلافت حاصل ہو، میں بھی مریدوں کو تربیت دوں، استغفر اللہ استغفر اللہ اتنی فاسد نیت لے کر ۳۲ سال گزار دیئے، حضرت گنگوہی فرماتے

ہیں کہ گویا زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ گنوادیا ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ خانقاہ دیکھو بھری پڑی ہے مجھ سے ایک مرتبہ کہنے لگے کب جاؤ گے میں نے عرض کیا حضرت کل جاؤں گا فرمایا کل جاؤ گے۔ جی کل کا ٹکٹ ہے۔ آئے ہوئے کتنے روز ہوئے ، جی تین دن پھر حضرت فرمانے لگے میں جن کو ٹھہرانا چاہتا ہوں وہ تو ایسے چل کھڑے ہوتے ہیں اور جا کر دیکھیں خانقاہ بھری پڑی ہے۔ عرض کیا حضرت ٹھہر جاتا ہوں فرمایا نہیں نہیں آپ کا پروگرام ہے آپ جایئے وہ تو میں نے محبت سے کہہ دیا آپ جایئے لیکن میری ایسی حالت ہوگئی کہ دہلی تک روتا ہوا آیا کہ حضرت تو ہمیں ایسا چاہتے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی ضرورتوں کی خاطر کبھی یہاں کبھی وہاں۔ جانا ہے جینا ہے روٹی کمانا ہے۔ تین چار مہینے کے بعد پھر وقت نکالا اور جا کر عرض کیا حضرت میں ایک ہفتے کے لئے آیا ہوں تو حضرت بہت مسرور ہوئے بہت خوش ہوئے یہ جو مشائخ ہوتے ہیں ان کو قلب سے تعلق ہوتا ہے محبت ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں ہمارے پاس آنے والا کسی دصورت سے انسان بن جائے۔ کسی طرح وہ سدھر جائے۔ اس کے اندر انسانیت آجائے یہ نہیں کہ وہ ولی ہو جائے بہت بڑا شیخ ہو جائے متقی پرہیزگار ہو جائے بلکہ ہمارے مشائخ کے یہاں انسانیت کی تعلیم ہے اس وجہ سے حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اگر غوث وقطب بننا ہو تو کسی اور جگہ چلے جاؤ انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ حضرت مسیح الامتؒ اس کی بہت اچھی تعلیم فرماتے ہیں انسان کا اصل کیا ہے، انس، الف ،نون، سین، انس سے انسان محبّ ہو جائے محبوب ہو جائے اس کے اندر محبت بھری رہے انسان جو ہوگا وہ دوسروں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دے گا۔ جب ہی وہ انسان ہے اگر وہ کسی کو تکلیف دیتا ہے وہ تو وہ انسان کہاں رہا اس کے اندر سے انس نکل گیا اس کا اصل جو ہے انس جس انسان نے اپنے اندر سے انس کو صفت کو نکال دیا اور جانور کی طرح سے کسی کو لات ماردی دھکا ماردیا کسی کو اپنے سینگ سے ماردیا تو وہ

کیا ہے جانور ہے جانور کیا کرتے ہیں چلتے چلتے ماردیا چاہے سینگ سے یا لات سے، تو وہ انسان نہیں، اسی وجہ سے ہمارے مشائخ تربیت کرتے تھے کہ ہماری طرف سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے حکم تو یہ ہے کہ راحت رسانی کا کام کرے۔

ہمارے حضرت فرماتے تھے ایک انسان دوسرے کو راحت پہنچائے ارے راحت نہیں تو کم سے کم تکلیف تو نہ پہنچائے یہ ادنی درجہ ہے، اعلی درجہ تو یہ ہے کہ انسان دوسروں کے لئے راحت رسانی کا کام کرے میرے دوست کو میرے بھائی کو مجھ سے راحت پہنچے یہ تدبیر انسان کرے اگر یہ نہیں تو ایذا رسانی سے آدمی بچے۔ اس لئے کہ اگر انسان ہو کر دوسروں کو تکلیف دیتا ہے ہاتھ سے زبان سے، مگر زبان اتنی چلتی ہے کہ اس کی حد نہیں ہر طریقہ سے، لوگ ایک جگہ بیٹھ گئے بس غیبت شروع۔ تیسرے کو ہدف وملامت بنالیتے ہیں اسی واسطے بیٹھتے ہیں۔ اپنی مجلس کا موضوع بنالیں کسی کا قصہ چھیڑ کر اس کی رائے میں اپنی رائے دینے کی ٹھان لیتے ہیں، جب ایسی کیفیت ہے تو راحت کیا پہنچے گی جب وہ سنے گا تو اس کو تکلیف ہوگی خواہ مخواہ میرا نام میری غیر موجودگی میں کیوں لئے مجھے کس واسطے اذیت پہنچائے۔ لیکن یہ غیبت کی مجلسیں چلتی رہتی ہیں کبھی اس کے نماز پر کبھی دینداری پر تو کبھی ان کی دنیاداری پر، ارے خود اپنی حالت دیکھو۔ ہم اپنی حالت کو نہیں دیکھتے بلکہ ہماری نظر دوسروں پر رہتی ہے دوسروں کی فکر ہمیں بہت زیادہ پڑی رہتی ہے خود بھولے ہوئے او ر دوسروں کو سدھارنے کی فکر ہے۔ یہ عام حالت عام لوگوں کی ہے۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ سلوک نہایت لطیف فن ہے آدمی کسی شیخ کے واسطہ سے سلوک میں قدم رکھتا ہے۔ اور اس کے اندر سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آدمی اپنی خبر گیری کرتا ہے کہ میرے اندر کیا کیا نقائص وعیوب ہیں ایک ایک کو اپنے شیخ کے آگے رکھتا ہے اس کے حالت کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر شیخ کے تعلق کے بعد بھی اس کے اندر نقائص وعیوب

موجود ہے تو تو کیا فائدہ ہے شیخ بھی موجود اور دعویٰ ہے میں سالک ہوں مرید ہوں سب کچھ ہوں لیکن حالت میں سدھار آیا ہے معاشرہ میں سدھار کتنا؟

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے آج معاشرہ بہت خراب ہے کوئی آدمی اپنے گھریلو معاملہ میں سچا نہیں ہے سیدھا نہیں، معاشرت یہی ہے کہ اپنے بھائی پڑوسی رشتہ داروں سے کیسے برتاؤ کرتا ہے، اس لئے کہ یہ انسان ہے نہ اس کا انس کہاں تک پھیلتا ہے اگر انس اس کا نہیں اور غرض چلتی ہے خود غرضی چلتی ہے۔ انس سے عاری ہے تو پھر وہ انسان کہاں ہے یہ جو ساری محنتیں اس کی اپنے آپ کو مرید کہتا ہے شیخ سے تعلق بھی ظاہر کرتا ہے تسبیحات بھی پڑھتا ہے ذکر واذکار بھی کرتا ہے ارے تہجد بھی پڑھتا ہے رات ں بھی جاگتا ہے ارے گھریلو معاملات تو دیکھو اور آگے چل کر معاملات دیکھو اس میں صفر ہے، معاملہ صحیح نہیں کرتا اور بداخلاق تو ہے ہی۔ اس کو کسی سے محبت نہیں۔ کسی سے ہنس کر بات نہیں کرتا محبت سے ملاقات نہیں کرتا ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے جب دو مسلمان اللہ کے لئے مصافحہ کریں ابھی ان کے ہاتھ علاحدہ نہیں ہوتے کہ بخشش ہو جاتی ہے حضرت فرماتے ہیں کہ اسی واسطے میں عام طور پر مصافحہ کر لیتا ہوں جب کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے میں فوراً خوشی سے ہاتھ بڑھا دیتا ہوں، معلوم نہیں یہ مسلمان کس محبت سے خوش دلی سے ہم سے ملتے ہیں اس لئے حدیث میں بتایا گیا ہے دو مسلمان محض اللہ کے لئے مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے ہاتھ علاحدہ ہونے سے پہلے اس کی بخشش ہو جاتی ہے کچھ کرنا دھرنا نہیں بس ہاتھ بڑھاؤ اور بخشش لے لو کیسا سستا سودا ہے اللہ کے لئے مل لو اور اپنی بخشش کرا لو نہ کوئی تکلیف جھیلنی ہے نہ کوئی مشقت اٹھانا ہے اتنا آسان ہے وہ کیا چیز ہے وہ انس ہے۔

برسوں گزر جاتے ہیں حالت نہیں بدلتی ایسا ہی آنا جانا ہوتا رہتا ہے اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی کوئی طور طریقہ نہیں سیکھا کوئی نئی بات نہیں سیکھی تو پھر فائدہ کیا

ہوا۔ عبادت تو آدمی کر لیتا ہے نماز روزہ کر لیتا ہے، نماز تو ایک عادت سی ہو گئی ہے کر لیتا ہے اب کیسے نماز پڑھتا ہے کیسے روزہ رکھتا ہے وہ تو اللہ جانے اور وہ جانے لیکن دوسری ایسی چیز جو انسانیت سے تعلق رکھتی ہے ان کی اصلاح ہوئی ہے تو مشائخ سے تعلق رکھنے کا فائدہ ہوا صرف کتابیں پڑھ لینے سے قرآن شریف کی تفسیر دیکھ لینے سے تبدیلی نہیں آتی یہ چیزیں سیکھنی ہیں تو مشائخ طریق سے ہی سیکھو، خوش اخلاقی، محبت اور دلوں سے کدورتوں کو نکالنا برائیوں سے اپنے آپ کو پاک صاف کر لینا یہ وہ چیزیں ہیں جو صحبت صالحین سے ہی حاصل ہوتی ہے اور مشائخ کی ذمہ داری ہے جب کوئی شخص اس کے پاس آتا ہے تو اس کی نگرانی کرے، جب وہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے کہ میں آپ سے تعلق رکھتا ہوں یا اصلاحی تعلق رکھنے کا ارادہ ہے تو اس کا یہ فریضہ ہے یہ ذمہ داری ہے اس کی باقاعدہ نگرانی کرتا رہے اور اسکو بتلاتا رہے کہ اسکے اندر کیا خرابی ہے کیا کوتاہیاں اس سے ہو رہی ہیں۔ اسی واسطے مشائخ ایک ہی چیز پر نگرانی کرتے ہیں ابھی ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب تشریف لائے تھے وہ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت ایسا دیکھتے تھے کہ ذرا سی بات ہوئی فوراً حضرت نے ٹوک دیا، تنویر احمد خاں یہ آپ نے غلط کیا، ایک مرتبہ شیروانی پہن لی حضرت کے سامنے پہلے سیدھے ہاتھ پہنے پھر بائیں ہاتھ پہنے برابر کرنے کے واسطے جلدی کے مارے پہلے بائیں ہاتھ برابر کیا پھر دائیں ہاتھ تو حضرت فرمانے لگے تنویر احمد خاں ایسا نہیں پہلے داہنے ہاتھ برابر کرو پھر بائیں ہاتھ کو، اس لئے کے سیدھی طرف سے کرنا سنت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت کی نگاہ اتنی تیز تھی کہ ذرا سی کوتاہی دیکھی فوراً ٹوک دیا جس قدر ہو سکے آدمی اپنے آپ کو اگر وہ سلوک میں قدم رکھا ہے یا کسی سے اسکا تعلق محض اللہ کے لئے ہے تو اپنے حالت کو درست کرنے کی پوری کوشش کرے۔ تعلق قائم کرنے کے بعد اپنے نقائص و عیوب شیخ کے سامنے نہیں رکھتا ہے تو یہ بھی بہت بڑی کوتاہی ہے۔ اس لئے کہ شیخ کو علم

غیب تو ہے نہیں۔اس لئے شیخ کے آگے اپنے عیوب پیش کرو میرے اندر یہ کوتاہی ہے اس کی اصلاح کیسے کرنی ہے۔مریض ہے تو اگر وہ ڈاکٹر کے پاس یا حکیم کے پاس جا کر خاموش بیٹھے گا یہ سمجھ کر کہ ڈاکٹر صاحب ہیں حکیم صاحب ہیں تو کیا علاج ہو جائے گا یا مرض بتانا پڑے گا؟اس لئے صرف رابطہ اور تعلق رکھ لیا روزانہ آتے جاتے رہے ڈاکٹر اندازے سے دوا دے گا نہیں بلکہ پوچھے گا بتا کیا ہے تجھے؟اب یہاں اندرونی قصہ ہے امراض قلب ہے۔اب یہ نہیں پوچھ سکتے کہ تمہارے اندر حسد ہے کیا کینہ ہے کیا؟ غیبت ہے کیا؟ایسا صاف تو نہیں پوچھ سکتے یا ایک آدمی کو پوچھے تو وہ کہے گا کیا وہ بیٹھے بیٹھے ایسی بات پوچھ لی جب تک شیخ کے آگے اپنے باطنی امراض پیش نہیں کریگا تقریراً یا تحریراً تب تک اس کا علاج نہیں ہو سکتا محض تعلق رہا آتا جاتا رہا اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں تو یہ سارا کرا کرایا بیکار ہو جائے گا شیخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی اصلاح کرے اور مرید کی ذمہ داری ہے شیخ کے سامنے اپنے عیوب ونقائص کو رکھے اور یہ دونوں چیزیں محض اللہ کے لئے ہوں یہ تعلق اگر اللہ کے لئے قائم ہو تو اصلاح ہوتے دیر نہیں لگے گی۔عبادت معمولی بھی کرے اس کے اندر تر و تازگی آتی ہے۔ایک آدمی دنیا بھر کے نقوص وعیوب اپنے اندر رکھتا ہے حسد کبر بغض کدورت یہ ساری چیزیں اکٹھے ہوئے عبادت کے اندر کوئی لطف نہیں آتا۔آج شکایت یہی شکایت کرتے ہیں عبادت میں دل نہیں لگتا روزہ میں لطف نہیں آتا تلاوت میں بھی دل نہیں لگتا کیوں نہیں لگتا اس لئے کہ قلوب کی صفائی نہیں ہے،قرآن شریف کے متعلق تو یہ ارشاد ہے کہ ظاہری نجاست میں اگر تم ملوث ہو تو ہاتھ نہیں لگانا "لا یمسہ" باطنی خباثت کے ساتھ قرآن شریف پڑھ رہے ہو۔اگر کوئی نجاست لگی ہوئی ہے بے وضو ہو تو ایسے وقت میں بھی قرآن شریف چھونے کی اجازت نہیں ہے اور دلوں کے اندر دنیا بھر کی نجاستیں بھری ہوئی ہیں تو تلاوت سے کیا فائدہ ہو گا تسبیح چلتی تو بھی اسکا کیا فائدہ؟تو معلوم ہوا

سب سے پہلے دلوں کی نجاست کو دور کرنا ضروری ہے۔ بعد میں عبادت جیسی بن پڑے کرو کوئی سی عبادت کرو مگر پاکیزہ کرو دلوں کی صفائی کے ساتھ کرو دلوں کو کدورتوں سے آلائشوں سے خباثتوں سے پاک کرو اور دلوں میں قلب میں تواضع محبت انس یہ وہ چیزیں پیدا کرو بتکلف اور محبوب بن کر نہیں آجاتے۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حضور ﷺ ساری محنت "انما بعثت...." کہ اللہ نے مجھے بھیجا اس لئے کہ میں تجھے اخلاق کے اعلیٰ مدارج طے کراؤں مکارم اخلاق سے تمہیں آراستہ کروں او رانسانوں کو صحیح انسان بنا دوں۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں آدمی ذرا سی بھی محنت کرے تو عبادت میں لطف آجائے گا عبادت جیسی اس کی طاقت حسب ضرورت سہولت کرے صرف فرائض وواجبات اور سنت ادا کرلے بس تہجد نہ پڑھے نوافل نے پڑھے لیکن آدمی انسان بنتا چلا جائے اس کے اندر انس محبت پیدا ہو جائے گی اگر وہ نہیں ہے تو یہ تمام چیزیں دھری رہ جائے گی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا صرف آدمی تسبیحات پڑھنے سے مقدس نہیں ہو جاتا اس لئے کہ اس کے اندر خباثت موجود ہے۔ اس کے اندر رذائل نفس موجود ہے رذائل کے ساتھ یہ چیزیں نہیں آسکتی عبادات اخلاق حسنہ اس کے اندر جب آئے گا جب وہ رذائل سے اپنے قلوب کو پاک کرے گا۔ لوگ پڑھتے تو ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہم یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں صبح شام صرف عبادات کا قصہ لے کر محنت کرتے ہیں اور سب کو چھوڑ دیتے اخلاق کو چھوڑ دے معاملات کو چھوڑ دے معاشرت کو چھوڑ دے عقائد کی خبر نہیں لیتے کہ ہمارے عقائد کیسے ہیں کسی کے ساتھ کیسے رہنا۔ ذات باری کے ساتھ کیا عقیدہ ہو انبیاء کے ساتھ ہمارا کیا عقیدہ ہو ملائکہ کو ہم کیا سمجھیں یہ ساری چیزیں بالکل ہم سے ختم ہوگئی صرف ہم اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان کو کیا کرنا ہے عبادت کرنا ہے بس ٹھیک ہے عبادت اسلام کا ایک شعبہ ہے عبادت جو فرائض کے درجہ میں ہے وہ کرنا ہے کرلو لیکن اگر ہمیں انسان

بننا ہے تو ان مشائخ طریق سے سیکھنا ہے ان کے ذریعہ جو تعلیمات نبوی ہمیں ملے ہیں ان کو اپنانا ہے جب تک ان تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے محض عبادتوں سے کام نہیں چلے گا عبادتیں ایک طرف رہ جائیں گی ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا ان چیزوں میں ہم پھنس جائیں گے یہی سلوک کا حاصل ہے اسی پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے مشائخ کی طرف سے تساہلی اور مریدوں کی طرف سے کوتاہیوں ہوتی ہیں اور خبر نہیں لی جاتی ہے اسی وجہ سے تصوف اور سلوک بدنام ہے پیری مریدی اصل نہیں ہے اصل تو اصلاح نفس ہے رذائل نفس کو دور کرنا خصائل نبوی پیدا کرنا اتباع سنت اتباع شریعت کو لازم اور جزو زندگی بنانا ہے! و اللہ الموفق۔

☆☆☆

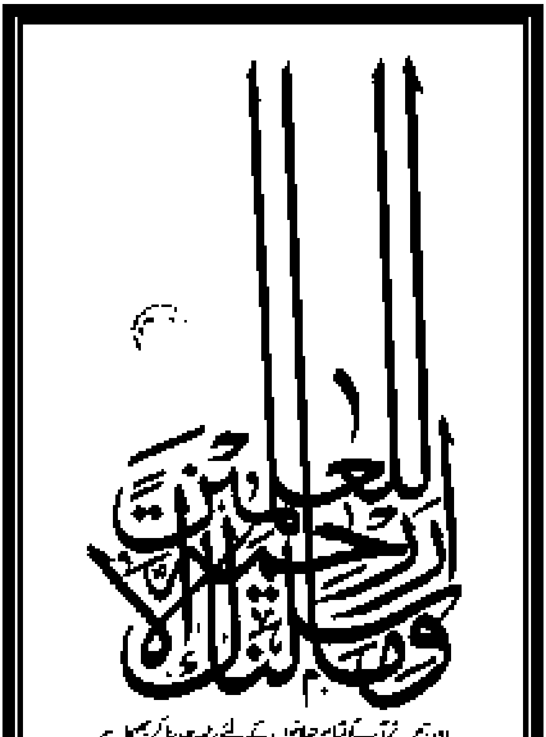

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

خطاب ۵

مسلمانوں کے ملکوں میں اسلامی کردار نہیں

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

مسلمانوں کا علاج ان حالات میں کیا بلکہ ہر حالات میں یہی ہونا چاہئے کہ مسلم قوم اسلامی عقائد معاملات، عبادات میں صحیح نہیں ہے آج مسلمانوں کا قول وفعل برابر نہیں ہے باتوں میں صداقت نہیں ہے اسلامی تہذیب نہیں ہے کسی بات کے کہنے میں یقین نہیں۔

فرمایا کہ آج اسلامی مملکتیں جتنی ہیں وہ اس مغربی ممالک کی مرہونِ منت ہو کر رہ گئیں ہیں، غیروں کے دست نگر ہیں، ان اسلامی حکومتوں کا اسلامی کردار نہیں ہے۔ ان کے وعدوں میں اسلامی صداقت نہیں، ایفاء وعدہ نہیں ہے، بظاہر حکومت اسلامی ہے مگر اندر سے ہم غیروں کے طریقے اپنائے ہوئے ہیں۔ دشمن اسلام کا پورا ماحول ہے، ان کا رہن، سہن لین دین سب اسلام اصول کے خلاف ہے، دشمنوں کا سا ماحول ہے تو دشمن اسلام کو یقین ہے کہ وہ جب چاہیں گے ان کو توڑ کر رکھ دیں گے۔ ہمارے مشائخ نے عملی کام کر کے دکھایا تو اپنی ساکھ منوائی، اسلام کی خدمت کی، فرمایا کہ ۶۴ اسلامی ممالک ہیں لیکن سب بیکار ہیں ان کا کوئی کردار نہیں ہے۔ فرمایا کہ دیکھو طالبان کے رہنما اسامہ بن لادن کا معاملہ کیسا ہے۔ بچوں کو عورتوں کو معصوم

لوگوں کو مٹانا ان کا خون بہانا اسلام کے خلاف ہے۔ ہم سنت کے مطابق چلیں اگر حالات نفس کے خلاف ہوں یا کوئی حکومت ہمارے خلاف ہو تو منظم طریقہ سے مدافعت کرتے ہوئے حملہ کرنا چاہئے اس کی زد میں آپ کا دشمن آئے اور وہ بھی اسلام کی تعلیم پر ہو، فرمایا کہ کب سے چلا رہے تھے صدام کہ ہم ایسا کر دیں گے۔ امریکہ کو تباہ کر دیں گے، قبرستان بنا دیں گے پھر جب مقابلہ آیا تو وہاں سے چھپ کر بھاگ گئے، ارے غیرت قومی تھا تو آپ قتل ہو جاتے تو قیامت تک صدام کا نام روشن ہو جاتا اور یہاں سے حوصلہ کی لہر پیدا ہوتی، صحابہ کرام نے صرف جنگ ہی نہیں کی ہے بلکہ جامِ شہادت بھی نوش فرمایا ہے تب وہ خون کی سرخی اسلامی شان وشوکت کا ذریعہ بنی اور قوم کو سرخرو فرمایا ہمارے لیڈران تو اپنی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ اپنی نیت میں صادق نہیں ہیں تو فتح ونصرت کیسے آئے گی فرمایا کہ یہ حال افغانستان میں ہوا کہ طالبان بڑے بڑے دعوے کرتے تھے اور چھپ گئے اور معصوموں کی جان لے رہے ہیں یہی حال کشمیر کا ہے کہ وہاں جگہ جگہ بموں سے حملے ہو رہے ہیں خون بہایا جا رہا ہے تو کیا یہ اسلامی طریقہ ہے صحابہ ایسا کرتے تھے، زبردستی اپنے آپ کو مجاہد ظاہر کرنا اور اپنے ارواہ ناکام دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو الزام لگانا کہ نصرت الٰہی نہیں آتی ہے۔ اللہ کو مسلمانوں کی فکر نہیں ہے، فرمایا کہ ایران کا حال ایسا ہی ہے عراق کا بھی ایسا ہی تھا وہ اسلام کی حفاظت کے لئے کوشاں نہیں ہیں بلکہ اپنے اپنے ملک کی رکھوالی کے لئے لگے ہیں، ورنہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں مساجد گرائی جا رہی ہیں مسلمانوں کو تباہ کیا جا رہا ہے تو کسی اسلامی ملک نے زبان کھولی کسی نے سختی سے کوئی اعتراض کیا ورنہ کیا مجال ہے کہ کوئی اسلام کے خلاف ہاتھ اٹھا لے۔ یہ بیماری ہے خامیاں ہے میں سمجھتا ہوں کہ مشرف نے عقلمندی کی اور اپنا ملک بچا لیا ورنہ پاکستان کو خاک میں ملا دیا جاتا کتنے مدارس و کتنے علماء مساجد پامال ہوئے، علماء

گرفتار ہوئے اور ہندوستان کے علماء کو تو ویسے بھی پھنسا جاتا تو مشرف نے ایک پالیسی اختیار کر کے اپنے ملک اور قوم پر احسان کیا ہے۔ فرمایا کہ مولانا دشمن اگر طاقتور ہے تو آپ بغیر انتظام وہ سامان کے لڑیں گے زبانی دھمکیاں دیں گے تو انجام کیا ہوگا۔

فرمایا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی کتنی خوشی وفرحت کی بات تھی کہ چلو اسلامی شریعت کی بات ہورہی ہے تو آپ نے اپنی اس حکومت کو بھی کھو دیا اور خود بھی پریشان پھر رہے ہیں اور دوسروں کو پریشان کیا اور شیعہ حکومت قائم کردی۔

اصلاحی کام بتدریج کیے جاتیں ایک دم ساری قوم کو ڈاڑھی ٹوپی کرتے میں عورتوں کو برقع میں گلیوں سڑکوں میں نمازیں ہوں یہ سارے کام اپنے مرکز سے پلان کے تحت کیجئے اسلامی تعلیم تو قیامت تک کا کام ہے اسلام قیامت تک رہے گا دنیا میں تو پھر جلدی کس بات کی اطمینان سے انتظام اہتمام دین کا بندوبست کرو فکر کرو قوم کو محفوظ رکھ کر ملک کی حفاظت سے دین کی حفاظت ہے، جسم کی حفاظت سے ایمان محفوظ ہے پڑوسیوں کو اس الیکٹرونک دور میں اور میڈیا پر منحصر ماحول میں ڈھلکر پھر اسلامی پرچم ہر جگہ ہر ملک میں لہرانے کا خواب دیکھو۔

فرمایا کہ دیکھو اسامہ بن لادن کا رعب تو پوری دنیا میں پھیل گیا ہے اس کے پیچھے اسلام کی ایک تعلیم کا ہاتھ ہے۔ وہ ہے ہمت اسلامی عقائد اسلامی لباس جو کہہ دیا اس کو کر کے دکھا دیا اگر پورے تعلیمات سے آراستہ ہوں گے اور تدبیر سے کام لیں گے تو اسلامی ممالک کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ آج کی حکومتیں شہروں کے نام ہی تبدیل کرنے میں لگی ہیں اس کو ملک کی خدمت سمجھتے ہیں فرمایا کہ مدراس کتنا اچھا نام تھا اس کو چینئی کر دیا اس سے کیا فائدہ ہوا ابھی تک تو معلوم نہیں ہوا۔

فرمایا کہ ہمارے ملک کے حکمرانوں کا یہی حال ہے بس ان کو اور تو کام کوئی ہے نہیں بس یہ کام کیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ مسلمانوں کو عزت وشہرت اور حکومت واجرت

جن کاموں سے ملی ہے وہی کام آج بھی کرنے ہوں گے صحابہ جیسی مقدس جماعت کو ان حالات سے گزرنا پڑا رسول ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا۔ اوران جنگی سامان و تیاریوں کے ساتھ یہ ایک مقدس جماعت ہے۔ ان حضرات کے معاملات ومعاشرت کیسی تھی حالانکہ کے اپنے زمانے کے میں سمجھتا ہوں صحابہ کرام آنے والے دن جتنے ہیں ایسے غریبی ومفلسی کے دن کسی قوم پر نہ آئے ہیں نہ آئیں گے اس کے باوجود دنیا کی امیر ترین حکومتوں کو متزلزل کر دیا یہ ان حضرات کی اسلامی زندگی کی ہی تاثیر ہے۔

مسجد قاسم کی تعمیر

بھائی الحاج عبدالرزاق صاحب نے والد صاحب کی یادگار میں قاسم مسجد تعمیر کرا کراس کا افتتاح حضرت قبلہ کے ذریعہ کرایا بمن ہلی میں تعمیر ہوئی راستہ میں مسجد نور میں بیان ہوا مولانا الطاف عزیز کا، اور نماز جمعہ بھی مولانا نے ہی پڑھائی، الحاج عبدالرزاق صاحب کے یہاں ظہرانہ کا اہتمام رہا اور قیلولہ فرمایا اور وہاں نماز عصر ادا کی بعد عصر مسجد پہنچے نماز مغرب حضرت والا نے پڑھائی اور سورہ والضحیٰ پڑھی اور الم نشرح پر بیان ہوا پھر تقریریں اس میں ایک تقریر احقر کی ہوئی، دوسری مولانا نور محمد صاحب بیگ باقوی کی اور تیسری حضرت والا کی ہوئی صدارت مولانا نور محمد صاحب بیگ باقوی نے فرمائی۔ انشاء اللہ آئندہ صفحات پر مسجد کی تعمیر کے متعلق حضرت کا خطاب آئے گا۔

☆☆☆

خطاب ۶

مسجد کی تعمیر صاحب ایمان کرتے ہیں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! فاعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم باسم اللہ الرحمن الرحیم "انما یعمر مساجد اللہ من آمن با اللہ و الیوم الآخر و اقا الصلوۃ و اتی الزکوۃ و لم یخش الا اللہ فعصی اولئک ان یکونوا من المہتدین"

اللہ تعالیٰ کی مسجد تعمیر کرنے والا ایمان والا اور آخرت پر یقین رکھنے والا ہوگا اور نماز قائم کرنے والا اور زکوۃ دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈرنے والا نہ ہوگا، پس عنقریب یہی لوگ ہیں کہ ہدایت یافتہ حضرات میں سے ہیں۔ اس آیت کے اندر سب سے بڑی چیز بولو کیا ہے وہ ہے تصدیق اور تائید مسجد تعمیر کرنے والے کی اللہ نے ایمان والا ہونے کی تصدیق کری ہے اور اس کے نمازی ہونے کی تصدیق اور اس کے زکوۃ دینے کی توصیف فرمائی اور خشیت اس کے قلب میں ہونے کی بھی خبر دی اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کو شمار کیا۔

مسجد تعمیر کرنے والوں کے لئے اس سے خوشی کی بات کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن پاک نے ان کے ایمان والا ہونے کی گواہی دی اور ان کو نماز و زکوۃ کیساتھ ساتھ ڈرنے

والا اور ہدایت یافتہ شمار کیا۔ اس میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ مسجد تعمیر کرنے کے ساتھ اپنے عمل کے اندر خشیت پیدا کرنا ضروری ہے کہ ہم نے مسجد بنوائی ہے بلکہ یہ سمجھے کہ اللہ کی توفیق سے یہ کام ہوا ہے اور اب مسجد بنانے کے بعد یہ نہ سمجھے کے اب دین کے دوسرے کاموں میں خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ زکوۃ کا پورا دھیان دے زکوۃ دینا ضروری ہے تو مسجد بنانے پر اللہ کا شکر کرے کہ اے اللہ! تو نے مجھے اتنے بڑے کام کی توفیق دی یہ آپکا ہی کام ہے۔ سجدہ شکر ادا کرے اور یہ نماز جو آپ ادا کرتے ہیں اس کام کو بڑا کام سمجھو آپ کے بس کا کام نہیں ہے بلکہ ان کا کام ہے کہ توفیق دیکر اپنے گھر میں بلایا اور اپنی قربت نصیب فرمائی روزانہ فرائض واجبات سنت مؤکدہ کے سجدوں کا اندازہ لگائیے کہ آپ نے کتنے سجدے نمازوں کے اندر قربت اللہ تعالیٰ سے ہوئی حساب لگائیے۔ نمازوں کے اندر اس قدر اللہ سے نزدیک ہوئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ اخلاق ومعاملات کو دیکھئے کہ ہمارے معاملات کی ہیں اسلام کے خلاف ہے یا موافق مثال کے طور پر مکان رہن رکھنا کہ مکان کو کرایہ نہیں پیسوں کو سود نہیں لیکن جو مکان کے اندر رہتے ہیں سود ہی تو ہے دوسرے یہ دیکھنا ہے کہ چاندی سونا کا معاملہ نقد ہونا چاہئے ورنہ یہ بھی سود ہو جاتا ہے کہ آپ نے کوئی زیور لیا چاندی سونے کا پھر آپ نے ادھار کرلیا تو یہ ادھار کرنا منع ہے شریعت ناجائز کہتی ہے۔ تو ہمارے معاملات یہ بھی سیکھیں اپنے اپنے محلّہ کی مسجدوں کے پیش اماموں سے سیکھ لیں، مسائل بھی سیکھیں کہ یہ مسئلہ کیسا ہے تو معلومات ہوگی اخلاقیات کی بھی تعلیم مشائخ سے ملے گی، پھر حضرت والا نے تقریباً ۲۰ منٹ تقریر فرمائی۔

معراج کے ذریعہ نماز حاصل ہوئی اور معراج کے اندر رسول خدا ﷺ کو سجدے میں قربت خداوندی نصیب ہوا، تو یہ قربت نماز کے ذریعہ ہی ملی ہے اور نماز امت پر فرض کی گئی ہے تو امت کو بھی سجدہ کے ذریعہ وہی قربت معراج نصیب ہوتی ہے، جتنے

سجدے زیادہ ہونگے اتنا ہی قربت ہوگی تو یہ سجدے آپ معمولی نہ جانیں بہت اہم چیز ہے سجدہ اس کو آپ نجات کا ذریعہ جانئے اپنے مولیٰ کی قربت سمجھئے آج کل بعض لوگ ان سجدوں کو معمولی سمجھتے ہیں اور سجدہ پورا ادا بھی نہیں کر پاتے ہیں آج ہماری نمازوں کا کیا حال ہے یہ رکوع دیکھئے کیسے کرتے ہیں اور پھر سجدہ کے اندر صحیح سے پہنچ بھی نہیں پاتے ہیں کہ اٹھ جاتے ہیں کہ حالانکہ رکوع سجدوں کا اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے، حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ جو امت میں فساد کے وقت ایک سنت زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور پھر دوسرے معاملات میں کیا ہوگا۔

شیخ مجدد الف ثانیؒ کی تحقیق ہے کہ جب ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب ہے تو کئی سنتوں کا کتنا ثواب ہوگا اور واجبات کے ادائیگی میں کیا کچھ ہوگا اور فرائض کے اندر کس قدر اجر وثواب ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، لیکن اس کو کوئی سمجھتا نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک فرائض کی کتنی اہمیت ہے اور مسجدوں کے اندر ہم لوگوں کا دل نہیں لگتا ہے۔

☆☆☆

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ
وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى

خطاب ۷
صبح وشام اللہ کا نام لینے والوں کے اقسام

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم "و اصبر نفس مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ و العشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناك عنھم الخ (سورہ کہف آیت ۲۸)

حق تعالیٰ شانہ اور حضرت مسیح الامتؒ کی برکت سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام بہت عظیم الشان چیز ہے۔ اور جو اس نام کو زبان سے رٹتے ہیں ان کی بھی اللہ کے نزدیک بہت اہمیت ہے، دیکھئے اس آیت کریمہ کے اندر غور فرمایئے کہ کیا مقام ہے اللہ کے نام لینے والوں کا۔

فرمایا حضرت مسیح الامتؒ نے کہ دیکھئے حق تعالیٰ شانہ نبی پاک ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ جو حضرات اپنے رب کو صبح وشام اس کی رضا کے لئے پکارتے ہیں تو ان کے ساتھ اپنے آپ کو جما اور ان سے آنکھیں مت ہٹا، دوسری آیت میں فرمایا کہ دیکھتا ہے تو ان کو وہ رکوع اور سجدہ کرتے کرتے اللہ کی رضا اور اس کے فضل کو طلب کرتے ہیں۔

مومن کی اصل زندگی یہ ہے کہ وہ کسی وقت بھی ایک لمحہ اور گھڑی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، یہ نہیں کہ صرف نماز کو ہی یاد اور پکار میں مخصوص کرلیں۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے احکامات سنت کے مطابق یہاں تک کہ دنیاوی زندگی کے ہر معاملہ میں سنت نبوی پیش نظر ہو اور ہر کام اتباع سنت کے ترازو میں تول تول کر رکھا جائے گا وہ بھی ذکر اللہ میں شامل ہو جائے گا۔

یریدون وجھہ

آیت کے اس حصے سے ایک بہت اہم چیز کی طرف ارشاد فرمایا ہے کہ صبح وشام اللہ کے نام کے ساتھ ان کی نیت بھی خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور یہ اللہ کی رضا کا صرف صبح وشام ہی کے اندر انحصار نہیں ہے بلکہ زندگی کے سارے شعبوں کے اندر یریدون وجھہ کا انحصار ہے، تب ہی ہمارے قلب کے اندر اللہ کی رضا کا داعیہ بڑھتا جائے گا، فرمایا کہ ساری زندگی درست ہونا چاہئے " یریدون وجھہ " پیش نظر رہے، عقائد درست ہوں، عبادات ٹھیک ہوں جیسا مطالبہ ہے ویسی ہی عبادت کی جائے، معاملات صحیح ہوں معاشرت اچھی ہونی چاہئے اخلاق کے ذریعہ ان چیزوں کو بنایا جائے سنوارا جائے۔

فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ عبادات تو اسلامی طرز پر ہوں اور معاملات کو اس سے الگ رکھیں، گویا پوری زندگی میں یریدون وجھہ کو اپنا دستور العمل بنالے۔ فرمایا کہ آج کل آدمی نے اپنے آپ کو بڑا دیندار سمجھ رکھا ہے۔ عبادتیں بڑی بڑی ہیں مگر معاملات میں بہت پیچھے ہیں اور اس میں گڑبڑ ہے اور سمجھتا ہے کہ معاملات دین میں سے نہیں ہیں اس سے کوئی الگ چیز ہے، مومن یہ سمجھے کہ دین نام ہے عقائد وعبادات، معاملات واخلاقیات اور معاشرت اس کے لئے اور مجاہدات کے لئے مستعد ہو۔

مومن بندہ جو عمل کرے اس سے اسکا مقصد بس رضائے الٰہی ہی ہو کہ میں اللہ کا

فضل اور اس کی رضا حاصل کر رہا ہوں۔ ہمیں بندوں سے کچھ نہیں لینا بس اللہ کی ہی کی رضا مقدم ہے۔ فرمایا بغداد میں ایک مشہور مدرسہ نظامیہ تھا، اس زمانے کا گورنر ایک مرتبہ مدرسہ گیا اور دیکھا کہ طلبہ پڑھ رہے ہیں ایک طالب علم سے اس نے پوچھا کہ میاں تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں فلاں فلاں کتابیں پڑھ رہا ہوں اس نے پوچھا کیوں پڑھ رہے ہوں؟ میرا ارادہ ہے کہ میں قاضی بن جاؤں گا۔ آگے بڑھے تو ایک طالب سے اور پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں پڑھ کر مفتی بنوں گا، غرض کہ سبھوں نے جواب دیا میں فلاں فلاں عہدے پر رہوں گا، ان جوابات سے بڑا مایوس ہوا کہ اتنا روپے خرچ کر کے کیا فائدہ۔ لہٰذا مدرسہ کو بند کر دیا جائے، آخر میں ایک طالب علم کے پاس پہنچا۔ یہاں بھی وہی دھرایا گیا کہ کیوں پڑھ رہے ہو تمہارا کیا ارادہ ہے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ کہا کہ پڑھ رہا ہوں تا کہ میں اس سے اپنے رب کو پہچانوں اور اس کے دین کی اشاعت کر سکوں، اگر اللہ مجھے توفیق دے یہی میری غرض ہے مجھے فرصت بھی نہیں ہے آپ جانتے ہیں اور مجھے پڑھنے دیجئے۔ تب بادشاہ کے سمجھ آیا کہ اس کی وجہ سے ایک مدرسہ قائم ہے۔ اور ہماری محنت ورو پیہ رائیگاں نہیں ہوگا۔ پھر پوچھا کہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟ کہا میرا نام غزالی ہے۔ کہ بچپن سے ان کو اللہ کی معرفت حاصل تھی۔ یہ یریدون وجھہ کا مقام اور اس کی تاثیر ہے کہ بادشاہ بھی جھک گئے اور بادشاہ کیسے تھے کہ یریدون وجھہ کا ذہن بنا ہوا تھا، یہی بچہ آگے چل کر حجۃ الاسلام امام غزالی کے نام سے مشہور ہوا اور دین حق کی تعلیم و تبلیغ میں انبیاء کرام کے نقش قدم پر چل کر آپ نے سارے جہان کو منور کر دیا، فرمایا کہ ہماری زندگی کے ہر موڑ پر رضائے الٰہی پیش نظر ہو، اوامر پر عمل کرنا اور نواہی سے بچنا اصل مرید کی پہچان ہے اور اسی میں آخرت اور دنیا کی کامیابی ہے اور اخلاص نہیں آیا ہے تو نہ آئے، پر عمل ترک نہ کرے اور اخلاص کا طالب رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو "یدعون ربھم بالغدوۃ و العشی اور یریدون وجھہ میں شامل فرمالیں آمین ثم آمین۔

خطاب ۸

مدرسہ رفیق العلوم آمبور میں خطاب

مدرسہ رفیق العلوم آمبور میں مدرسہ کا سالانہ انعامی جلسہ ۸/اکتوبر مطابق ۱۱/شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ جس میں قبلہ حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور اپنے دستِ مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے اور آخر میں حضرت والا نے کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ حضرت والا نے تقریر مندرجہ ذیل ہے۔

"الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى اما بعد، قال النبي ﷺ طلب العلم فريضة على مسلم و مسلمة"

حضرات علماء کرام، لائق اساتذہ کرام اور عزیز طلباء! مدرسہ رفیق العلوم کے آج اس جلسہ میں شرکت کرنے کا شرف ملا، مجھے یہاں پروگرام اور تقاریر وغیرہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ مدرسہ کا ہر ذمہ دار بالخصوص ناظمِ مدرسہ کی کارکردگی سے دل کو اطمینان ہوا کہ آپ حضرات دیانت داری سے کام کر رہے ہیں۔

طلباء کے سالانہ امتحان کے نتائج بھی دیکھے یہ بھی ہمت افزا ہیں آپ حضرات کی اور تمام اساتذہ کرام کے محنت کا ہی نتیجہ ہے (رزلٹ ہے)، مجھے یہ بات کہنی ہے اور اکثر احباب سے میں یہ بات کہا کرتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھو یہ کامیابی کی بڑی چیز

ہے، اپنی ذمہ داری سے جو ہٹا وہ پھنسا ادھر ادھر غیر ضروری کاموں میں۔ طلباء سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''سید الاولین والآخرین حضور رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، یہاں علم کے طلب کو فرض فرمایا جارہا ہے، آپ حضرات بتایئے کہ آپ یہاں مدرسہ رفیق العلوم میں کس نیت سے آئے ہیں اکثر کہا کرتا ہوں نیت کی اصلاح ضروری ہے، اول آدمی اپنی نیت کی اصلاح کرے پھر عمل شروع کرے آپ حضرات مدرسہ کے اندر علم حاصل کرنے آئے ہیں اور علم حاصل کرنا ایک فریضہ ہے تو آپ لوگ ایک فریضہ ادا کرنے میں لگے ہیں رہی بات مفتی بننا ،قاضی بننا، محدث ہونا، فقیہ بن کر کام کرنا، مقررین بن کر اچھی تقریریں کرنا، امامت کرنا آپ کی نیت ہو یا نہ ہو ان کاموں کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے ضرورت ہے کہ آپ یہ نیت کریں کہ یہ فریضہ ہے یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں بس فریضہ ادا کرنے کی نیت ہو یہی غرض ہو کہ ہم علوم نبوت حاصل کر رہے ہیں اس میں بھی، جو علم دنیا و آخرت دونوں کو درست کرلے وہی اصل چیز ہے، آج کے ماحول میں مدارس کو شکوک وشبہات سے دیکھا جاتا ہے ہم لوگوں کو احتیاط سے چلنا ضروری ہے ہماری تقریروں و تحریروں سے کسی قوم کی دلخراشی نہ ہو بے موقعہ جوشیلی تقریریں بھی مصلحت کے خلاف ہو کر پریشانی کا باعث ہوتی ہیں اور تشویش کا باعث بن جاتی ہیں اپنے احباب سے اکثر کہتا ہوں کہ علم کے ساتھ اپنی زندگی کی حفاظت بھی کریں دوسروں کے بھروسہ پر رہنے کی ضرورت نہیں اپنی حفاظت خود ہم حکمت و تدبر سے کرنا ہے اپنا گھر بسانا ہے حضرت مسیح الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم نافع کی دعا کیا کرو کہ علم نافع ہی مفید ترین ہے، علم نافع کسے کہتے ہیں؟ فرمایا حضرت مسیح الامتؒ نے کہ علم نافع وہ کہلاتا ہے جو اعمال صالحہ پر ابھارے ایک جوش و تازگی پیدا کرے اور اعمال صالحہ کی طرف دھیان دلائے وہ علم نافع کہلاتا ہے، اس لئے علم نبوت حاصل کرنے کے لئے اپنی نیت کی اصلاح اور نگرانی ضروری ہے نیت کو خالص کریں۔

ایک واقعہ ہے کہ ہارون رشید کے دربار میں ایک آدمی پہنچے بادشاہ نے ان کو اپنی خدمت کے متعلق کہا کہ پہلے تم علم حاصل کرو پھر بادشاہ کی خدمت کے قابل ہوگے چنانچہ ان کو مدرسہ کے اندر تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا وہاں جا کر انہوں نے خوب علم حاصل کیا اور جب علم سے آراستہ ہوگئے بادشاہ سے کسی نے کہا کہ جو آدمی آپ کے پاس خدمت کے لئے آیا تھا اور آپ نے اسے علم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا تھا وہ علم حاصل کرچکے ہیں لیکن آپ کے یہاں نہیں آئے ہیں، بادشاہ نے ان کو بلوایا کہ ہماری خدمت میں آئیں اور بادشاہ کی خدمت کریں ان صاحب نے کہلوا بھیجا کہ جب تک علم سے ناواقف تھا تو آپ کی خدمت کے لائق تھا لیکن قرآن وحدیث کے علوم سے واقف ہونے کے بعد اب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں لگ گیا ہوں ان کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کی خدمت کرنے کے لئے فرصت ہی نہیں ہے، دیکھا آپ نے علوم دین کی اہمیت کیسی ہے کہ بادشاہ کے دربار کی حضوری کی بھی فرصت نہیں ہے، یہ حضرات تھے قدر دانی کرنے والے علوم حدیث کے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو توفیق عمل نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

☆☆☆

زندگی کے آخری لمحات حضرت والا کی خدمت میں

انقلاباتِ زمانہ واعظِ رب ہیں
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

میری زندگی بھی طوفانوں سے دوستی کرنے والی زندگی ہے، اس مختصری اور تھوڑی سی زندگی میں بڑے بڑے طوفانوں سے سابقہ پڑا اور ہوش اڑا دینے والے سیلاب بھی آگئے اور گزر گئے اور زندگی میں نامعلوم کتنی مرتبہ ایک ایک لمحہ، گھڑیاں اور دن وماہ وسال حسب سابق ۲۰۰۳ء میں ماہ اکتوبر پھر آیا جس طرح اب تک آتا رہا تھا اور کتنی مرتبہ ماہ اکتوبر آیا اور چلا گیا کوئی غم دل ہلا دینے والا یا خوشی یادگار بنانے والی ایسی کوئی گھڑی پیش نہیں آئی لیکن ایسے ماہ اکتوبر میری زندگی میں یہ پہلی بار آیا کہ اس اکتوبر کو بھول جانا تو مشکل ہے لیکن اس کو یاد رکھنا بھی کڑواہٹ ہے۔

اس اکتوبر کی تاریخیں تو یاد رہیں گی لیکن اس کا ایک دن ایسا اس ایک دن میں ایک گھڑی ہے گھڑی کا ایک لمحہ ایسا گزرا کہ وہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔

کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں کہ آئے اور چلے گئے ان کے نشانات اور آثار ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس اکتوبر کا حادثہ ایسا ہے کہ اس کے نشانات ہر وقت نمایاں ہیں آثار

مٹ نہیں سکتے اس حادثہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔خادم لکھنؤ چلا گیا تھا وہیں رہ رہا تھا،حضرت والا کے دولت خانہ پرنامبٹ میں پوتی ونواسے کی شادی شاندار طریقے سے ہوئی ان کی اطلاع حضرت والا فرماتے تھے میرا بھی ارادہ کئی مہینوں سے بنگلور کا آنے کا بن رہا تھا ایک مرتبہ کا واقعہ آیا ہوا کہ حضرت والا کے پاس آنے کا ٹکٹ بنوالیا اور حضرت والا کو اطلاع بھی دے دی کہ فلاں تاریخ کو پہنچ جاؤں گا اور شادی میں شرکت کا ارداہ کرلیا تھا لیکن ٹکٹ دلوانے والوں کو اس تاریخ کا مل نہ سکا پھر ہمارے ہاشم بھائی لکھنؤ والے ان کے بھائی کا انتقال ہوگیا پھر ڈاکٹر رضی الدین صاحب نے اپنی لڑکی اور ہمارے حضرت کے نواسے کی دوبارہ پھر اطلاع شادی کی کی کہ مولانا صاحب آپ ضرور آئیں آپ کی کمی سارے گھر والے محسوس کریں گے،میری ہمت نہیں ہوئی کہ انکار کرسکوں چنانچہ شادی کی تاریخ کے اعتبار سے بنگلور کا ٹکٹ کرالیا گیا اور اطلاع کر دی کہ آرہا ہوں آج چل کر پرسوں پہونچ جاؤں گا،ادھر کیا ہوا کہ وہ ٹرین دن میں ۱۲ بجے جانے والی تھی لکھنؤ سے میں نے اندازہ سے یہ سوچ لیا کہ یہ ٹرین رات کو بارہ بجے جائے گی تو رات کو اسٹیشن پہنچا وہاں بنگلور والی گاڑی تلاش کررہے ہیں وہاں معلوم ہوا کہ وہ گاڑی چلی بھی گئی ٹکٹ پر وقت دیکھا تو وہ دن کی ٹرین تھی،بہت افسوس ہوا کہ غریبی میں آٹا گیلا مشکل سے ٹکٹ کے پیسوں کا انتظام کیا اور وہ بھی اس طرح بے وقوفی کی نذر ہوگئے پھر دوبارہ وعدہ خلافی ہوئی بہت شرم آرہی تھی کہ کیا جواب دیں گے۔

اس دفعہ یہ بات تھی کہ میرا چھوٹا بیٹا آصف عزیز کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی اس رات کو میں اس کو بیمار چھوڑ کر اسٹیشن آیا تھا اور ہماری اہلیہ اس بچے کو لے کر ہسپتال میں پہنچی جب گاڑی چھوٹ گئی تو سیدھے ہسپتال پہنچا رات کے دو بج رہے تھے جیسے ہی میں نے ہسپتال میں قدم رکھا تو آصف کی امی کے رونے اور چیخنے کی آواز آئی،اس لئے کہ ہمارے بیٹے کو دواؤں سے انفکشن ہوگیا تھا جھٹکے ٹائپ کے لگنے لگے اور آنکھیں

وغیرہ چڑھنے لگیں، میں تو گھبرا گیا، پھر ڈاکٹروں کی ٹیم آئی تقریباً چار دن کے معالجہ کے بعد الحمد للہ بچے کو شفاء عطا ہوئی اور اس کو آرام ہو گیا، اس دوران حضرت والا کو پورے حالات کی اطلاع دیتا رہا اور دعا کی خصوصی درخواست کرتا رہا اور آپ نے فرمایا حضرت آپ آرام سے آیئے، دو روز کے بعد دو اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات کا ٹکٹ نکالا اور ۴ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو حضرت کے دولت کدہ میں پہنچ گیا میری حالت سے ہی میری پریشانیاں ظاہر ہو رہی تھی حضرت والا کو اطلاع ہوئی کہ مولانا آئے ہیں حضرت والا باہر تشریف لائے اور دیدار یار نے سفر کی ساری تھکان بھلا دی اور مصافحہ و معانقہ کے بعد تو قلب کو وہ مسرت نصیب ہوئی جو سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی سے نہیں ہو سکتی۔

احقر کی آمد سے حضرت والا بہت ہی مسرور تھے اور بار بار کہہ رہے تھے کہ مولانا آپ کتنی جلدی پہنچ گئے میں نے بھی کہا حضرت پتہ نہیں کیسے اتنی جلدی پہنچ گیا کہ مجھ کو بھی احساس نہ ہو سکا۔ حضرت والا نے فرمایا مولانا گرم پانی ہے نہالیں سفر میں کافی تھک گئے ہیں آرام ملے گا اور میرے کپڑے حضرت والا نے گھر میں دھلوانے کے لئے بھجوا دیئے اس نالائق پر حضرت والا کے کیسے کیسے احسانات ہیں ان کا احاطہ ناممکن ہے اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

۴ر تا ۸ر تاریخ تک تو حضرت والا کے ساتھ پورے طور سے نہیں رہ سکا چونکہ حضرت والا کے گھر پر کافی چہل پہل تھی داماد، بیٹی، نوشہ و دلہن اور دوسرے حضرات کی وجہ سے گھر کی رونق بڑھ گئی تھی، اتوار کی شام میں ایک گاڑی سے دلہا دلہن پیرانی ماں اور ڈاکٹر رضی الدین ان کی اہلیہ مدراس کے لئے روانہ ہو گئے چلتے وقت حضرت نے کہا کہ مولانا انشاء اللہ پرسوں تک آجاؤں گا اور وعدہ کے مطابق حضرت والا منگل کی شام پہنچے لیکن پروگرام سیلم جانے کا تھا اس لئے حضرت والا حکیم ناصر الدین کی اہلیہ کو لائے تھے تو ناصر بھائی کار لے کر آمبور پہنچے اور وہاں سے ناصر بھائی اپنی اہلیہ کو لے کر واپس

پرنامبٹ آگئے اور حافظ امجد صاحب کو حضرت والا کے ساتھ سیلم کے لئے بھیج دیا تو حضرت والا آمبور سے ہی سیلم چلے گئے، مدرسہ مظاہر علوم سیلم میں شوریٰ کی میٹنگ میں حضرت والا نے شرکت فرمائی اور منگل کی شام کو وہاں سے واپس ہو گئے شام کو چار بجے بذریعہ ٹرین حضرت والا آمبور پہنچے، پرنامبٹ میں ایک نوجوان ہیں جن کا نام عتیق احمد صاحب عطر والے ہیں ان کو حضرت والا سے بڑی عقیدت تھی وہ آمبور جارہے تھے احقر بھی ان کے ساتھ آمبور چلا گیا تو حضرت والا بہت مسرور ہوئے اور فرمایا ارے مولانا آپ آمبور کیسے پہنچ گئے تو حضرت والا کو بتایا کہ عتیق صاحب کو آپ سے بہت محبت ہے بس ان کے ساتھ آگیا حضرت والا نے فرمایا ہاں یہ ہم سے بہت ہی محبت کرتے ہیں اللہ ان کو جزائے خیر دے اور پھر پرنامبٹ واپسی ہوگئی حضرت والا کے ساتھ سفر میں بہت سی باتیں معلوم ہوئیں اور بہت ہی لطف آیا۔

۸/اکتوبر ۲۰۰۳ء کو مدرسہ رفیق العلوم آمبور میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت والا کو شرکت کرنی تھی جو حضرت والا کی صدارت میں ہونے والا تھا، حضرت والا نے ایک نہایت معلوماتی نصیحت سے پرخطبۂ صدارت پیش کیا جو مواعظ زکیہ کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔

بنگلور کا سفر

۱۰/اکتوبر بروز جمعہ ۲۰۰۳ء بنگلور کا پروگرام تھا جس کی حضرت والا احقر کو اول ہی سے اطلاع فرما چکے تھے، ۷ بجے سفر شروع ہوا، سفر میں وی کوٹہ پڑتا ہے وہاں پر ہمارے پیر بھائی، بھائی عبد الواجد کے۔جی۔ایف والے کی بیکری ہے وہاں جانا ہوا اور جن سے ملنا تھا حضرت والا نے ان سے ملاقات فرمائی الحمد للہ بہت خاطر ہوئی اور بہت سے احباب سے ملاقات بھی ہوئی، یہاں سے بھائی عبد الواجد بھی ساتھ میں

چلے، بنگلور سے پہلے کے۔جی۔ایف وکل نگر محترم مولوی مرسلین صاحب کے دولت کدہ میں پہنچے وہاں حضرت والا کے ایک خاص مرید بھائی سراج صاحب ہیں، انہوں نے حضرت والا کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا، محترم حافظ محمد مزمل صاحب بھی وہاں ملے وہ بھی حضرت والا کے مریدین و معتقدین میں سے ہیں اور بہت محبت رکھتے تھے، بنگلور جانے کے لئے بھائی سراج صاحب نے بھی اجازت چاہی تو حضرت والا نے اجازت دے دی، راستے میں حضرت والا بہت ہی ناصحانہ کلمات سے اور معلومات افزا باتوں سے ہمسفروں کا دل لبھا رہے تھے، بنگلور میں محلّہ مڑوال میں حضرت حاذق الامتؒ کے ایک خلیفہ و مجاز ہیں ان سے ملاقات ہوئی اور جناب الحاج عبدالرزاق جو حضرت والا کے میزبان تھے ان سے ملاقات ہوئی اور تمام حضرات نے آپ کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔

پاس ہی میں مسجد نور ہے اس میں ہم لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے گئے تو وہاں کے انتظامیہ نے جمعہ کی نماز پڑھانے کی فرمائش کردی، راقم الحروف نے ذکر کے موضوع پر ایک مختصری بات کی اور الحمدللہ جمعہ کی نماز بھی راقم الحروف کو پڑھانے کا شرف نصیب ہوا، بعد نماز جمعہ کھانا ہوا اور تقریباً عصر تک یہیں قیام ہوا، پھر یہاں سے یہ قافلہ باسن بلی یا اس کے قریب کوئی جگہ تھی اس کی طرف روانہ ہوگیا، وہاں پہنچ کر حاجی عبدالرزاق صاحب اور بھائی عبدالرشید کی رہنمائی میں تمام پروگرام کی اطلاع ہوئی، وہاں ایک مسجد کی افتتاح کرنی تھی اور حضرت والا کے ذریعہ ہونا تھا چنانچہ حضرت والا نے مغرب کی نماز پڑھا کر اس مسجد کا افتتاح فرمایا، نماز مغرب کے بعد حضرت والا کا وعظ ہوا اور موقع پر حضرت والا کی موجودگی میں احقر نے بیان کیا، اس کے بعد جناب نور احمد صاحب کی پرجوش تقریر ہوئی اور اس کے بعد حضرت والا نے دعا فرمائی، بعد نماز عشاء کچھ دیر تک ملاقات کا سلسلہ رہا اس کے بعد کھانا کھانے کے

دوران ہمارے چھوٹے بھائی محمد زبیر ہلیو رودرگاہ سے اچانک ملاقات ہوگئی کھانے کے بعد رات کو وہاں سے محترم جناب بھائی عبدالرشید اور محترم جناب بشیر احمد کے ہمراہ واہٹ فیلڈ کے لئے روانہ ہوگئے اس موقع پر سراج بھائی بھی ساتھ تھے، زبیر بھائی بھی ہمراہ تھے حافظ امجد صاحب اور عبدالواجد صاحب کے، جی، ایف اور مولانا غلام الرحمٰن صاحب قابل ذکر ہیں یعقوب حضرت بھی ساتھ تھے وہاں نظموں اور نعتوں کی خوب اچھی محفل سجی حضرت والا بہت مسرور ہوئے، اس موقع پر میزبان جناب بھائی عبد الرشید صاحب نے سعودی عرب کی مقدس بابرکت اور نہایت لذیذ اور ذائقہ دار کھجوریں لاکر رکھ دیں حاضرین نے شوق سے کھائیں اور پھر آب زمزم بھی پینے کا شرف حاصل ہوا، دوسرے دن صبح ایک پروگرام جناب بشیر احمد صاحب کے نئے گھر میں تھا انہوں نے نیا مکان بنایا تھا اور اس کے افتتاح کے لئے حضرت والا کو مدعو کیا تھا، وہاں بھی حضرت والا نے دعا فرمائی اور شال پوشی کی گئی، راقم الحروف کو بھی ایک رومال پیش کیا گیا جس کو بخوشی قبول کر لیا گیا، ان کے ایک آفس میں بھی دعا کا پروگرام تھا حضرت والا نے وہاں بھی دعا فرمائی اور پھر ہم لوگ بنگلور سے واپس ہوگئے۔

شعبان کی پندرھویں شب حضرت والا کے ساتھ

۲۰۰۳ء مطابق ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ بروز ہفتہ پرنامبٹ پہنچ گئے وہاں حسب پروگرام شعبان کی اس رات کی تیاری پہلے ہی سے چل رہی تھی حضرت والا نے فرمادیا تھا کہ ۱۵ر شعبان کی رات پرنامبٹ میں ہی گزاری جائے گی اس میں دوسرا باہر کا پروگرام نہیں ہے، حسب معمول حضرت والا کے ساتھ نماز عشاء چوک مسجد میں ادا کی گئی پرنامبٹ کے اکابر کا طریقہ رہا ہے کہ اس رات میں خصوصیت کے ساتھ ایصال ثواب کیا جائے چنانچہ حضرت والا کے ساتھ قبرستان پہنچ کر ایصال ثواب کیا گیا دعائے

مغفرت کی گئی اس موقع پر یعقوب حضرت بھی ساتھ رہے ان سے فراغت کے بعد حضرت والا کے ساتھ ہی دولت خانہ لوٹے اور کافی سارے احباب تھے پھر حضرت والا کا اخلاق بہت اہمیت رکھتا ہے گویا کہ آپ پرنامبٹ کے روح تھے، لوگ کھنچے چلے آتے تھے آپ کی طرف اس رات میں کافی مجمع رہا یہ کس کو معلوم تھا کہ حضرت والا کے ساتھ شعبان کی پندرھویں رات حضرت والا کی رات ہے، حضرت والا رخصت ہونے کے لئے اکٹھا کر رہے ہیں یہی واقعہ حضرت والا کے حالات میں ہے جب ڈاکٹر رضی الدین کی لڑکی اور آپا رفیعہ کے بیٹے کی شادی کا موقع آیا اور شادی ہوئی تو لوگ بتاتے ہیں کہ ایسی شادی اور اس قدر مہمان تھے کہ ان کے ٹھہرنے کا انتظام بھی اتنا عمدہ اور حیران کن تھا کہ آنے والے دیکھنے والے تعجب کرتے تھے گویا کہ حضرت والا تمام اعزاء واقارب واحباب ومتوسلین ومعتقدین کو سب سے رخصت ہونے کا بندوبست کرتے تھے اپنے گھر سب کو بلا کر کھلا پلا کر سب کو کہہ دیا کہ پھر ملیں گے کہ مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا دل وجان سے آپ نے اپنے مہمانوں کا اعزاز واکرام فرمایا اور مہمانوں کا حق ادا کیا خیر مسجد سے حضرت والا کے ساتھ گھر واپس ہونے پر چونکہ احباب کافی تھے تو حضرت والا نے تمام حاضرین مجلس کو میٹھا کھلایا اور میٹھا کھلاتے کھلاتے میٹھی باتیں ہوتی رہیں، کوئی محفل ہو اور حضرت والا اس میں کوئی مصلحت و حکمت بیان نہ کریں ایسا ہو نہیں سکتا ہے، یہ تو شان تھی حضرت والا کی کہ نکات بیان کرتے تھے دل لگا دیتے تھے، غزلیں اور نظمیں ان کا دور چلا ہمارے حضرت والا کو نعت سننے کا بہت شوق تھا اور اچھی آواز سے آپ بہت متاثر ہوتے تھے اور روزانہ بعد نماز عشاء آپ کو اس قسم کی محفل کا شوق تھا احقر جب بھی حاضر خدمت ہوتا تھا تو عشاء کے بعد کافی دیر تک دینی محفل اور نعت کی محفل ہوا کرتی تھی یہ کس کو معلوم تھا کہ یہ مواقع بس آخری ہی ہیں پھر ڈھونڈے تو ملیں گے نہیں خیر غزلوں کا اور نظموں کا بہت دیر تک

سلسلہ چلتا رہا، بنگلور میں رات کو آرام نہ آنے کی وجہ سے پوری رات جاگنا نہ ہو سکا بلکہ تھکن کی وجہ سے کچھ حضرات کو سو گئے اور صبح الحمدللہ اٹھے۔

مدرسہ مدینۃ العلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ شعبان کا مہینہ یہ جلسہ جلوسوں کا ہوتا ہے اس سلسلہ میں قبلہ حاذق الامتؒ ۱۶ر شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز دوشنبہ صبح حضرت والا آندھرا پردیش کے ایک مقام شری رامپور مدرسہ مدینۃ العلوم کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا مخدوم صاحب دامت برکاتہم مفتاحی کی دعوت پر وہاں سفر کے لئے تیاری فرمانے لگے اور حافظ محمد امجد صاحب زید مجدکم کے بھی ہمراہ جانے کا پروگرام بن گیا، اس سفر میں حضرت مولانا ناصر احمد صاحب دامت برکاتہم وہ بھی ساتھ جانا چاہتے تھے چنانچہ یہ حضرات کرناٹکا ایکسپریس سے شام ۶ بجے شری رامپور کے لئے روانہ ہو گئے، شری رامپور پہنچ کر یہ اطلاع ملی کہ وہ حضرات بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں، پروگرام کے مطابق حضرت والا کی واپسی ۱۶ر اکتوبر ۲۰۰۳ء کو بنگلور دن میں دو بجے پہنچنا تھا اور پھر وہاں سے برندوان سے آمبور آنا تھا اور پھر آمبور سے پرنامبٹ کا پروگرام بنا ہوا تھا۔

طاق راتوں میں ستائیسویں رات

حضرت حاذق الامتؒ کی زندگی میں ہمارا ایک تبرک

کس کو معلوم تھا کہ اس سال یہ ستائیسویں رات حضرت والا کی زندگی کی آخری رات ہے آئندہ سال ڈھونڈا جائے گا تو نہیں مل سکے گا۔

حضرت والا سارے دنوں میں کھلانے پلانے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ

اللہ تعالی نے آپ کو اسی کام کے لئے مقرر فرمادیا تھا ہر وقت ہر موقع پر آپ کو اس کا شوق تھا کہ محفل ہو کھلایا پلایا جائے ہر ایک سے اتنی محبت آپ فرماتے تھے، تو رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ کچھ بندوبست نہ ہو چنانچہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ رمضان المبارک کی خوشی کے موقع پر آپ نے ستائسویں رات کا خوب اہتمام کیا، قرآن دشریف کا ختم تھا گھر پر، حضرت والا نے حافظ امجد کی خوب حوصلہ افزائی کی، پھر تراویح کے بعد محفل میں ایک ایسا رنگ لے لیا کہ حاضرین مست اور بے خود ہو گئے کلام پاک کی تلاوت مختلف قراءت کے ساتھ ہوئی تھی اور تراویح کے اندر بھی ہمارے ناصر بھائی نے ایک نئی لذت پیدا فرمادی، ناصر بھائی جس محفل میں ہوں اس میں خشکی رہے ایسا کیسے ہوسکتا ہے یہ تو اس خاندان کی روایت ہے ہریالی تقسیم کرنا، سرسبز شاداب رہنا، دیکھنا اور اپنی آمد سے اس جگہ کو جگہ والوں کو شادابی عطا کرنا یہ خضر علیہ السلام کی وراثت ہے چنانچہ رمضان شریف کی تراویح میں ایسا ہوتا تھا کہ ناصر بھائی نے یہ انتظام کیا کہ ۱۶ رکعت پر چائے پھر ۱۲ رکعت پر چائے پھر ایک دن تو ۸ رکعت پر بھی چائے پلادی گئی اعلیٰ قسم کی افطاری اور بہترین لذیذ لذیذ نعمتیں کھانے سحری میں اور پھر تراویح کے بعد مخصوص احباب کے ساتھ مخصوص محفل اور پھر روحانی وجسمانی دونوں قسم کی چیزیں۔

میری زندگی کا ایک رمضان مولانا عاشق صاحبؒ کے دولت کدہ پر خانقاہ میں ایک دل آویز رمضان گزرا ہے اور پھر یہ بس آخری اور پرلطف رمضان حضرت والا کے ساتھ گزرا ہے۔ میرے سابق شیخ مولانا قبلہ عاشق حسین صاحب نوراللہ مرقدہ محلّہ کھدرہ مدح گنج لکھنؤ میں تھے مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے خلیفہ ومجاز تھے حضرت والا کی برکت سے اور توجہ سے قرآن پاک تراویح میں سنانے کا حوصلہ دوبارہ آپ سے ہی ملا آپ کی ہی مسجد میں قرآن پاک سنایا اور حضرت والا کے

یہاں تراویح کے بعد ایک نورانی محفل منعقد ہوتی تھی پھر الوداعی جمعہ کو پورے شہر لکھنو کے اہل علم اہل مشرب احباب کی دعوت افطار فرماتے تھے اس کا بنفس نفیس حضرت والا اہتمام وانتظام فرماتے تھے برسوں کے بعد ہمارے حاذق الامتؒ کے یہاں یہ رمضان نصیب ہوا ہے۔

تو حضرت والا کے یہاں طاق راتوں میں روزانہ احباب جمع ہوتے تھے اور حضرت ولا کے مکان ہی پر کلام اللہ کی قرأت کا اہتمام ہوتا تھا نعت خوانی ہوتی تھی تقریباً رات کے دو بجے تک ہر طاق رات میں ایسا ہی ہوتا تھا، طاق راتوں میں دعاؤں کا جو اہتمام ہوتا تھا وہ قابل رشک تھا یہ سب ہمارے ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کی برکت اور حرکت تھی مائک کا انتظام کر رکھا تھا گھر پر پورا ماحول نورانی تھا، ایک چہل پہل تھی ہمارے اس ماحول میں ناصر بھائی کو متولی و منتظم کے نام سے پکارتے تھے یہ محفل اور مزید رونق والی ایک روز اس لئے ہوگئی کہ عزیزم محمد رفیع الدین سلمہ بھی مدراس سے ۲۹ رکو اچانک آئے اور اپنی پیاری بھولی بھالی صورت دکھا کر ہم لوگوں کو مسرور کیا اور دلکش انداز میں اور اپنے مخصوص انداز میں ایک نعت شریف بھی سنائی جو کافی محنت کر کے یہ طرز رفیع الدین صاحب نے حاصل کیا ہے، اللہ تعالی عزیزم رفیع الدین کو ہر اعتبار سے ترقی عطا فرمائے اور اس خاندان کی جو وراثت ہے جسمانی وروحانی دونوں میں مہارت تامہ عطا فرما کر لوگوں کو فیضیاب کرسکیں، اللہ تعالیٰ سامان عطا فرمائے آمین۔

یہ رمضان المبارک کی لیلۃ الجائزہ یا عید کی رات اس میں دونوں کا حصہ رمضان المبارک کا حصہ اس رات میں یوں ہے کہ ابھی عید الفطر نہیں ہوئی ہے، جیسے رمضان کا چاند نظر آنے سے روزہ صبح کو ہی شروع ہوگا اسی طرح لیلۃ الجائزہ بہت نسبت والی ہے اور بہت مقدس شب ہے اس کا تقدس اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قدر خوشی ولذت و

راحت اس رات میں اللہ تعالیٰ نے چھپادی ہیں وہ کسی بھی رات وساعت میں نہیں ہیں بہر حال لیلۃ الجائزہ کا منظر حضرت والا کے دولت کدہ پر دولت سے مالا مال اور دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ایک ساتھ جمع نظر آتی تھیں، اس رات کو بہت محفل جمی اور حضرت والا بنفس نفیس شامل رہے کسی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ رات تو آئے گی لیکن جس ذات کی برکت سے یہ خوشیاں اور برکتیں حاصل ہو رہی ہیں وہ ذات نہیں رہے گی۔

اس رات خصوصیت کے ساتھ محفل کو قرأت ونعت کے عنوان سے سجایا گیا، چنانچہ قاری سید ظفر احمد صاحب جو مدراس میں پری میٹ مسجد کے امام ہیں اور حاذق الامتؒ کے شاگرد ہیں قرأت سبعہ کا مظاہرہ کر کے دل کو خوشی اور روح کو فرحت بخشی۔

اس محفل کا افتتاح صاحبزادہ سعید الملت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم امام مسجد چوک پر نامبٹ تمل ناڈو، مکرمی مفتی سعدی صاحب زید مجدکم کی قرأت سے ہوا اس کے بعد عارف صاحب نے نعت پیش کی اور کئی نظمیں سنائیں اور پھر حافظ محمد عمر صاحب زید مجدکم نے قرأت سے سرفراز کیا اور پھر ہمارے رفیع الدین نے بھی اپنے مخصوص انداز میں دو چیزیں پیش کیں ہیں۔ اس دوران کھانے پینے کے تین دور چلے اور حضرت والا کافی لطف اندوز رہے، معلوم ہوا کہ کل ۲۵ رنومبر کو ضیاء العین کو چیک کرانا ہے اور ہمارے بھائی صادق اللہ صاحب جو حضرت والا کے خاص منظور نظر تھے، حضرت والا کے مکان کے اندر سارے تعمیراتی کام آپ کے مشورے سے ہوتے تھے چنانچہ آپ کو صادق انجینئر کہتے تھے حضرت والا سے بیعت بھی ہو گئے تھے۔

اور ایک ہستی کا تذکرہ اور کرتا ہوں جو ہمارے حضرت کا بہت دل بہلاتے تھے ہمارے حضرت ان کو بہت چاہتے تھے اور محبت فرماتے تھے اور اس قابل بھی ہیں کہ ان کو چاہا جائے وہ ہیں محترم جناب بھائی اقبال صاحب متولی جنہوں نے کئی مسجدوں میں کافی دلچسپی سے کام کر کے ان کو تعمیری کاموں میں آگے بڑھایا اور اونچا کیا اللہ تعالیٰ

آپ کو اور اونچا کرے آپ کے تمام مقاصد اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں متولی اقبال صاحب کو ڈاڑھی نہیں نہیں تھی حضرت والا نے فرمایا کہ متولی صاحب آپ کے لئے داڑھی ضروری ہے متولی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت ابھی نہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ کام آپ کو کرنا ہے بس اسی دن سے میرا دل مضبوط ہو گیا ماشاء اللہ آج کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت والا نے ایسا زور دیکر فرمایا کہ میری ہمت نہیں ہو سکی اس کو ٹال دوں یہ تو حضرت والا کی دلی محبت اور توجہ کا اثر ہے کہ ہم جیسے باتوں باتوں میں سدھر ہو گئے اور سدھار دیئے حضرت والا نے، اقبال صاحب بہت درد سے حضرت والا کا تذکرہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں۔

عید الفطر منائی گئی حضرت والا کے ساتھ

۲۶ رنومبر ۲۰۰۳ء عید الفطر تھی تو عید کی تیاریاں ہوئیں اور اس خادم کو بھی حضرت والا نے نئے کپڑے سلا کر دیئے اور کتنا خیال اور محبت فرمائی آپ نے، صبح عید الفطر تھی سارے گھر کے حضرات مدراس میں تھے بچے ابھی صحت یاب نہیں ہوئے تھے چلنا پھرنا ابھی تک نہیں ہوا تھا لہذا امی جان بھی آپا جان بھی اور کبیر الدین ان کی فیملی سب مدراس میں تھے، یہاں بھائی ناصر الدین احمد صاحب اور رفیع الدین صاحب تھے حضرت والا کے ساتھ عید گاہ ہم لوگ چلے وہاں چل کر عید کا منظر دیکھ کر بہت دل خوش ہوا، حضرت والا کے برابر میں نماز میں کھڑے ہونے کا شرف نصیب ہوا، یہ حضرت والا کی آخری عید کی نماز تھی پرنامبٹ کی عیدگاہ میں حضرت والا کی آخری حاضری تھی اور حضرت والا بس دل لگائے جا رہے تھے، عید الفطر کی نماز سعید الملت محترم و مکرم حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی بہت دل لگا پھر جامع عربی خطبہ پھر اس کا ترجمہ کیا گیا اور دل شادماں ہو گیا خادم نے حضرت والا سے عرض کیا کہ

حضرت عید الفطر کی ایسی نماز پہلی مرتبہ پڑھی ہوگی کہ دل منور ہو رہا ہے اور اصلی خوشی نصیب ہو رہی ہے، نماز کے بعد سبھی لوگ گلے ملے مبارکبادیاں دی گئیں امجد صاحب بھی ساتھ تھے، پھر عید گاہ سے ہمراہ ناصر بھائی رفیع الدین امجد صاحب حضرت والا کے پیچھے پیچھے ہم لوگ دولت خانہ آئے۔

حسب معمول حضرت والا کی عزت افزائی کے لئے اور احترام میں سعید الملت قبلہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب خلیفہ ومجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق نور اللہ مرقدہ ہردوئی تشریف لائے مکرم ومحترم حضرت مولانا سید ذاکر صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لائے اور شہر کے دوسرے بہت سے حضرات آرہے تھے اور حضرت والا عیدی کے نام سے کسی کو دس روپیہ کسی کو پانچ روپیہ نئے نوٹ خوش ہو کر عنایت فرمارہے تھے۔

قبلہ حضرت مفتی صاحب کو بھی عیدی دی گئی اور ذاکر حضرت کو بھی عیدی حضرت والا عنایت فرمائے، حضرت حاذق الامت ؒ نے سعید الملت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اور حضرت مولانا ذاکر صاحب کو بڑی محبت سے ان کو رخصت فرمایا، اس کے بعد کھانا کھایا گیا کھانے کے بعد مدراس کی تیاری کی گئی، چونکہ سارے گھر کے لوگ وہیں تھے حضرت والا کی شفقت ومحبت کیسے گوارہ کرتی کہ عید کے دن اپنے بچوں کو نہ ملیں چنانچہ حضرت والا شام کو ہی ناصر بھائی اور ان کی اہلیہ کے ساتھ اور رفیع الدین کے ساتھ مدراس کے لئے روانہ ہو گئے یہاں گھر پر بہت سناٹا ہو گیا، راقم الحروف بھی وی کوٹہ اور بنگلور کے لئے روانہ ہو گیا وہاں سے سات دن کے بعد جمعرات کے دن ۴ر دسمبر کو پہنچا، حضرت والا تین دسمبر کو تشریف لائے تھے اور ناصر الدین بھائی ۳۰ر نومبر کو پرنامبٹ تشریف لے آئے تھے بنگلور میں بلیو ردرگا سے زبیر احمد اور لیاقت ملنے آئے تھے ان سے ملاقات ہوئی بہت دل خوش ہوا اور بامن بلی پہنچ کر چھوٹے زبیر کے گھر پر قیام کیا، وی کوٹہ پہنچ کر عبد الواجد صاحب سے ملاقات ہوئی دوپہر کھانے کا انتظام ہوا اور شہر کی بڑی مسجد میں وعظ ہوا۔

۵/دسمبر کو حضرت والا کی آخری مجلس

حضرت والا کی خواہش پر آخر میں احقر سے دعا

۵/دسمبر بروز جمعہ رمضان المبارک کے بعد پہلی مجلس ہوئی اور حضرت والاؒ کے بہت صدمہ اور رنج و تکلیف جھیلنے کے بعد آج یہ پہلی مجلس ہوئی تھی جس میں حضرت والا نے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم" کے موضوع پر بہت بشاشت کے ساتھ مجلس میں خطاب فرمایا مجلس کے بعد چند اشعار جو حادثہ پر کہے گئے تھے وہ بھی پڑھے گئے جو کافی پسند کیے گئے اور زیر علاج متاثرین کے لئے دعائیں بھی کی گئیں حضرت والا نے فرمائش کی کہ مولانا آپ ہی دعا کرائیں چنانچہ خادم نے الامر فوق الادب کے تحت دعا کرائی۔

بیماری اور وفات

سفر سیلم

بحمد للہ ۲۰ رد سمبر ۲۰۰۳ءکو حضرت اقدس کی طبیعت بہت اچھی تھی اور بیماری کی کچھ بھی علامات نہیں تھی، مدرسہ مظاہر علوم کے مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے اور سالانہ پروگرام میں پابندی سے شریک بھی ہوتے تھے اس دفعہ بھی سالانہ جلسہ میں تقسیم اسناد کی رسم آپ کے ہی دست مبارک سے انجام دی جانی تھی۔

۲۰ ردسمبر سہ پہر ساڑھے تین بجے ایک وین کے ذریعہ گیارہ آدمیوں پر مشتمل ایک قافلہ سیلم کے لئے روانہ ہوا جس میں صاحبزادہ حضرت حاذق الامتؒ حکیم ناصر الدین صاحب دامت برکاتہم حافظ محمد امجد حسین صاحب سلمہ حضرت مولانا عثمان صاحب دامت برکاتہم محترم حافظ محمد ظفر صاحب زید مجدکم ،محترم جناب بھائی اقبال صاحب عرف متولی صاحب زید مجدکم ، برادرم محمد انیس احمد صاحب مقامی ذمہ دار تبلیغ جماعت، محترم حافظ محمد یعقوب صاحب مدظلہ، عزیزم محمد عمر سلمہ صاحبزادہ حضرت مفتی صاحب، محترم مولانا جناب مفتی سعید صاحب احقر محمد الطاف عزیز غفرلہ قبلہ حضرت حاذق الامتؒ، پرنامبٹ سے سوار ہوکر بہت ہی خوشی سیلم کے لئے روانہ ہوئے ، راستہ میں آمبور، وانم باڑی ہوتے ہوئے کاویری

چٹھم میں نماز عصر ادا کی یہ شاید ایک مدرسہ کی تعمیر چل رہی تھی جنگل میں ایک عمارت تھی وہیں نماز ادا کی گئی۔ اس کے بعد کچھ ہی فاصلہ پر شہر کی مسجد تھی وہاں پہنچ کر مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی اور چائے نوشی بھی ہوئی حضرت والا ساتھ ہوں چائے اور نماز کیسے چھوٹ سکتی ہیں۔ الحمد للہ حضرت والا کو ان چیزوں کا خاص دھیان رہتا تھا اور سفر میں حضرت والا احباب کی دل لگی کا سامان بھی مہیا فرماتے رہتے تھے کبھی کوئی بیزاری والی چیز محفلوں میں اپنا سایہ بھی نہیں ڈال پاتی تھی۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں سے چلے تو پھر اچھی رفتار سے گاڑی چل کراچی منزل سیلم میں پہنچ گئی اور وہاں آرام سے مہمان خانہ میں قیام ہوا اور پھر نماز عشاء ادا کی گئی اور اس کے بعد کھانا وغیرہ سے فراغت کی گئی، رات کو آرام کرنے کے لئے احباب کے الگ لیٹنے کا اہتمام کیا گیا حضرت حاذق الامت کے ساتھ دو بیڈ والا کمرہ لوگوں کو ملا، حافظ امجد صاحب کے لئے فرش پر ایک بستر لگا دیا، حافظ امجد صاحب نے اس پر آرام فرمایا، رات میں کافی دیر تک حضرت والا نے باتیں کیں، گھریلو حالات میں باتیں ہوتی رہیں اور حضرت والا بہت خوش مزاج کے ساتھ جوابات دیتے رہے۔ رات کو کتنی ہی دیر سے سوئیں، کتنا بھی سفر ہو، تھکان ہو لیکن حضرت والا کا معمول یہ تھا کہ آپ سب سے پہلے بیدار ہوتے تھے معلوم ہوتا کہ آپ نے آرام فرمایا ہی نہیں ہے اور ایسے ہی وضو کے معاملہ میں کبھی بھی آپ باوضو ہی رہتے تھے۔

فجر کی نماز کے بعد مدرسہ مظاہر علوم کے بانی و مہتمم حضرت مولانا شفیق خان صاحب دامت برکاتہم خلیفہ و مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے معمولات کے مطابق ذکر کی محفل میں شرکت کرنے کی سعادت حصہ میں آئی، بہت دل لگا، بہت فرحت و مسرت ہوئی، دعا ہوئی اس کے بعد ساڑھے

دس بجے صبح جلسہ گاہ پہنچے اور حضرت والا نے عباء پہنا جو مخصوص محفل کے لئے مخصوص لباس ہوتا ہے، ماشاء اللہ حضرت والا بہت اچھے لگے، حضرت والا سے راقم الحروف نے کہا حضرت ماشاء اللہ آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں حضرت والا نے فرمایا جیسے گھوڑے پر جھول ہوتی ہے ایسے ہی ہم پر یہ عباء ہے۔

جلسہ گاہ میں حضرت والا نے احقر کو اپنے بازو میں گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھنے کے لئے فرمایا کہ مولانا یہاں بیٹھئے! ٹھیک سے بیٹھئے! بے تکلف بیٹھئے! مسندیں بچھی ہوئیں تھیں دوسری مسند پر احقر کو بٹھا دیا گیا اور فارغین کو اسناد دینے کا جب نمبر آیا تو حضرت والا نے احقر کے ہاتھوں سے بھی سند تقسیم کروائی اور سند پر دستخط بھی کروائے، مجھے تو بہت شرم معلوم ہو رہی تھی کہ میں اس قابل کہاں محفل بہت پر لطف ہو رہی ہے اور نورانیت کا سماں بندھا رہا، میں نے دیکھا کہ حضرت والا مسند پر بیٹھ کر گاؤ تکیہ لگائے ہوئے پان کا ڈبہ کھول کر پان کھانے کا انداز حضرت والا کی شخصیت پر چار چاند لگا رہا تھا راقم الحروف نے بھی حضرت کی اجازت سے حضرت والا کے ساتھ پان کھائے، اسناد کی تقسیم کے بعد قبلہ حاذق الامتؒ کی صدارت میں یہ اجلاس چل رہا تھا لہٰذا خطبہ صدارت کا اعلان کیا گیا اور حضرت اقدس کو دعوت سخن دی گئی تو حضرت والا نے تقریر فرمائی۔

مرض کی ابتداء

کھانا کھایا اور کھانے سے فارغ ہو کر اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو پیروں میں ٹانگوں میں طاقت نہ معلوم ہوئی۔ پیروں کے سہارے سے کھڑا ہونا دشوار ہونے لگا اس حالت سے بہت گھبراہٹ ہوئی کیسے کیسے حالات آنے لگے پیروں کو مالش کی گئی احباب رگڑنے لگے خیر پھر تھوڑا افاقہ ہوا کہ آپ کو جلدی سے گاڑی میں بٹھا دیا گیا، اب پیروں میں آرام تھا اور طبیعت بھی بظاہر سنبھل گئی تھی۔

پرنامبٹ کی تیاری

تمام احباب نے پرنامبٹ کی تیاری شروع کردی، مدرسہ مظاہر علوم کے تمام پروگرام سے فراغت کے بعد وہاں کے ذمہ داران ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور پرنامبٹ کے لئے نکل پڑے۔

مدرسہ مظاہر علوم سیلم کے ذمہ دار

حضرت مولانا عبید اللہ کے مکان میں حاضری

مدرسہ مظاہر علوم کے مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سے حضرت والا نے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ ان کے گھر پر چل کر ان کی اہلیہ کی طبیعت خراب ہیں ان کو دیکھیں گے۔ حضرت والا کی طبیعت ناساز ہونے کے باوجود "و اوفو با العهد كان مسئولاً" کے استحضار میں حضرت والا کی بیماری غائب ہوگئی اور حضرت والا کو اس کا احساس نہیں کہ ان کی طبیعت ناساز ہے وہاں جانے کے لئے تیار ہوگئے اور اپنی تکلیف کو احباب کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیا اور ان کے گھر پہنچ کر مریضہ کو دیکھا اور ان کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ عصر کی نماز وہیں پر ادا کی گئی اور حضرت والا کے ساتھ یہ ہم لوگوں کی آخری عصر کی نماز تھی۔

حضرت والا کے ساتھ آخری مغرب کی نماز

یہاں سے مولانا صاحب سے اجازت لیکر تمام احباب باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہوئے اور اپنی گاڑی میں ہم لوگ اپنے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس دوران حضرت والا کو اندر سے بہت تکلیف تھی مگر اس بات کو احباب کے

سامنے ظاہر ہونے نہ دیا راستہ بھر ہم لوگوں سے باتیں کرتے اور نصیحتیں کرتے ہوئے آرام سے آرہے تھے ایسا لگ رہا تھا حضرت والا کو بالکل افاقہ ہو گیا ہے۔ راستہ میں ایک مقام دھرم پور ہے، کسی مسجد کی تلاش تھی جہاں جماعت سے نماز ادا کی جاسکے، معلوم ہوا کہ یہاں ایک مدرسہ ہے مدرسہ معراج المؤمنین ہم لوگ وہیں پر مغرب کی نماز کے لئے گئے یہ حضرت والا کے ساتھ مغرب کی آخری نماز تھی۔

حضرت کی تکلیف دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

مغرب کی نماز کے بعد وضو کی جگہ کے پاس ہی مسجد کے صحن میں سفر کی تھکن کی وجہ سے آرام حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت والا بھی آئے اور میرے پاس چٹائی پر بے تکلف ہو کر بیٹھ گئے اور دوستوں کی طرح باتیں کرنے لگے۔ وہاں کے ذمہ داران نے چائے اور بسکٹ کا انتظام کیا اور اندر بیٹھنے کی فرمائش کی حضرت والا نے فرمایا بس ٹھیک ہے آرام ہے اب تو سفر ہے آرام کی کیا ضرورت ہے آپ کا اخلاق محبت اللہ قبول فرمائے۔ انہوں نے حضرت والا سے مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لئے دعا کی درخواست کی، حضرت والا نے دعا فرمائی۔

آخری نماز مغرب اور آخری چائے

یہ کس کو معلوم تھا کہ حضرت والا کے ساتھ جو چائے پی جارہی ہے وہ آخری چائے ہوگی اور آپ کے ساتھ کبھی دوبارہ چائے نصیب نہ ہوگی، یہ کس کو دھیان تھا کہ حضرت والا آج جو آرام سے زمین پر بیٹھ گئے یہ آپ کے ہمیشہ زمین میں آرام کرنے کی اطلاع ہے۔ یہ تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ آج مغرب کی نماز کے بعد سب لوگوں کے ساتھ اس طرح بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں، کل قبر میں آرام فرما ہوں گے۔

حاذق الامتؒ کا آخری سفر

مدرسہ معراج المومنین میں حضرت والا کا دنیاوی سفر مغرب کی نماز میں ختم ہوا یہ حضرت والا کی زندگی کا آخری سفر تھا اور مدرسہ مظاہر علوم سیلم میں آخری تقریر تھی، یہ اچانک نہیں ہوا بلکہ نظام تکوینی کے تحت ہی پورا بندوبست کیا جاتا ہے آپ غور فرمائیے کہ حضرت حاذق الامتؒ اپنی زندگی میں اکثر و بیشتر عبدیت و فنائیت کا ہی تذکرہ فرماتے تھے، آپ اپنے شیخ کے طریقہ پر سختی اور پابندی سے عمل پیرا تھے۔

مدرسہ مظاہر علوم کا نام آپ دیکھ رہے ہیں، ''مظاہر علوم'' علوم ظاہر کرنے کا ذریعہ یہاں آپ کی آخری تقریر ہوئی یہ علماء و صلحاء کی محفل تھی اور علماء ہی علوم ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ مدارس میں علوم حاصل کرتے ہیں اور علوم ظاہر کرنے کے مجاز کے لئے کسی سند و تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے علوم حاصل کرنے کی جگہ مدرسہ میں علوم بیان کرنے کی اجازت دی جانے والی چیز فراغت کی سند کی تقسیم کرتے ہوئے اور علوم ظاہر کرنے والے علماء کے سامنے ان کو مخاطب کرکے آپ نے اپنی زندگی کی وہ امانت جو آپ کو اپنے مشائخ سے حاصل ہوئی، وراثت نبوت کی وہ امانت جس کی آپ خلق خدا کو قولاً فعلاً وعملاً تعلیم دیتے رہے اور جس شمع کو زندگی بھر خون جگر سے روشن کرتے رہے اس شمع کو وارثان علوم نبوت کے حوالے کرنے کے لئے اللہ نے آپ کے لئے غیب سے سامان فراہم کیا جو مدرسہ مظاہر علوم سیلم کی شکل میں تھا۔

پروگرام کے مطابق نماز مغرب ادا کرکے یہاں سے رخصت ہوئے حضرت کی سیٹ پر ہی حافظ امجد خدمت کے لئے ساتھ رہتے تھے آج بھی وہ ساتھ ہی تھے اور حضرت والا کی طبیعت بگڑنی شروع ہوئی کہ آپ کے سر، پیر اور ہاتھوں میں درد شروع ہو

گیا سر کی مالش کی گئی، تیل جنتر مالش کیا، لوگوں نے بار بار سر دبایا لیکن افاقہ نہ ہوا حضرت بے چین تھے لیکن سبحان اللہ آپ کی ہمت و بلند حوصلگی! کہ آپ تمام احباب کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اور کبھی کیسٹ سے اور کبھی یعقوب صاحب سے اشعار وغیرہ سنتے ہوئے ہنستے ہنساتے آرام سے تھے، یہی تو حضرت والا کیخاص عادت شریفہ تھی جس پر ہر ملنے والا قربان ہوتا تھا، رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے پرنامبٹ پہنچے، تمام افراد اپنے اپنے گھر چلے گئے عجیب اتفاق تھا کہ حضرت والا کے دولت کدہ میں تمام اہل خانہ مدراس گئے ہوئے تھے چونکہ وہ حادثہ ہوگیا تھا اس لئے راقم الحروف دوماہ سے دولت کدہ ہی پر مقیم تھا آج رات کو صرف ناصر بھائی اور یعقوب صاحب اور انیس صاحب اور راقم الحروف موجود تھے۔ حضرت والا نے نماز عشاء اندر اپنے کمرے میں ادا فرمائی اور فرمایا مولانا کھانا کھاؤ گے، میں نے کہا حضرت کھانے کی خواہش نہیں ہے۔

پھر آپ آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے اور ناصر بھائی اپنے کمرے میں چلے گئے اور یعقوب صاحب اور انیس بھائی ہال میں دوسرے کنارے نیچے لیٹ گئے اور راقم الحروف حضرت کے کمرے کے سامنے دروازہ کے پاس ہال میں چٹائی پر لیٹ گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت والا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت والا کے بہو بچوں کے ساتھ ایکسیڈنٹ کا حادثہ ہوجانے سے سارے مریدین ومتوسلین سے ملاقات کا موقع ملا اور جو حضرات نہ آسکے انہوں نے فون پر خیریت دریافت کی اور اہل خانہ کے ساتھ رہنے کا بہت موقع نصیب ہوا اس حادثہ کی وجہ سے بچوں کی عیادت کے لئے پیرانی صاحبہ اور صاحبزادگان سب حضرات مدراس ہی تھے اور حضرت والا بھی کافی دنوں کے بعد پرنامبٹ تشریف لائے تھے اور ناصر بھائی کی اہلیہ بھی مدراس میں ہی تھیں تو حضرت والا مدراس میں سب سے ملاقات کر کے اکیلے ہی تشریف لے آئے۔

عزیزم ڈاکٹر رفیع الدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ٹرین کے اندر آئے تو خاموش خاموش مجھے دیکھ رہے ہیں عجیب انداز سے دیکھ رہے ہیں، اس طرح تو کبھی نہیں دیکھتے تھے لیکن کوئی دھیان نہیں دیا گیا کہ کیا بات ہے۔

خیر حضرت والا جب لیٹ گئے تو میں باہر ہی لیٹا ہوا تھا۔ رات میں حضرت والا نے ناصر بھائی کو آواز دی اور فرمایا کہ کمر میں درد ہو رہا ہے تو راقم الحروف اٹھ کر حضرت والا کے بیڈ پر بیٹھ کر پہلے مچھر دانی ٹھیک کی پھر کمر دبانا شروع کیا، احقر نے عرض کیا حضرت ایسا لگتا ہے آج آپ کو نظر لگ گئی ہے چونکہ آپ بہت اچھے لگ رہے تھے لہٰذا نظر بد کی دعا پڑھی جائے، حضرت والا نے فرمایا آپ ہی پڑھ لیں، چنانچہ راقم الحروف نے سورہ قلم کی آخری آیتیں پڑھیں اور دم کرتا رہا اور بدن دباتا رہا، بہت دیر کے بعد جب حضرت کو کچھ سکون معلوم ہوا اور یہ کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں سو گئے ہیں تو احقر اپنے بستر پر آ گیا، رات کو پھر ساڑھے بارہ بجے میں نے حضرت اور ناصر بھائی کی گفتگو کرنے کی آواز سنی تو میں نے اٹھ کر دیکھا کہ حضرت والا کا بستر خالی تھا پھر ناصر بھائی کے کمرہ میں دیکھا تو حضرت والا ان کے کمرہ میں ان کے بستر پر لیٹے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ میں نے حضرت والا کو دیکھا کہ حضرت والا کیسی بے تکلف باتیں کرتے ہیں اور کتنی مرتبہ پان کھاتے ہیں چائے پیتے ہیں مسکراتے ہیں دل لگی کی باتیں کرتے ہیں لیکن میں اس وقت حیران و ششدر رہ گیا کہ جب حضرت والا کے چہرہ پر ذرا بھی مسکراہٹ نہیں ہے اور کسی بھی طرح کی کوئی بات چیت نہیں ہے، ایک دم خاموش اور فکرمند، راقم الحروف اور ناصر بھائی نے یہ مشورہ کیا کہ حضرت یہ گیس کا درد لگتا ہے اس لئے گرم پانی بوتل میں ڈال کر سینکنا چاہیے حضرت والا نے اجازت دے دی، پھر ناصر بھائی نے حضرت والا کو سلیمانی چائے پلائی شاید اس سے ہی درد کم ہو جائے، حضرت والا کے بدن کی سکائی ہو رہی تھی اور آپ کا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا

لیٹتے تو ذرا سی دیر میں اٹھ کر بیٹھ جاتے اور بیٹھ کر بھی رہا نہیں جاتا تھا، اتنی تکلیف کے باوجود حضرت والا کے منھ سے اُف تک نہیں نکلتا تھا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ مدد اس سے سب کو بلا لو یا ڈاکٹر کو ہی بلا لو جبکہ آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا، میں نے کہا حضرت گیس کے لئے میرے پاس ENO رکھا ہوا ہے میرے بیگ میں وہ لاتا ہوں اس کو پانی میں ڈال کر نوش کریں۔ فرمایا اچھا لاؤ تو میں دوسرے کمرے میں وہ لانے کے لئے گیا اور لیکر آیا تو آپ نے فرمایا بہت دیر لگا دی۔ کیا کرتے تھے کہا کہ حضرت وہ تلاش کرتا تھا، پھر ٹکاشن لاکر پلایا اور گرم پانی سے بدن کو سینکا، کسے معلوم تھا کہ یہ آخری رات ہے حضرت والا کے ساتھ یہ ٹکاشن پی رہے ہیں یہ آخری ہے یہ بدن دبانے کی خدمت آخری ہے۔ رات چار بجے تک پریشانی بڑھتی چلی گئی ایک پل کے لئے سکون نہیں مل رہا تھا۔ برابر اٹھتے تھے بیٹھتے تھے لیٹتے تھے اور کبھی اٹھتے تھے اور تین تکیے سامنے رکھ کر سیدھے ہاتھ کی انگلی کھڑا کر کے اپنی پیشانی پر رکھتے تھے اور سوچتے تھے، پوری رات نہ پان کھایا اور نہ ہنسے نہ بات کی، ایک دم خاموش خاموش کسی کو یاد بھی نہ کیا بس ایک غم اور ایک دھن ہی تھی، پھر کچھ دیر میں حضرت والا کو نیند آگئی اور ہم لوگ بھی سو گئے چونکہ رات میں دیر سے سوئے تھے اس لئے دیر سے آنکھ کھلی، حضرت والا کو صبح دس بجے بیدار کیا اور راقم الحروف نے سلام عرض کیا حضرت والا نے جواب دیا، خیریت پوچھی تو فرمایا ہاں اب بھی تھوڑا درد ہے، روغن بادام منگوایئے چائے میں ملا کر پئیں گے۔

بلیو رود رگاہ سے زبیر صاحب، لیاقت صاحب آئے تو حضرت والا کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے ٹوپی منگوائی اطمینان سے اٹھے اور باہر اٹھ کر تشریف لائے ہال میں ناصر بھائی اور احقر حضرت والا کے سامنے ہی کھڑے تھے، ایک شادی کا کارڈ رکھا ہوا تھا ٹیبل پر حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیسا ہے بتایا گیا کہ حضرت یہ شادی کارڈ ہے ایسے ہی دھیان حضرت والا ہٹا رہے تھے، پیشاب وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ

نے مسواک منگوائی اور حسب عادت اپنی جگہ پر وضو فرمایا، فراغت کے بعد پوری تیاری کے ساتھ اپنے کمرے میں تشریف لائے اور ناصر بھائی سے فرمایا کے روغن بادام چائے میں ڈال کر رکھو نماز کے بعد پئیں گے۔

اس دوران ایک بات عرض کرنا ضروری ہے کہ اکثر حضرت والا یہ شعر سنایا کرتے تھے اور پڑھا کرتے تھے اور حضرت والا کو سجدے کی حالت میں چوبیس گھنٹوں کی نمازوں کے سجدے ایک مرتبہ شمار کرا کر فرمایا کہ دیکھو ۲۴ گھنٹوں میں بندہ اللہ سے کتنی مرتبہ قریب ہوتا ہے اور ایک دفعہ تو دوا خانہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ سجدہ کے ذریعہ قرب حاصل کرو، احقر نے فوراً سجدہ کی آیت تلاوت کر دی اس پر سبھوں نے سجدہ کیا، حضرت والا کو سجدوں سے خاص دلچسپی تھی اس لئے تو یہ شعر بار بار پڑھتے تھے اور ایک مرتبہ راقم نے حضرت والا سے اس کا مطلب بھی معلوم کیا اور اس کو اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا۔

بہر قتلم چوں کشد تیغ نہم سر بسجود
او بنازے عجبے و من بنیازے عجبے

ناز و ادا دکھاتے ہوئے جب اس نے تلوار کھینچی میرا سر قلم کرنے کے لئے تو وہ کتنے اچھے لگ رہے تھے ان کی یہ ادا اور یہ ناز مجھے اتنا اچھا لگا کہ دل بے اختیار پکار اٹھا کہ تو اپنا سر رکھ نیاز کے ساتھ تو میں نے اپنا سر اس کے سامنے سجدے میں رکھ دیا کہ وہ جس طرح سر قلم کریں اور ان کو تکلیف نہ ہو ناز و ادا کرتے ہوئے اچھے لگتے ہیں اور اس موقع پر اپنی نیازمندی کرتے ہوئے اچھا لگتا ہوں۔

ناز و نیاز کا مطلب یہی ہے، عبد و معبود کا یہی تعلق ہے، اس قسم کے حضرت کے واقعات دیکھنے میں آیا کرتے تھے، حضرت والا ہر وقت کسی سوچ فکر میں رہتے تھے اور کبھی بھی بے فکر نہیں تھے۔

بہر حال ناصر بھائی چائے میں روغنِ بادام ڈال کر حضرت والا کے کمرے میں کھڑے حضرت والا کے نماز کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے، اور دوسرے حضرات ناشتہ وغیرہ میں مشغول تھے کہ ناگاہ ناصر بھائی چیخے، مولانا! میں دوڑتا ہوا آیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت والا سجدے میں ہی ہیں اور ناصر بھائی حضرت والا کے بدن پر سر رکھ کر رو رہے ہیں میں نے ہمت کر کے حضرت والا کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور جلدی ڈاکٹر کو فون کیا، ڈاکٹر نے جانچ کی اور تمام تدبیریں کرنے کے بعد بھی جس کو غالب آنا تھا وہ آگیا، ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۲ر دسمبر بروز دوشنبہ بوقت صبح سوا دس بجے دوسری رکعت کے دوسرے سجدے میں حضرت والا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اللہ تعالیٰ کے قدموں میں سر نیاز رکھ کر سجدہ کی حالت میں اپنے مولیٰ کی آغوش رحمت میں میٹھی نیند سو گئے اور وہ تمنا بفضل تعالیٰ پوری ہوئی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ؎

بہر قلم چون کشد تیغ نہم سر بسجود
او بنازے عجبے و من بنیازے عجبے

چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی تصدیق کے بعد فوراً صادق بھائی کو بلایا گیا اور یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی اور پورے پرتامبٹ میں ہی نہیں بلکہ اطراف واکناف کے تمام علاقوں میں کہرام مچ گیا اور چہار جانب سے زائرین کا تانتا بندھ گیا۔

آناً فاناً بھیڑ ہو گئی اور حضرت والا کے صاحبزادوں اور پیرانی صاحبہ اور پوتوں، نواسوں کو اطلاع کرنی تھی، حکیم وصی اللہ صاحب جو فوراً آگئے تھے، آپ نے مدراس فون سے اطلاع کی اور ڈاکٹر رفیع الدین کو بتایا بس اتنا بتانا تھا کہ وہاں قیامت برپا ہو گئی، جس نے اپنے اہل خانہ اور تمام بچوں بچیوں کی پھولوں کی طرح پرورش کی ہو اور پیرانی صاحبہ کیسی خوشگوار زندگی اور ہر دم آرام و راحت کا خیال رکھنے والے رفیق و

شریک حیات جنہوں نے اپنے پوتوں، نواسوں اور بہوؤں کی جان بچانے کے لئے ان کی صحت و تندرستی کے لئے رات دن ایک کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ہاتھ اٹھا اٹھا کر تنہائیوں میں سب کی جان کی سلامتی کی بھیک مانگی، آج خود اس طرح جدا ہو گئے۔

حضرت والا نے زندگی بھر تمام گھر والوں کے آرام کا خیال فرمایا اور آج گھر والوں سے جدا بھی ایسے ماحول میں ہوئے کہ سامنے ہوتے تو بہت تکلیف ہوتی بس جدا کئے نہیں خود جدا ہو گئے۔ حضرت والا کے وصال کی اطلاع فون پر دی گئی، کتنے فون کئے گئے اور ہندوستان کے باہر بھی حضرت والا کے محبین و متوسلین تھے سب کو اس حادثہ کی اطلاع بھیجی گئیں۔ ایک کہرام مچا ہوا تھا اور بارش بھی شام کو ہلکی ہلکی ہونا شروع ہو گئی تھی لوگوں کی آمد ورفت کا تانتا بندھ گیا علماء، فضلاء، وکلاء، حکماء، حضرت کے خلفاء مجاز و مریدین و متوسلین متبعین چاروں طرف سے گرتے پڑتے نڈھال ہوتے افسوس و حیرت کرتے ہوئے آنسو بہاتے ہوئے اپنے محبوب پیشوا اور رہنما کے آخری دیدار کے لئے آہیں بھرتے ہوئے لوگ امنڈ پڑ رہے تھے۔

آج یہ بات تو سمجھ میں آرہی تھی کہ صحابہ کرامؓ کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تھا اور کیسے سنبھالا ہوگا ان حضرات نے اپنے آپ کو اور کیسے اہل بیت کو سکون و قرار ہوا ہوگا، بس یہ اللہ کا معاملہ ہے وہی دل کو ہنساتے ہیں وہی دل کو رلاتے ہیں وہی دل کو سنبھالتے ہیں یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت والا کے وصال کی اطلاع مدراس ہوئی اور ایک وین کے ذریعہ پورے گھر کے افراد ہسپتال میں زیر علاج تھے، نواسہ و پوتے و پوتی وہ سب آ گئے۔

چھ بجے شام کو حضرت والا کے گھرانہ سے محترمہ امی جان بھائی رضی الدین و کبیر الدین صاحب ان کی اہلیہ اور ان کے بچے عارف اللہ نور عین پورے صحت یاب نہیں ہوئے تھے لیکن وہ بھی حاضر ہوئے وجیہہ آپا اور بھائی عتیق اللہ صاحب

اور اہلیہ بھائی ناصر الدین صاحب فوزیہ اور ان کے تمام اہل خانہ صدمے سے چور اور دل و جگر کو تھامے ہوئے اپنے گھر کی ایک ایسی ہستی کے انتقال ہونے پر ان کی نعش کو دیکھنے کا صدمہ اٹھانا ہے۔

ایک دن تھا ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ جب پوتے نواسے بہو ایکسیڈنٹ ہو جانے سے موت و زیست میں تھے تو حضرت والا کو گلبرگہ میں اس حادثہ کی اطلاع ٹرین میں دی جس کی وجہ سے اس خبر کو سن کر اپنا کچھ سامان بھی ٹرین میں بھول گئے اور سیدھے مدراس پہنچے اسٹیشن پر حضرت والا سے ملاقات ہوئی تو حضرت والا کا چہرہ اس صدمہ سے تبدیل ہو گیا تھا، آپ کے چہرے کی بشاشت و تازگی یکدم حسرت و افسوس دکھ درد و غم کی آگ دل میں جل رہی تھی اس کا دھواں چہرہ سے اٹھتا ہوا صاف نظر آتا تھا اتنا غم اور درد تھا حضرت والا کو اپنے بچوں کی اس تکلف بے جاء سے بے چین ہو رہے تھے اور صبر و تحمل کا پیکر بنے ہوئے تھے تمام آنے جانے والوں کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق برتاؤ فرماتے تھے۔

غور فرمائیے جو گھر والوں کے لئے ایک سایہ دار درخت کی طرح ہو کہ تمام پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہو ہر قسم کی سختیوں سے بچانے میں آگے آگے ہو تو سوچئے کہ ایسی عظیم المرتبت اور انسانیت پھیلانے والی ہستی جب اپنے چھوٹوں اور ماتحتوں سے اچانک بچھڑ جائیں اور سب کو روتا سسکتا ہوا داعی اجل کو لبیک کہہ دیں اور اپنی بے بسی و مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے قادر مطلق حاکم مالک کے حکم پر موت کو گلے لگالیں۔ تو یقیناً پسماندگان دھاڑیں مار مار کر روئیں گے اور دل و جگر پاش پاش ہو جائیں گے بے شک ہو جائیں گے اور ایسا ہی موقع ہوتا ہے کہ جب آدمی اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے لیکن قربان جایئے رسول پاک ﷺ کی ذات پر کہ آپ نے اپنی امت کو ایسا درس دیا اور ایسی تربیت فرمائی کہ بڑے سے بڑا صدمہ بھی آجائے تو اللہ کی بڑائی کا تذکرہ کیا جائے اپنے خالق و مالک کا حق و اختیار کیا ہے اس کا تصور کیا جائے۔ "بشر الذین اذا اصابتهم مصيبة" کی اپنے آپ کو اور تمام

متاثرین کو اس کی تلقین کی جائے اس پاک اور شیریں کلام کی برکت سے صدمہ اور غم کی جو کڑواہٹ ہے وہ فرحت وسرور اور مٹھاس میں بدل جائے گا اور زبان سے بے ساختہ نکلے گا "انا للہ و انا الیہ راجعون" یہی تسلیم وصال کی پہچان ہے اور اس کی ضرورت ہے۔

مدراس سے جب امی جان وغیرہ کی گاڑی آئی اور دولت خانہ کے دروازے پر رکی اللہ اللہ وہ کیا منظر دل وہلا دینے والا تھا میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ یا اللہ ایسا منظر میں اپنی آنکھوں سے کیسے جھیلوں گا میرا کیا ہوگا، گاڑی کی آواز سن کر کلیجہ منھ کو آنے لگا، گھر کے در ودیوار لرز گئے اندر داخل ہوتے ہی اس صدمہ کی اور حضرت والا کو دیکھ کر تاب نہ لا سکے اور چیخ اٹھے، قریب تھا کہ گر جاتے کسی کی زبان جاری تھا کہ ہائے سب کچھ لٹ گیا کوئی آواز سے کہہ رہا ہے کہ ہائے کچھ نہ کر سکے۔ حاضرین میں اس وقت بہت کرب و بے چینی بڑھ گئی اور تمام حاضرین اس منظر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک آہ وفغاں شروع ہو گیا سارے ہی حاضرین اپنا غم ضبط نہ کر سکے بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اس میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔

مجمع بہت ہو چکا تھا اور لوگ ٹوٹ پڑتے تھے کہ کسی طرح آخری دیدار ہو جائے لوگ بے چین تھے تڑپ رہے تھے کہ ایک جھلک دیکھ لوں۔ احقر حضرت کے سرہانے کھڑا تھا ناصر بھائی نے کہا کہ آپ یہاں کھڑے ہو جائیں لیکن میں ہمت نہ کر سکا وہاں کھڑے ہونے کی اور حضرت والا کو بار بار دیکھنا بہت مشکل ہو گیا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا خواب وخیال لوگوں کی عجیب عجیب کیفیت دیکھ رہا تھا حضرت والا کے گھر کے اندر کا وہ بابرکت ہال جس جگہ حضرت والا مجلس فرماتے تھے اور نماز باجماعت وہاں ہوتی تھی اور حضرت والا مجلس کے ذریعہ احباب کی خیریت دریافت فرماتے تھے اس جگہ پر یہی وہ جگہ تھی کہ کبھی آپ مجلس میں رشد وہدایت کی باتیں ارشاد فرماتے تھے۔ کبھی نماز باجماعت ادا کی جاتی اور کبھی آنے والے مہمانوں سے ملاقات کرتے اور

خیریت پوچھتے تھے مصافحہ کرتے تھے اور کبھی یہاں نعت ونظم کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش ہوتے تھے کبھی اللہ تعالی کے دربار میں آپ سجدہ ریز ہوتے کل تک جس جگہ پر اکابر و مشائخ جلوہ افروز ہو کر طریقت ومعرفت چھڑکتے تھے اور بیمار دلوں کی دوا کرتے تھے اور عجیب قسم کا ماحول نورانی رہتا تھا اور حضرت اقدس تشریف فرما کر سارا انتظام بغور ملاحظہ فرماتے تھے اور مجالس کا اہتمام فرماتے تھے۔ آج یہ پورا گھرانا غمزدہ ہے، ہال کی وہ رونق جاتی رہی اندھیرا سا چھایا ہوا تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آناً فاناً کیا سے کیا ہو گیا، زائرین کا ہجوم بڑھتا جاتا تھا، ایک لامتناہی سلسلہ تھا زائرین کا جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔

غسل

مغرب کی نماز ہو چکی تھی لیکن زائرین کی آمد میں کوئی کمی نہیں، ہجوم کے ہجوم جوق در جوق آرہے تھے۔ مشورہ یہ ہوا کہ اس طرح اگر زائرین کا انتظار کیا جاتا رہا تو تجہیز و تکفین میں تاخیر ہو جائیگی جو خلاف شریعت ہے، لہذا غسل کی تیاری شروع ہو گئی، اہل علم کی ایک جماعت نے غسل کا فریضہ انجام دیا، الحمدللہ احقر کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی کل تک ادب ورعب کی وجہ سے جس جسم اطہر کو ہاتھ لگانے کی ہمت نہ ہوتی تھی آج اسی ذات کے چہرے اور ڈاڑھی مبارک کو اپنے ہاتھ سے دھونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ محض اس امید میں اللہ اس خدمت کو قبول فرمالے اور میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے آمین۔ غسل کے وقت جسم اطہر سے نور کی بارش ہو رہی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت کسی بات پر مسکرا رہے ہیں۔

نماز جنازہ

مسجد چوک والی میں عشاء کی نماز کے بعد نماز جنازہ کا اعلان ہوا، مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، نماز کے بعد سید الملت حضرت الحاج مفتی سعید احمد صاحب نے نماز

جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

انسانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ

ایک خاص بات نماز جنازہ میں یہ دیکھنے کو آئی کہ اتنا مجمع ہونے کے باوجود ماحول پرسکون رہا، شہر کے عمائدین کے علاوہ علماء وفضلاء مریدین ومتوسلین کا ایک جم غفیر تھا، خواص وعوام سب ہی ایک عجیب قسم کے غم میں ڈوبے نظر آتے تھے، ایک عجیب سا ماحول تھا، سب کے چہرے بجھے بجھے تھے اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی، پورا شہر ایک ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔

تدفین

حضرت والا کا تدفین اس قبرستان میں ہوئی جس میں بڑے بڑے علماء فضلاء، دین کے عظیم رہنما اور مجاہدین آزادی محو خواب ہیں۔ یہ آپ کا آبائی قبرستان ہے اس میں آپ کے آباء واجداد آرام فرما ہیں ایک مرتبہ حضرت والا نے راقم الحروف سے فرمایا مولانا قبرستان کا یہ حصہ خطہ صالحین ہے۔ میں اس کو خطہ صالحین کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کے اندر جو خطہ صالحین القا فرمادی تھی اسی خطہ میں حضرت والا کو آرام کا موقع عطا فرمادیا گیا۔ ؎

اس انساں کے بلند ہونے کی وجہ تھی یہ
ہر شخص چاہتا تھا کہ مرے در پہ آجائے
وہ بندہ خدا کے کتنے قریب ہوگا
کہ جس کی موت حالت سجدہ میں آجائے

دلدار

☆☆☆

حضرت حاذق الامتؒ
ممتاز محقق عالم دین اور پیر طریقت

حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی
(خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ)

مصلح زماں، طبیب دوراں، عارف باللہ، آفتاب علم نبوت، حاذق الامت حضرت مولانا الشاہ حکیم زکی الدین احمد صاحب قبلہ رحمہم اللہ خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی، پر ناصیت تمل تا ڈان پاکیزہ نفوس میں سے تھے کہ جن کو اللہ رب العزت نے اپنے زمانہ کے لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

حضرت والا کی عادتِ شریفہ تھی کہ جو بات ارشاد فرماتے پہلے اس کو خوب اچھی طرح سوچ لیتے اور پھر اس کو اس طرح سے سمجھا دیتے کہ حاضرین میں سے کسی کو تشنگی نہ رہتی، آہستہ آہستہ نرمی کے ساتھ سلسلۂ کلام جاری رہتا، چہرہ پر مسکراہٹ بھی رہتی، ہر آنے والا یہ محسوس کرتا کہ حضرت کی توجہ میری طرف زیادہ ہے، حسب مراتب اعزاز، حسب صلاحیت کلام فرماتے، بے جا گفتگو کی قطعاً عادت نہ تھی، جملہ معاملات میں میانہ

روی کو پسند فرماتے، جوش وجذبہ میں نہ بات کہنے کا مزاج رکھتے تھے اور نہ ہی بات سننا پسند فرماتے، ایسے موقعوں پر بارہا آپ کی زبان سے نکلتا، ”نہیں نہیں ذرا سوچو سمجھو جوش اچھی چیز نہیں ہے، متانت اور سنجیدہ گفتگو کام آتی ہے اور اس کا نتیجہ نکلتا ہے۔

فی زمانہ عمل سے زیادہ لوگ علم کو اہمیت دے رہے ہیں، اور عمل ہو یا نہ ہو مسلک پر اڑے رہتے ہیں، ایسے موقعوں پر حضرت والاؒ ارشاد فرماتے، ”آج بین المسلمین اتفاق واتحاد ہر حال میں لازمی ہے“ اور مسلک کے بارے میں ارشاد فرماتے ”اپنا مسلک چھوڑو مت، دوسرے کا مسلک چھیڑو مت“۔

مجلس میں شریک ہونے والے ہر شخص پر گہری نظر رکھتے، اس کے آنے کا مقصد، نیت، اخلاص اور ظاہری وباطنی حالات کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے اور حسب حال اصلاح کا طریقہ اپناتے مجمع اور بھیڑ جمع کرنے آتا وعظ فرماتے، کبھی بنگلور دارالعلوم محمدیہ تشریف لاتے، مزاج میں آتا وعظ فرماتے، ورنہ اکثر ارشاد فرماتے مولانا صاحب! میں وعظ وتقریر اور اسٹیج کا آدمی نہیں ہوں، یہ حضرت والا کی کسر نفسی تھی حالانکہ جب کبھی اسٹیج پر بولنے کا وقت آتا تو بڑے بڑے مقرر اور خطباء کے سامنے ایسے نکات ارشاد فرماتے کہ اہل علم حیران رہ جاتے۔

میرے شیخ کا مزاج مبارک یہ ضرور تھا کہ عوام سے زیادہ اہل علم اور صاحب الرائے حضرات سے مخاطبت فرماتے اور شوق سے گفتگو فرماتے، اسرار ورموز سے پردہ اٹھاتے، علماء کے سامنے محققانہ کلام فرماتے، مثلاً ایک بار ارشاد فرمایا، ”بتائیے کہ پانی پینے کی دعا کیا ہے؟ یہ ایسا سوال ہے کہ عوام الناس میں سے کوئی بھی کرسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حدیث میں پڑھا اور بھول گئے کبھی خیال بھی نہ آیا، پھر آپ نے برجستہ دعا پڑھ کر سنائی ”الحمد لله الذی سقانا ماءً عذباً فراتاً ولم یسقنا ملحاً اُجاجاً“ سبحان اللہ سنتوں پر حضرت والا کا عمل کیسا تھا۔ ہم آج تک الحمدللہ کوہی

پانی پینے کی دعا سمجھتے رہے، مجلس میں ایک بار سائل نے عرض کیا، حضرت خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے یہ حدیث شریف میں ہے لیکن یہ بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ چھیالیسویں حصہ کا مطلب کیا ہے، حضرت نے برجستہ درج ذیل جواب عطا فرمایا اور اچھی طرح سمجھا دیا کہ نبوت کے چھیالیسویں حصہ سے کیا مراد ہے اور ارشاد فرمایا، نبوت کا زمانہ ۲۳ سال ہے اس کے ۴۶ حصے کرو تو ایک حصہ ۶ ماہ کا ہوتا ہے، جیسے روپئے کا دسواں حصہ دس پیسے ہوتے ہیں، اسی طرح یہ حساب بھی لگایا جا سکتا ہے، تفصیل ملاحظہ فرمایئے! خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، ۲۳ سال زمانۂ نبوت، چھیالیسواں حصہ ۶ ماہ ہوتے ہیں، ۴۶/۱ - ۶ ماہ ہوتے ہیں اس حساب سے کہ زمانہ وحی ۲۳ سال، زمانۂ نبوت کا چھیالیسواں حصہ کیا اور کیسے اور کتنا ہوا، تو چھ ماہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا اور اول چھ ماہ مبشرات صادقہ ہیں، اکابر علماء آپ کے پاس مشکل سے مشکل سوالات اور اشکالات لے کر آتے تو ہنستے مسکراتے برجستہ ان کا حل فرما دیتے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو عجیب غریب صفات سے نوازا تھا، یہی وجہ ہے کہ بلا لحاظ مسلک علماء، دانشوران، عوام وخواص حضرت حاذق الامتؒ کی مجلس میں شریک رہتے تھے، غیر مسلم بھی حضرت والا سے دعا، دوا، غرض اپنی تکالیف، حاجات کے متعلق درخواست کرتے رہتے تھے، آپ نے کبھی بھی کسی کو مایوس نہیں فرمایا۔

یہ بات ظاہر کرنے کی نہیں ہے لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت والا کے مریدین متعلقین میں سے کوئی بیمار ہو جاتا یا گھریلو پریشانیوں اور حالات کے تحت تنگی آ جاتی تو حضرت والاؒ خاموشی کے ساتھ مالی اعانت بھی فرماتے، اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی، بتایئے ایسا پیر آج کہاں ملے گا، جو اپنی حلال، پاک اور محنت کی کمائی سے اپنے متعلقین کی مدد کرے۔ آپ ایک خشک اور روایتی شیخ نہیں تھے بلکہ زندگی کی حقیقت سے قریب کرنے کے لئے قرآن وسنت کو معیار قرار دیتے تھے اور

صحابہؓ، تابعین، اولیاء، علماء، صلحاء کے نقش قدم پر چلنا ضروری تصور فرماتے سالکین کو سہل اور آسان راستہ تلقین فرماتے، تزکیۂ نفس، ریاضت دنیا سے بے رغبتی کے لئے نفس اور جان پر جبر اور سختی کو ناپسند فرماتے۔

ارشاد فرماتے کہ خوب کھاؤ اور خوب محنت کرو، حلال اور پاکیزہ کھانے سے پرہیز کیا معنی؟ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے جو بھی سہولت اور آسانی سے دستیاب ہو سکے، رغبت اور چاہت سے کھاؤ، البتہ حرام اور مشکوک وشبہات والی اشیاء سے بچو۔

ریاکاری سے نفرت کا اظہار فرماتے، تکبر، غرور اور نفس کو فربہ کرنے والے اعمال بد سے ڈراتے، نفس کو مٹانے اور خواہشات کو کم کرنے کی نصیحت فرماتے، راقم الحروف خادم نے ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ حضرت والاؒ اپنے دست مبارک سے آنے والے مہمانوں کے جوتے سیدھے کر رہے تھے، اللہ اللہ کیا بے نفسی تھی میرے شیخ میں کہ اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا تھا، خودسری، خودغرضی کے بجائے خودفراموشی کی کیفیت رہتی تھی۔

اے کائنات! ماتم قحط الرجال کر

شاکر احسن پرنامبٹ، کتب خانہ جامعہ باقیات الصالحات ویلور

مغرب کے بعد کا وقت ہے، میں مطب میں داخل ہوا، مجھ سے پہلے چھ سات آدمی پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے، مطب کے جنوبی حصہ میں بڑی بڑی الماریاں کھڑی ہیں اور ان میں شیشوں کے خوبصورت جار بڑے سلیقہ سے سجائے گئے ہیں، ان میں دوائیاں موجود ہیں، مغربی حصہ کو ایک کیبن نما شکل دیدی گئی ہے، (اس سے پہلے یہ کیبن نما شکل نہیں تھی، غالباً اس سے مقصود مریضوں کا بھرم رکھنا ہو) اس کیبن کے شمالی کونہ میں ''وہ'' تشریف رکھتے ہیں۔

میں نے سلام کیا اور ایک کونہ میں جا بیٹھا، میں نے ان کا جائزہ لیا (میں جب بھی دست بوسی کے لئے حاضری دیتا ہوں میرا یہی کام ہوتا ہے، آج آنکھیں بند کرتا ہوں اور انہیں دیکھ لیتا ہوں، وہ سراپا میری آنکھوں میں جوں کا توں محفوظ ہے) سر پر خوبصورت گول سی ٹوپی، آنکھوں پر سنہری فریم کا باوقار چشمہ، خضاب آلود داڑھی، بھرے بھرے ہونٹوں پر پان کی سرخی، جسم پر سفید رنگ کی شیروانی جس کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے، گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے ایک زانو وہ بیٹھے پان کھا رہے ہیں، چہرہ پر ایک دلفریب ختم نہ ہونے والا تبسم کا سلسلہ جیسے کسی نے اپنے محبوب کے لئے روش پر

دور تک گلاب کی پتیاں نچھاور کردی ہوں، چہرہ دیکھوں تو پہلی نظر میں پراثر، میں برابر انہیں دیکھے جارہا ہوں بلکہ تکے جارہا ہوں۔

ضرورت مند لوٹ گئے تو مجھے پاس بلالیا، میں قریب پہنچا دست بوسی کی اور دو زانو ہوگیا، انہوں نے مجھے دیکھا، چہرہ پر ایک سمجھ میں نہ آنے والی پراسرار مسکراہٹ ابھری اور ہلکی ہوگئی پاندان اٹھایا کھولا ایک پان نکالا چونا ملکر سروتے سے کٹی ہوئی کچی سپاری کچھ اٹھائی پان میں رکھی سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کی چٹکی میں پان کو لیا اور منہ میں رکھ لیا، پھر خوشبودار زردہ دوبار چٹکی میں لیا چہرہ اوپر کر کے منہ میں ڈال لیا پھر مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔

مجھے اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں، میں حضرت قدسی علیہ الرحمہ کا نواسہ ہوں، انہوں نے پوچھا یہ شکیب کون ہے؟ ایک اشتہار کے نیچے "کتبہ شکیب" لکھا ہوا دیکھا، میں نے عرض کیا، جی میں ہی ہوں (اس وقت تک تو میں شکیب ہی تخلص کرتا تھا) یہ میرا تخلص ہے، انہوں نے بڑی شفقت سے فرمایا، اس کی کونسی تک ہے، ماشاء اللہ آپ تو عالم ہیں جانتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کونسے نام رکھنے کی تلقین فرمائی ہے اور پھر آپ کے نانا حضرت قدسی نے تو ایسا نام رکھ دیا ہے کہ آپ اسے جس طرح چاہے استعمال کرسکتے ہیں، میں نے عرض کیا جی درست فرمایا، آج سے استعمال نہیں کروں گا، اور جی میں ٹھان لیا کہ اس کے بعد یہ تخلص نہ میرے قلم سے نکلے گا اور نہ زبان پر آئے گا۔ اور یہ ملاقات جو صرف پندرہ منٹ کی تھی ختم ہوگئی، ان سے دعاؤں کی درخواست اور دست بوسی کے ساتھ اجازت لی اور مطب سے باہر آگیا۔

ان کی ہدایت پر عمل کرنے سے مجھ میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ میری فضول سی سیمابیت ختم ہوگئی، سیمابیت ہر ایک میں ہو یہ اچھی چیز ہے، جبھی انسان پارہ کے طرح متحرک رہے گا ورنہ ہر طرح اس پر جمود طاری ہوجائے، مگر فضول سی سیمابیت نہ ہونی

چاہئے اور یہ چیز مجھ سے دور ہوگئی، طبیعت میں ٹھہراؤ سا پیدا ہوگیا، اس ایک شفقت بھرے مشورہ نے میری زندگی پر بڑا گہرا اثر ڈالا اور بڑی دور تک اثر ڈالا۔

آج کل اچھے مشورہ بھی ہر کوئی ہر کسی کو کہاں دیتا ہے حالانکہ اس کی جیب سے کچھ نہیں جاتا، جب تک سانسوں کا سفر باقی ہے ان کا یہ احسان بھی میرے اندر برابر زندہ وباقی رہے گا۔ میں نے ایک جگہ اعتراف بھی کیا کہ ؎

میرے فکر وخیال کا رہبر
ایک روشن ضمیر ہے صاحب

اہل شہر ہونے کے باوجود انہیں صرف ایک حکیم صاحب کی حیثیت سے جانتا تھا جب قریب پہنچا تو پہچانا کہ یہ صرف ایک حکیم ہی نہیں بلکہ ایک سمندر بھی ہیں جس میں چاروں طرف کے دریا آکر مل گئے ہیں، جب میں قریب پہنچا تو پتا چلا کہ اس گاؤ تکیہ سے ٹیک لگانے والی ہستی کے اندر ایک بوریا نشیں روح موجود ہے، جس میں قوم وملت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

ایک بار ان کے ساتھ کنڈ نیلور کے سفر کا اتفاق ہوا میرے استاذ حضرت مولانا الحاج مفتی عثمان محی الدین صاحب دامت برکاتہم شیخ الجامعہ باقیات الصالحات ویلور کے فرزند کے نکاح میں شرکت کرنا تھی، ان کے ساتھ کار میں میرے بزرگ دوست مولانا شفیق احمد صاحب ویلوری نواسہ عارف اللہ سلمہ اور رفیع الدین سلمہ تھے میں بھی ساتھ رہا، یہ سفر صبح بعد فجر شروع ہوا تو رات کے ساڑے نو بجے ختم ہوا، بزرگوں کا تجربہ ہے کہ سفر میں انسان کھل کر سامنے آجاتا ہے، میں نے سفر میں جانا کہ یہ کیا ہیں تمام سفر میں حیران حیران سا رہا، ہر جملہ اتنا دلچسپ رہا کہ سننے سے تعلق رکھتا تھا، اس دن حضرت شیخ الجامعہ کے دفتر پہنچا تو دفتر کے باہر مولانا شفیق احمد صاحب نے یہ اندوہناک اطلاع دی کہ حضرت مولانا زکی الدین احمد صاحب کا انتقال ہوگیا، ذرا دیر تک میں ساکت رہ گیا،

زباں سے انا للہ تک نہ نکل سکا، ذہن نے تسلیم نہیں کیا دل نے نہ مانا کانوں کو یقین نہ آیا، کوئی انسان اپنی محبوب چیزوں سے کبھی دست بردار نہیں ہونا چاہتا، اگر کوئی محبوب چیز کسی سے کھو جاتی ہے تو اسے وہ ناگہانی حادثہ سمجھتا ہے، سب یہی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ حادثہ ناگہانی نہیں ہوتا اپنے مقررہ وقت پر جو ہونا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

دفتر کے اندر جانا چاہا تو قدموں نے ساتھ چھوڑ دیا، بڑی مشکلوں سے اندر پہنچا شیخ الجامعہ کو دیکھا ان کے چہرہ پر گھرے دکھ کے بادل پائے کہ اب برسیں کہ تب برسیں، مولانا بشیر احمد صاحب پر تو بڑی وحشت طاری تھی لگتا تھا کہ جیسے وہ اپنے وجود کے ساتھ پھٹ جائیں گے، حادثے ہوں یا سانحے انسانی زندگی کے جزو ہوتے ہیں ان سے انسان کو چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا تجرباتی طور پر یا مشاہداتی طور پر اس مرحلے سے انسان کو مجبوراً گزرنا پڑتا ہے، بات عموم خصوص کی نہیں ہے ایک سانحہ جو ہم پر گزر گیا تھا کسی کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یوں ہو جائے گا۔

مجھے تو یہ نہیں معلوم کہ بشیر بدر نے کن احساسات سے متاثر ہو کر یہ شعر کہا اور نہ جانے کن کیفیات میں اس نے یہ شعر کہا تھا۔

بھری برسات میں شاداب بیلیں سوکھ جاتی ہیں
ہرے پیڑوں کے گرنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا

ایک تناور درخت جس کے سایہ سے ایک عالم فیض اٹھا رہا تھا اچانک چپ چاپ یوں ڈھے جائے گا کس نے سوچا تھا؟ عشاء میں تدفین ہونا تھی ہم مغرب کے بعد پہنچے پھر میں گھر پہنچا اپنے بستر پر بیٹھ کر اپنے آنسوؤں سے اپنے محسن کو خراج عقیدت پیش کیا، ایک طرح حضرت کی رحلت مجھے توڑے ڈال رہی تھی تو دوسری طرف حرماں نصیبی نے جھنجوڑ کر رکھا ہوا تھا، میں نے بارہا چاہا کہ حضرت کی خصوصی مجلس میں شرکت کروں مگر ہمت نہیں ہوئی دل داغدار، دامن تار تار لیکر یہ سیہ کار جائے بھی تو کیسے؟ حالانکہ دل کے

داغوں کو دھونے کے لئے اور دامن کی دریدگی کو رفو کرنے کے لئے ہی کوئی ایسی مجلسوں میں جاتا ہے، یہ میری حرماں نصیبی نہیں تو اور کیا ہو سکتی تھی، ہر صاحب دل یہ محسوس کرے گا کہ ہم قحط کے زمانہ میں نہیں بلکہ قحط الرجال کے زمانہ میں سانس لے رہے ہیں، مختار مسعود صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی ہے ''قحط میں موت ارزاں ہوتی ہے اور قحط الرجال میں زندگی، قحط الرجال میں آدمی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ مردم شماری تو ہو بے شمار، مردم شناسی ہو تو نایاب'' پچھلے زمانہ میں لوگوں کو گم شدہ چیزوں کا یا گزرے ہوئے لوگوں کا نعم البدل مل جاتا تھا، مگر فی زمانہ ایسا نہیں ہو پاتا جو بھی چیز ہمارے پاس رہ جائے وہی غنیمت ہے، جو لوگ رہ گئے ہیں وہی نعمت ہیں، نعم البدل کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا ایسے میں بڑی حسرت کے ساتھ یہی کہنا پڑتا ہے کہ ۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

☆☆☆

تعزیتی پیغام اور خطوط

یہ زخم کسی ایک کا نہیں سب کا ہے

"موت العالِم موت العالَم" کے مصداق کہ ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہے، اب تعزیت کون کرے؟ کس کی کرے؟ کس سے کرے؟ کن الفاظ میں کرے جبکہ سب ہی تعزیت کے مستحق ہیں، یہ غم کسی ایک کا نہیں سب کا ہے، کسی ایک کے مشفق اور غمخوار باپ کا سایہ نہیں اٹھا بلکہ حضرت کی جتنی روحانی اولاد ہیں سب کے سب ایک غمگسار مشفق باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے، آنے والوں میں علماء بھی ہیں ارباب افتاء بھی ہیں مفسرین ومحدثین بھی ہیں تبلیغ والے اور محدثین بھی ہیں، مسلم اور غیر مسلم بھی ہیں، سب کا ہی دل ٹوٹا ہے، سب کا دل چھلنی ہے، سب ہی بیمار یار ہیں، سب ہی کے دل پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹے ہیں، کیا عوام ہو کیا خواص سب ایک ہیں سب کا درد ایک ہے، کون کس کو سمجھائے کہاں سے وہ الفاظ لائے جس سے کسی کی ڈھارس بندھائی جاسکے۔

دواخانہ میں سب ہی لوگ جمع ہیں، کچھ لوگ مسجد میں ہیں، کچھ لوگ گھر میں ہیں، بہرحال کچھ دل سنبھلے اور لوگوں کو صبر کی تلقین کرنے لگے، مسجد میں کچھ لوگوں نے وعظ کہا، کچھ لوگوں نے اہل خانہ کے درمیان صبر کے انعامات پر تقریر کی جس سے ٹوٹے ہوئے

دل سنبھلے، وہ آنسو جو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے تھمے اور پھر اپنے اپنے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا اور اللہ کی مشیت کے سامنے سب نے اپنے سرِ نیاز خم کر دیئے۔

تعزیتی پیغامات

(حضرت والا قدس سرہ کی وفات پر بے شمار تعزیتی پیغامات مختلف ذرائع سے پر تامبٹ حضرت والا کے اعزہ کے پاس پہنچے اور رسالوں میں بھی شائع ہوئے ان میں چند خطوط سوانح میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہ سلسلہ دراز ہے، بہت سے خطوط ہیں، انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر اس کی اشاعت کی جائے گی۔)

اللہ اللہ اس گھرانے کے افراد جو دوسروں کے غموں، صدموں اور پریشانیوں کو بانٹ لیتے تھے، گرتوں کو اٹھانا جن کا شیوہ تھا، آج اسی خاندان کو لوگ صبر کی تلقین کر رہے ہیں، آج اسی خاندان کو سنبھالنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے جو کل سب کو سنبھالتی تھی، آج اسی کے سکھائے تعزیتی کلمات انہیں کو سنائے جا رہے ہیں، آج دولت کدہ حاذق الامتؒ سونا سونا ہے، مثل ماتم کدہ بنا ہوا ہے، خود راقم الحروف ان لوگوں میں شامل ہے، قلم کے اندران حالات کو قلمبند کرنے کی سکت کیسے ہو سکتی ہے، ان حالات کو بیان کرنے سے قلم عاجز، زبانیں قاصر ہیں، الفاظ خاموش ہیں، وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو حالت کی صحیح ترجمانی کر سکے۔

تعزیت کرنے والوں کا ایک تانتا سا لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ فون کے ذریعہ تعزیت کر رہے ہیں مختلف مقامات اور مضافات شہر بنگلور، ویلور، سیلم وانم باڑی، آمبور اور میل وشارم کی بات ہی کیا ہندوستان کے اور دیگر صوبہ جات سے تعزیت کرنے والے مہمانوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ مولانا محمد ادریس حبان رحیمی جو حضرت کے

خلیفۂ خاص ہیں اور حضرت والا کو جان سے زیادہ محبت کرتے ہیں، اس وقت موجود نہیں تھے، ساؤتھ افریقہ کے سفر پر تھے، ان کو بڑی دیر سے اطلاع ملی، عین جنازہ گھر سے اٹھاتے وقت ان کا فون آیا، اللہ تعالیٰ نے صبر عطا فرمایا۔

تعزیتی پروگرام کا انعقاد

منگل کے دن صبح حضرت والا کے دولت کدہ کے ہال میں ہی ایک تعزیتی پروگرام کا انعقاد ہوا، جس میں حضرت والا کے اعزہ واقربہ اور مہمانان کرام موجود تھے ان میں مولانا ایوب صاحب رحمانی قابل ذکر ہیں، راقم الحروف کا ایک مختصر سا بیان اس طور پر ہوا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، زبان نے بھی لڑ کھڑاتے ہوئے ساتھ دیا، پھر اللہ نے صبر کا انعام نصیب فرمایا اور اپنے غم کو لباس نشاط میں چھپاتے ہوئے احباب کو صبر وتحمل کی تلقین کی اور ان اللہ مع الصابرین کا مقام یاد دلایا۔

یہ بھی ایسا ہی معاملہ ہے سرور کائنات ﷺ کا وصال اپنے ماتحتوں کے لئے نمونہ ہے، حضرت فاطمہ زندہ ہیں اور والد محترم وفات پاگئے اس سے چھوٹوں کے درجے بھی بلند ہوتے ہیں یہ غیر اختیاری مجاہدے کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نوازنے کا انتظام فرماتے ہیں۔ دن بھر مہمانوں کا ہجوم رہا اور صبح وشام قبرستان پہنچ کر حاضری اور ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رہا۔

تعزیتی جلسہ

چہارشنبہ کے دن بھی ایک تعزیتی جلسہ ہوا، اس موقع پر سورہ یوسف کی ایک آیت "رب قد آتیتنی من الملك وعلمتني من تاويل الاحاديث" کی تفسیر اور اس کی تشریح بیان کی گئی۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

اعوذ با اللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

"رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث "

اس آیت کریمہ کے اندر چھ چیزیں ہیں(۱) ملک (۲) تاویل الاحادیث (۳) فاطر السموت ولارض (٤) توفنی مسلماً (٥) والحقنی من الصالحین۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نبی ہو کر یہ دعا فرما رہے ہیں کہ "توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین" مسلمان رہتے ہوئے فرما رہے ہیں جب تک میں زندہ رہوں اسلام پر رہوں اور جب میری موت آئے میں اس وقت بھی حالت اسلام میں رہوں اور مرنے کے بعد مجھے صالحین کے ساتھ شامل فرما۔

آج کا یہ محفل اگرچہ غمناک اور اندوہناک ہے۔ آج ہمکو وہ سبق دہرانا ہے جو سبق ہمیں حضرت والا دیتے رہے تھے، آج ان کی روح متوجہ ہے اور ہمیں وہ سبق یاد ہے کہ نہیں وہ دیکھ رہی ہے، حضرت والا کی تعلیم کس طرح شریعت کے مطابق آدمی اپنے خوشیوں اور غموں کا مقابلہ کرے کس طرح شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، یہ ہمارے لئے امتحان کی گھڑی ہے، آج ہمیں اپنے جذبات پر قابو پانا ہے، تو حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ پیغام ہے کہ آدمی کو موت کا غم نہیں کرنا چاہئے بلکہ اگر اسلام کی حالت میں نہیں مرتا ہے تو اس کا غم کرنا چاہئے، اسلام کی حالت میں موت خوشی کا تازیانہ ہے، احباب خوش ہوں کہ ہمارے محبّ ہمارے دوست ہمارے عزیز کی موت حالت اسلام میں ہوئی، ایسے شخص کو فرشتے مبارک باد دیتے ہیں آسمان میں ان کا استقبال کیا جاتا ہے، قبر میں لحد اس کا استقبال کرتی ہے۔

ہمارے حضرت والا زندگی بھر یوسف علیہ السلام کی طرح یہی دعا کرتے تھے، حضرت والا سے حقیقی محبت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمارے درمیان سے اٹھ

جانے سے ہمیں رنج ہو لیکن یہ طبعی ہے اور عقلی طور پر ہم کو خوش ہونا چاہئے کہ حضرت والا کو اللہ نے پسند فرمودہ موت عنایت فرمائی کہ سجدے کی حالت میں مولا سے راز و نیاز کی باتیں کرتے کرتے حقیقت میں جا ملے اور آرزو جو برسوں کی تھی وہ پوری ہوئی اور عاشق کو وصل یار حاصل ہو گیا، حضرت کی بھی یہی تعلیم تھی کہ خدا کہ فیصلے پر آدمی راضی ہو جائے یہی تسلیم و رضا ہے۔

حضرت کی حیات میں جمعہ کے دن کی مجلس

حضرت اقدس کی حیات مبارکہ میں معمول کے مطابق ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مجلس لگتی تھی جس میں حضرت اپنے شیخ کی تعلیم و تربیت کو عام کرتے تھے اور طالبین و سالکین کی رہنمائی فرماتے تھے، اس مجلس میں شہر و بیرون شہر سے اہل ذوق حضرات شرکت فرماتے تھے اور اپنے قلوب کو جگمگاتے تھے، یہ مجلس کیا تھی بس نور کی بارش ہوتی تھی سارا سماں عجیب سا رہتا تھا، حضرت والا مہمانوں سے خوش ہو کر ملتے تھے اور مجلس کے بعد اپنی دعاؤں اور توجہات سے نوازتے تھے۔

یاد ان کی سب کو رلائے

جمعہ کے دن حضرت والا کے ساتھ کھانے کا معمول تھا اس معمول میں کبھی ناغہ نہیں ہوا، حضرت والا کے وصال کے بعد جب پہلا جمعہ آیا تو مہمان کرام دوا خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے، سب لوگ بیٹھے رہتے تھے اور حضرت والا کو بلایا جاتا تھا، اچانک ناصر بھائی کمرے سے نکل آئے اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے کہ مولانا ابا جان نہیں ہیں کیا ہوگا ابا جان نہیں ہیں، جمعہ کے بعد حضرت والا کو کمرے سے بلایا جاتا تھا، آج کمرے میں نہیں ہیں یہ باتیں کہتے جاتے اور پھوٹ پھوٹ کر روتے جاتے، احقر

کہاں خاموش رہنے والا تھا، وہ تو پہلے سے ہی ٹوٹا تھا، ناصر بھائی کا رونا دیکھ کر ان کے ساتھ روتا جاتا تھا اور ان کو صبر کی تلقین کرتا جاتا تھا۔ اور تنہائی میں بھی دل کھول کر روتا تھا اور کرتا بھی تو کیا کرتا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور آج بھی جب یہ کلمات لکھ رہا ہوں تو یہ قلم یہ کاغذ اور تنہائی گواہ ہے کہ دل کیسے پھوٹ کر رو رہا ہے اور روئے نہ تو کیا کرے، خدایا! ہمیں ان کا نعم البدل نصیب فرما اور صبر و تحمل کی دولت سے مالا مال فرما اور حضرت والا کے درجات کو بلند فرما، آمین۔

☆☆☆

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں تعزیتی اجلاس

جنوبی ہند کو عام طور سے تعلیمی اعتبار سے پسماندہ سمجھا جاتا ہے لیکن تامل ناڈو کے قصبہ پرنامبٹ کو دیکھ کر اس مفروضہ کی تکذیب ہوتی ہے، اس چھوٹے سے قصبہ میں جو سین اور مذہبی فضاء دیکھنے کو ملتی ہے وہ اکابرین کی یاد دلاتی ہے۔

آفتاب رشد و ہدایت حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ (خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ جلال آبادی) کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا آپ نے پوری زندگی سلوک و معرفت کے خاردار راستوں پر چل کر کرامت کے بکھرے ہوئے گیسو کو سنوارا اور کبھی آبلہ پائی کی شکایت نہیں کی، ہم جیسے چھوٹوں کی شفقت بھرے انداز میں رہنمائی واصلاح کی، لیکن افسوس کہ قحط الرجال کے اس دور میں آپ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ؎

داغ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر قاری محمد فاروق اعظم قاسمی ابن مولانا ڈاکٹر محمد ادریس

حبان نے کیا جو ۲۵؍ دسمبر کو دارالعلوم محمدیہ میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ آج آپ ہم میں نہیں رہے لیکن آپ کی بتائی ہوئی باتیں ہمارے لئے رہنمائے اصول ہیں، ہم ان کی روشنی میں سلوک وہدایت اور انسانیت کی راہ پر چلتے رہیں گے اور معرفت الٰہی کی گہرائیوں میں پہنچنے کی سعی جاری رکھیں گے۔ اجلاس کا آغاز بنگلور کے مشہور خوش الحان مقری جناب حافظ وقاری محمد رضوان بیگ صاحب شمسی (صدر ادارہ ریم دعوت القرآن الکریم) کی تلاوت کلام اللہ سے ہوا، حضرت مولانا نور احمد باقوی صاحب نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت حاذق الامت کی ذات صرف جنوب کے لئے نہیں بلکہ پورے ہندوستان کے لئے نمونہ سلف کی ایک کڑی تھی، آپ کی وفات سے امت کا جو عظیم خسارہ ہوا ہے اس کی تلافی کو دور دور تک کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حضرت مولانا قاری محمد ذاکر قاسمی صدر المدرسین دارالعلوم محمدیہ نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا کہ ہر مرید کو اپنے پیر سے عقیدت ومحبت ہوتی ہے اس بنا پر مجھے بھی آپ سے محبت ہونی چاہئے لیکن میں نے اپنے حضرت کے اصلاح کا جو انوکھا طریقہ دیکھا اس نے مجھے آپ کا گرویدہ بنادیا، آپ نہایت شفقت بھرے انداز میں لوگوں کی اصلاح فرماتے، یہ آپ کی انفرادی خصوصیت تھی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر اظہار افسر مہتمم دارالعلوم مصباح التوحید بنگلور نے کہا کہ حضرت حکیم ذکی الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات ہمارے لئے نمونہ تھی، آپ کی وفات حسرت آیات سے آج سارا عالم سوگوار ہے، آپ کے بعد ہمیں آپ کی بتائی ہوئی باتوں کی تقلید کرنی چاہئے اور جلائے ہوئے چراغ کی روشنی میں ہمیں سلوک معرفت کی راہ طے کرنی چاہئے کیونکہ آپ کی ذات سے سچی محبت کی یہی علامت ہے۔ جناب حضرت مولانا پی، ایم، مزمل رشادی نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ

میں کیا کہ ہماری ملاقات حضرتؒ سے دوبار ہوئی لیکن اس مختصری ملاقات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنادیا، میری خواہش تھی کہ آپ سے تفصیلی ملاقات کے لئے پرنامبٹ حاضر خدمت ہوں گا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ لیت ولعل میں میں حاضر خدمت نہ ہوسکا، پروردگار ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ میں منعقد اس اجلاس میں علماء وطلباء، دانشوارن اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں شریک ہوئے،جن میں مولانا سراج احمد حمیدی، جناب نعمت اللہ حمیدی ایڈیٹر ہفت روزہ حقانیت ممبئی، جناب عبدالرحمٰن عرف بابو بھائی ڈائرکٹر دارالعلوم محمدیہ، جناب اسلم پاشاہ صاحب صدر دارالعلوم محمدیہ، جناب محمد فاروق صاحب ناظم مدرسہ ہریوردگ، جناب محمد حبیب صاحب رکن مدرسہ ابوبکر صدیق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اجلاس سے روحانی معالج مشہور عامل حضرت الحاج محمد اکرام دہلوی معروف بہ الحاج بابا جی، جناب مولانا شمیم احمد صاحب مظاہری خطیب مسجد ہمالیہ ڈرگس کمپنی، جناب مولانا محمد راشد صاحب بجنوری نے بھی خطاب فرمایا، قاری محمد ذاکر قاسمی نے ساؤتھ افریقہ سے مدیر دارالعلوم محمدیہ حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی صاحب (خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ) کا فیکس کیا ہوا پیغام پڑھ کر سنایا اور آپ ہی کی دعا پر تعزیتی اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔

☆☆☆

بتادے حاذق الامت یہ دیوانے کہاں جائیں

دارالعلوم محمدیہ میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی کا خطاب

مصائب اور تھے پر ان کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

حضرت حاذق الامت حکیم زکی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت عہد حاضر کے لئے ممتاز خصوصیات کی حامل تھی، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متنوع خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے ہر دلعزیز اوصاف کی بنا پر ہر طبقے کے درمیان مقبول تھے، مسلمانوں کے ہر مکتبۂ فکر کے درمیان ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حکیم صاحبؒ اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن یہ ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ حضرت اپنے پیچھے اپنے فیض یافتہ خانقاہی مزاج رکھنے والے علماء، فضلاء کی ایک ایسی بڑی تعداد چھوڑ گئے جو ان کے مشن کو زندہ رکھنے کا حوصلہ اور ان کے لگائے گئے پودوں کی آبیاری کا سلیقہ رکھتے ہیں۔

میرے والد محترم مولانا حکیم محمد ادریس حبان رحیمی صاحب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق تھا، ہمیشہ حضرت کا ہر مجلس میں ذکر فرماتے اور ہمیشہ فرماتے کہ میں

نے بہت سے شیوخ دیکھے مگر حضرت والاؒ اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت والاؒ سے جب بھی کوئی شخص درخواست کرتا تو اس کو فوراً منظور فرما لیتے، اور سفر کی تکالیف برداشت فرماتے ہوئے اس کا دل رکھ لیتے، ایسا لگتا کہ گویا حضرتؒ فرما رہے ہوں ؎

میری آرزو یہی ہے کہ ہر اک کو فیض پہنچے
میں چراغ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

حقیقت یہ ہے کہ رب العالمین نے آپ کو ایک چراغ بنایا تھا، تاحیات دوسروں تک حق کی روشنی آپ پہنچاتے رہے اور اس چراغ سے سینکڑوں چراغ روشن ہوتے رہے ہیں۔ آپ اپنے مریدین ومتوسلین کی اصلاح بھی بڑے انوکھے اور اچھوتے انداز سے فرماتے، حضرت کی زندگی کا جہاں ایک پہلو طب اور خانقاہ سے وابستہ تھا وہیں دوسرا پہلو آپ نے علم تحقیق سے وابستہ رکھا۔ علم وفن کی کتابیں آپ کے گردوپیش ہر وقت پھیلی نظر آتیں۔ آپ ہمیشہ قافلہ علم کے ہمرکاب رہے۔

آپ ایک مانند شبنم تھے جس سے جگرلالہ میں ٹھنڈک ہو۔ باطل کے لئے ایک طوفان جس سے دل وہل جائیں لیکن خدا کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ آج آپ ہمارے درمیان نہ رہے۔ ؎

ڈھونڈو گے مجھے ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آج سرزمین تمل ناڈو، کرناٹک وآندھرا خون کے آنسوں رو رہی ہیں کہ ایک ایسا عالم جو اپنے وقت کا حاذق بھی تھا ہم پر نہ رہا۔ ؎

بڑی مدت میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت والاؒ کی خصوصیات کو کہاں تک بیان کروں، آپ کی سیرت لکھنا یا بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ اس وقت میں اپنے دلی جذبات واحساسات ان

اشعار کے ذریعہ بیان کر کے بات سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ؎

سکون زندگی کی دواء پانے کہاں جائیں
جگر کے زخم دل کے داغ دکھلانے کہاں جائیں
ترے گیسوئے ہستی سے جنوں کو جن کی نسبت تھی
بتادے حاذق الامتؒ یہ دیوانے کہاں جائیں

☆☆☆

تعزیت نامہ

بخدمت وارث نبوت، ناشر نوائے اخوت، صاحب ایثار و محبت، مونس و غمگسار اہل قرابت، دعا گو اہل رقابت و رفاقت، مجسمہ کوہ صبر و استقامت، یکتائے روزگار در ضیافت، حوصلہ حاتم در سخاوت، ہمہ وقت در سفر و حضر با طہارت، جامع کمالات فی علوم شریعت، واقف رموز و اسرار و معرفت، ستارہ انعمت علیہم، صاحب ولایت، والکاظمین الناس والعافین عن الناس شرح ھذہ الآیت، جانشین شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب حضرت مسیح الامتؒ، معروف بلقب حاذق الامتؒ، مرشدی و مولائی حضرت قبلہ حکیم زکی الدین احمد صاحب حفظہ اللہ وتعالٰی و یکشف الهموم عنك، وفرجه الله غمومه۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد دعائے صحت وسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں اور آپ کی صحت اور تمام زیر علاج افراد کی صحت و عافیت کے متعلق اس علیم حکیم ذات سے امید کرتا ہوں کہ ہر ہر منٹ و سکنڈ روبہ صحت ہو رہے ہوں گے اور یہی حی و قیوم سے دعا بھی ہے کہ یا حی و قیوم حادثہ سے متاثر ہونے والے افراد اپنے محبوب زکی کی اور اولاد اور ان سے متعلق سب کو صحت عاجلہ، دائمہ، مستمرہ عطا فرما۔

یا اللہ اپنی بندی نور العین، ہاجرہ بیگم اور ضیاء العین کی تکلیف و درد کو صحت و تندرستی میں تبدیل فرما کر پھر اپنے اہل و عیال میں شاداں و فرحاں واپس فرما۔

یا اللہ اپنے بندے عارف اللہ کو اور چھوٹے منا احسان کو اس المناک درد و تکلیف سے چھٹکارہ عطا فرما اور اپنے ماں باپ کے لئے راحت کا سامان بنادے۔

"یا جابر العظم الکسیر ادعوك دعاء المطر والضریر" اے ٹوٹی ہڈیوں کے جوڑنے والے، ان افراد کی ٹوٹی ہڈیوں کے جوڑنے کے بارے میں دعا کرتا ہوں ناچارگی و بے چارگی کی حالت میں اے اللہ ان ہڈیوں کو بھی جوڑ دے اور پھر ویسے ہی فرما دے جیسے آپ نے پہلے بنائی تھی، یا اللہ فضل فرما، رحم فرما، کرم فرما، سہولت کا معاملہ فرما۔

عالی جناب حاذق الامت! اس موقع پر عرض ہے کہ حضرت والا کی زندگی میں یہ حادثہ کیا ہے بلکہ ایک غموں اور صدموں کا سیلاب ہے، بیک اتنے فیملی ممبروں کے ساتھ ہوش اڑا دینے والا اور دل دہلا دینے والا درد و مصیبت، آہ و فغاں لے کر آنے والا یہ طوفان سمندروں کی موجوں سے ہی پیچھا کرتا ہوا دل و جگر پار کر کے سامنے آ کھڑا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً تبسم و مسکراہٹ چھین کر پورا ماحول سسکیوں میں تبدیل کر کے "و لنبلونکم من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس و الثمرات" کی تفسیر بن گئی۔

حضرت والا! ایسا حادثہ اور دہلا دینے والا ہیبت ناک منظر حضرت ایوب علیہ السلام کو یاد دلاتا ہے جب حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا "رب عنی مسنی الشیطان بنصب و عذاب" یقیناً ایسے حادثات میں اولیاء کرام کی زبان پر اپنے مولیٰ سے یہی وظیفہ جاری ہوگا اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے محبوب بندوں کے زخمی دلوں کی مرہم پٹی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "ارکض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب" لیٹے لیٹے آپ کو صحت و تندرستی مل جائے گی، ارے ایوب یہ تو آزمائش تھی تجھے

مارنا مقصود نہیں تھا، جب انبیاء کرام کو صحت کاملہ کی خوشخبری بستر پر ہی دی گئی تو اولیاء کرام کے ساتھ یہ معاملہ قیامت تک چلے گا، اس پر یقین کامل ہے، یہی ایمان ہے۔

مزید اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا "ووھبنا لہ و مثلہ" تکلیف و بیماری میں جو جانی و مالی نقصان ہوا ہے ہم اس کو بھی پورا کر دیں گے اور اس سے بھی زیادہ عطا فرمانے والے ہیں۔

قبلہ حضرت حاذق الامت!

آپ کی خدمت میں کوئی نصیحت پیش کرنا ایسا ہے کہ جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر کی تلقین کرنا اور لقمان کو حکمت سکھانا، لیکن اپنی تسلی و تسکین کے لئے ہمیشہ ہی آیات خداوندی اکسیر اعظم ہیں "لقد خلقنا الانسان فی کبد" انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، تو پھر اس دنیا میں بلا و مشقت سے کس کو مفر ہو سکتا ہے اور یہ ابتلاء بقدر تقریب بڑھتا جاتا ہے جس کا مرتبہ عنداللہ جس قدر زیادہ ہو گا اسی قدر ابتلاء بھی زیادہ ہو گا۔

چنانچہ سب سے زیادہ برگزیدہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے انبیاء علیہ السلام ہیں اور وہی سب سے زیادہ بلاو مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث پاک کے اندر آتا ہے "اشد الناس بلاء ثم الامثل فا الامثل" سب سے سخت امتحان انبیاء علیہ السلام کا ہے، ان کے بعد صدیقین، صالحین کا پھر درجہ درجہ ان حضرات سے جس قدر مشابہت رکھتے اور ان کے طریقہ پر ہوں۔

زمانہ میں معتقد حضرات کو صبر و شکر دونوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

انبیاء، اولیاء کے اعزاء و اقارب، اولادیں، احباب ان لوگوں کو اگر موت و تکلیف اور صدمہ و رنج پیش نہ آئے تو انبیاء و اولیاء صبر کس چیز پر کریں گے اور ان حضرات کو مقام صبر کیسے حاصل ہو گا اور وہ صابر کہلا کر "ان اللہ مع الصابرین انما یوف الصابرون اجرھم بغیر حساب" میں کیسے داخل ہوں گے، تو یہ صبر و شکر کا مقام انبیاء و اولیاء کا ہی

پتہ ہر کسی کو یہاں اجازت نہیں ہے، یہ حضرات صبر و شکر نہیں کرتے تو ان حضرات کی اتباع کرنے والے کیسے صبر و شکر کا طریقہ سیکھتے اور حاصل کرتے۔

اپنی اصلاح اور عبرت حاصل کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد علی جوہر کا واقعہ نقل کرتا ہوں، مولانا محمد علی جوہر جیل کے اندر تھے ان کی ایک لڑکی مدقوق تھی، اتفاق ایسا ہوا کہ ان کی ایک لڑکی بیمار ہوگئی تو گھر والوں نے مولانا کے پاس اطلاع کرائی کہ بچی کی حالت نازک ہے انہوں نے اس کے جواب میں جو خط لکھا اس میں دو شعر بھی لکھے تھے۔

ہم ہیں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
آمنہ جو بھی شفا پائے تو کچھ دور نہیں
ہم کو تقدیر الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلہ
اہلِ تسلیم ورضا کا تو یہ دستور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

قبلہ حاذق الامت! آپ کے متعلق کیا عرض کریں آپ تو صبر و استقامت کے پہاڑ ہیں ہم لوگ سیکھنے کے لئے آتے ہیں حضرت والا کی استقامت اور بلند حوصلگی قابلِ رشک ہے ان تمام حالات کو حضرت والا نے و "بشر الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالو انا للہ و انا الیہ راجعون" کی تفسیر بن کر "و اولئك ھم المھتدون" میں شامل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی۔

ٹوٹا ہوا دل آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے
سینہ سے لگالئے غم ان کے دئے ہوئے

☆☆☆

آخری سفر

حضرت مولانا عبدالواحد قاسمی ارریاوی

استاذ دارالعلوم محمدیہ بنگلور

موت ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جس سے کسی انسان کو انکار نہیں اور یہ ایسی یقینی ہے کہ اس کے لئے کسی تعلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں، موت کے لئے نہ بچپن شرط ہے نہ جوانی، نہ بڑھاپا شرط ہے، نہ بیماری۔ یہ مرض ہے کہ آج تک کسی حاذق طبیب یا ماہر فن ڈاکٹر نے اس کا علاج نہیں کیا اور نہ ہی تا قیامت کوئی حکیم یا سرجن اس مرض کا علاج کرسکتا ہے۔

مسلم ہو یا کافر، عالم ہو یا جاہل، مفتی ہو یا فلسفی، سبھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ موت اپنے مقررہ وقت پر آکر رہے گی، اور ہر انسان کے لئے ایک دن ایسا آئے گا جو اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ وہ لمحہ اس کا آخری لمحہ ہوگا، وہ ساعت اس کی آخری ساعت ہوگی، پھر اس کی روح اس خاکی اور فانی جسم سے پرواز کرجائے گی۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک اس دنیا میں بڑے بڑے رعب دبدبہ اور شان وشوکت والے سلاطین وحکمران آئے، ظالم وجابر بادشاہ آئے، انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کرنے والے نمرود، فرعون آئے، خدا کی جنت کے مقابلہ میں جنت بنانے والے شداد

آئے، انسانی کھیتی میں آگ لگانے والے اور نسل انسانی کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے والے چنگیز خان اور ہلاکو بھی آئے، مگر موت نے سب کی رعونت اور فرعونیت کو تہ خاک کر دیا، مالدار کی دولت، نو جوان کی جوانی، پہلوان کی طاقت، صاحب اقتدار کا منصب، ڈکٹیٹر اور آمر کا رعب ودبدبہ اور بادشاہ کی فوج ملک الموت کو عاجز نہ کر سکی، بڑے بڑے اولیاء فقہاء ائمہ محدثین، یگانہ روزگار ہستیاں، شیریں زبان خطباء ممتاز شعراء اور انشاء پردازوں کو بھی موت نے خاموش کر دیا، حضرت حکیم لقمان بقراط اور بو علی سینا کے تیر بہدف نسخے بھی کام نہیں آئے، خلاق عالم کا اٹل فیصلہ کل نفس ذائقة الموت ہر شخص پر نافذ ہو کر رہا اور صبح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

موت کا مرحلہ سب سے یقینی مرحلہ ہے، موت آنی ہے آ کر رہے گی، قرآن پاک ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے، "اذا جاء اجلهم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون" جب لوگوں کی موت آتی ہے تو وہ لوگ نہ ایک سیکنڈ پیچھے جا سکتے ہیں اور نہ ایک سیکنڈ پہلے جا سکتے ہیں۔

انسانوں پر موت کی تکلیف اتنی شدید ہوتی ہے کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ اگر آدمی پر موت کا نشہ نہ ہو تو پاس بیٹھنے والوں پر تلوار چلانے لگے، اس لئے سرکار دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے "اللهم هون علی محمد سکرات الموت" اے اللہ محمد پر موت کی سختی آسان فرما، کبھی یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ تو پٹھوں، ہڈیوں اور انگلیوں کے درمیان سے روح نکالتا ہے، الٰہی موت پر میری مدد فرما اور اسے میرے لئے آسان فرما! وصال کے وقت حضرت نبی اکرم ﷺ

کے قریب پانی سے بھرا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ اس میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرہ مبارک پر ملتے جاتے اور فرماتے اے اللہ! مجھ پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ آپ کی یہ تکلیف دیکھ کر کہنے لگیں ابا جان! آپ کس قدر تکلیف میں ہیں؟ فرمانے لگے، آج کے بعد تیرے باپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک مریض کے پاس تشریف لے گئے، فرمانے لگے میں جانتا ہوں اس کو کس قدر تکلیف پہنچ رہی ہے اس کی کوئی رگ ایسی نہیں ہے جو الگ الگ موت کی اذیت نہ برداشت کر رہی ہو۔ حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابیؓ کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا میرے صحابی کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو! ملک الموت نے جواب دیا آپ مطمئن رہیں، ہر مؤمن کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے کعب ابن احبارؓ نے سے فرمایا کہ موت کے بارے میں کچھ بتاؤ! حضرت کعبؓ نے عرض کیا امیر المؤمنین، موت ایک ایسی کانٹوں بھری شاخ ہے جو کسی پیٹ میں داخل کردی جائے اور اس شاخ کے ہر کانٹے نے ایک ایک رگ اپنی گرفت میں لے لی ہو پھر کوئی شخص اس شاخ کو بری طرح کھینچنے لگے، جو کچھ نکلنا ہو نکل جائے اور جو باقی رہنی ہو وہ باقی رہ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ تم نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایسے پایا جیسے زندہ بکری قصاب کے ہاتھوں میں ہو اور وہ اس کی کھال کھینچ رہا ہو۔ موت، قبر، حشر، نشر اور جنت و دوزخ کے تذکرہ سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ایمان قوی ہوتا ہے۔ معصیت سے نفرت اور اعمال خیر کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ عمر ابن عبد العزیزؒ کے پاس ایک فقیر آئے اور کہنے لگے مسلسل عبادت اور مجاہدہ کے وجہ سے آپ کا چہرہ تبدیل ہو گیا ہے، عمر ابن عبد العزیزؒ نے فرمایا: تدفین

کے تین روز بعد مجھے دیکھنا، آنکھیں اپنی جگہ چھوڑ کر رخساروں پر آجائیں گی، ہونٹ دانتوں سے چمٹ جائیں گے، کھلے ہوئے منھ سے پیپ بہہ رہی ہوگی، پیٹ پھول کر سینہ سے اونچا ہو جائے گا، پشت پاخانہ کے راستہ باہر نکل جائے گی اور ناک کے سوراخوں سے کیڑے اور پیپ بہتی ہوگی، وہ منظر اس سے زیادہ عبرت انگیز ہوگا جو اس وقت تمہارے سامنے ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی وفات سے پہلے سخت ترین مجاہدے کیئے، لوگوں نے عرض کیا، آپ اس قدر سخت مجاہدے نہ کریں اپنے نفس پر رحم فرمائیں، کہنے لگے گھوڑ دوڑ میں گھوڑا جب آخری نشان تک پہنچنے والا ہوتا ہے تو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ "الکیس من دان نفسه وعمل" (ترمزی) عقلمند شخص وہ ہے جو مرنے کے بعد کے لئے تیاری کرے، آخرت کی تیاری کا راستہ یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا دھیان کرے کہ ایک دن مجھے اس دنیا سے جانا ہے۔

عمر ابن عبد العزیزؒ ہر شب حکماء کو جمع کرتے سب مل کر موت، قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے اور اس طرح روتے گویا ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہو۔

ہمیں سونے سے تھوڑی دیر قبل دوسروں کی موت کا جائزہ لیکر اپنے بارہ میں بھی غور و فکر کرنا چاہئے کہ ایک دن ملک الموت پیغام اجل لیکر میرے پاس بھی آئیں گے، دوست واحباب تین ہاتھ لمبی ڈیڑھ ہاتھ چوڑی قبر میں دفن کریں گے، سکرات موت کی تکلیف، قبر کی تاریک کوٹھڑی، دو خوفناک صورت والے فرشتے، منکر نکیر کے سوالات ان تمام مراحل سے گزرنا ہوگا، اب تک جتنے گناہ ہوئے ہیں عمداً یا قصداً ان کو یاد کر کے سچی توبہ کریں! چند روز اس طرح کرنے سے انشاءاللہ تعالیٰ زندگی میں انقلاب برپا ہو جائے گا، اعمال خیر کی توفیق اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل میں نفرت پیدا ہو جائے گی، موت زندگی کا خاتمہ نہیں، وہ ایک نئے مرحلۂ حیات کا آغاز ہے، یہ نیا مرحلہ کسی

کے لئے مصیبتوں کا آغاز ہوگا اور کسی کے لئے راحتوں کا مسکن، اس سے پہلے کہ موت کا مرحلہ آئے اور ہمارا سفر آخرت شروع ہو ہمیں اس سفر کی تیاری شروع کرنی چاہئے۔

شیخ طریقت، پیر کامل، حاذق الامت، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم زکی الدین احمد صاحبؒ پرتابگڈھ خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ کی وفات نے ہمارے دلوں کو مغموم کردیا اور دلوں کو مایوس کردیا، اصلاح حال اور اصلاح قلب کا تعلق ختم کردیا، ہم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق صبر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ الٰہ العالمین حضرت والاؒ کو اپنے محبوب ترین بندوں اور اعلیٰ علیین میں شمار فرماکر اپنی خوشنودی سے نوازتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

پرنامبٹ میں ایک نورانی تقریب

جانشین حضرت حاذق الامتؒ

ڈاکٹر ناصر الدین احمد کو

دستار خلافت وفضیلت

تحریر: شاعر اسلام حضرت مولانا اظہار افسر صاحب دامت برکاتہم
بانی و مہتمم دار العلوم مصباح التوحید بنگلور

حضرت مولانا حکیم وڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی صاحب مدظلہ العالی فاضل دیوبند چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوش عالم بانی و مہتمم دار العلوم محمدیہ خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ کو اپنے شیخ کے روح فرساں سانحۂ ارتحال کی خبر جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ میں قیام کے دوران ہوئی تھی، ہزاروں میل کی دوری اور باپ سے زیادہ شفیق پیر ومرشد کے انتقال کی خبر اہل دل جان سکتے ہیں کہ ایک خلیفۂ خاص پر کیا بیتی ہوگی صورتِ مرغ بسمل، حضرت والا اپنے سفر کے بقیہ ایام پورے کرکے جب بنگلور لوٹے تو کئی دن تک متعلقین،

معتقدین، مریدین، مخلصین اور مریضوں نے حصار بند رکھا کہیں جھانکنے تک نہیں دیا، ایک طرف تو معتقدین کا یہ گھیراؤ اور دوسری طرف حضرت کی بے چینی و بے قراری ضبط کا بند توڑتی دکھائی دے رہی تھی، اس لئے جس شفیق و مہرباں شیخ کامل کو تندرست وتوانا ہشاش بشاش چھوڑ کر حضرت ہی کی اجازت اور مشورہ سے سفر پر نکلے تھے، سفر سے واپس ہوئے تو شیخ ظاہری فیوض و برکات سے محروم کرکے ہمیشہ کے لئے پردہ کے پیچھے چھپ گئے، ادھر جناب ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب جانشین حضرت حاذق الامتؒ کے فون آرہے ہیں کہ پرنامبٹ کب آرہے ہیں؟ بہت جلد آیئے! اس کو کہتے ہیں کہ ؎

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

ادھر جانے کی تڑپ اور ادھر آنے کا انتظار، آخر کار منتظر جس دن کے تھے وہ دن آہی گیا، منگل ۲؍مارچ ۲۰۰۴ء حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ اور دوسرے حضرتؒ کے قریبی مریدین اور اپنے قریبی معتقدین پیر بھائیوں کے ساتھ جن میں جناب سید افضل پاشاہ، جناب عبد الرحمٰن عرف بابو بھائی، جناب ڈاکٹر عارف اللہ، جناب سید افضل، جناب حضرت مولانا سعید احمد قاسمی کشمیری اور راقم التحریر اظہار افسر بھی شامل ہے۔ بذریعۂ کار ہی صبح ساڑھے سات بجے ہی پرنامبٹ کے لئے روانہ ہوگئے، تقریباً بارہ بجے دوپہر پرنامبٹ پہنچے جیسے ہی کار رکی تو کار کی آواز سن کر دواخانہ میں موجود متعلقین و مریدین جو نہ جانے کب سے منتظر تھے دوڑ کر باہر آئے اور تمام مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے ڈیوڑھی کے اندر لے گئے، یہ حضرت حاذق الامتؒ کا مہمان خانہ بھی ہے اور دواخانہ بھی یہاں موجود بھی حضرات نے آنے والوں سے مصافحہ و معانقہ کی رسم ادا کی اتنے میں گھر کے اندر سے حضرتؒ کے فرزند جناب ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب، جناب ڈاکٹر کبیر الدین احمد صاحب بھی آگئے اور جناب ڈاکٹر محمد ادریس حبان اور دوسرے ساتھیوں سے گلے مل کر اتنے

روئے اتنے روئے کہ ضبط ٹوٹ گیا اور یہ حضرت چپکے چپکے ہچکیوں اور سسکیوں کے ماحول میں رقت گھول رہے تھے، ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر حبان رحیمی صاحب تو گلے مل کر دیر تک روتے رہے، اس ماحول کو دیکھ کر ہمیں اپنی پرانی غزل کا مطلع یاد آ گیا ؎

زمین روئی، فلک رویا، بحر و بر روئے
ذاکر آدمی کے لئے لوگ کس قدر روئے

بہت دیر بعد دونوں جب الگ ہوئے تو چہرے اور داڑھیاں آنسوؤں سے تر تھے، اب سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب نے حضرت حاذق الامتؒ کے انتقال سے قبل کے حالات سنانا شروع کئے اس لئے کہ ڈاکٹر حبان صاحب حضرتؒ کے انتقال کے وقت ہندوستان سے باہر تھے، تفصیلی حالات سے آگاہی اس لئے بھی ضروری تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حبان صاحب کو بہت چاہتے تھے شیخ کی جدائی نے جو قلب میں آگ لگا دی تھی وہ تفصیلی حالات سن کر بڑھکی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑ جائے، ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب نے بتایا کہ حضرتؒ متعلقین و مریدین کے ہمراہ سیلم مظاہر العلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے وہاں تقریر فرمائی، وہاں سے رخصت ہو کر دھرم پوری ٹمل ناڈو میں ایک متعلق کے یہاں دعائیہ تقریب میں شرکت کی، یہاں سے فارغ ہو کر دس بجے تقریباً پرنامبٹ پہنچے، میں نے کھانے کے لئے کہا تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ خواہش نہیں ہے دوسرے حضرات کو کھلاؤ اور اپنے آرام کے کمرہ میں چلے گئے میں اور مولانا الطاف احمد اس خیال سے کمرہ میں ساتھ ساتھ گئے کہ حضرت سفر سے واپس ہوئے ہیں یقیناً تھکان ہوگی کچھ خدمت کریں گے، مگر حضرتؒ نے فرمایا جاؤ آرام کرو! ہم نے جواباً کہا، حضرت آپ کا آرام ہمارا آرام ہے، مگر جب حضرتؒ نے مکرر فرمایا تو مولانا الطاف

الادب فوق الامر کے پیش نظر اپنے کمرہ میں چلے گئے اور میں وہیں لیٹ گیا کہ مبادا حضرت کو کوئی ضرورت پیش آجائے، اور ایسا ہی ہوا بھی، کچھ دیر ہوئی تھی کہ حضرت نے سینہ میں درد اور بے قراری کا اظہار فرمایا، میں پریشان ہو گیا کہ اے میرے اللہ! اس وقت کیا کروں اب تو کوئی ڈاکٹر بھی میسر نہیں پھر بھی ارادہ کیا کہ کچھ بھی ہو ایمرجنسی کسی ڈاکٹر کی مدد لے لینا بہتر ہوگا، میرے اس ارادہ کو حضرتؒ بھانپ گئے اور فرمانے لگے، ڈاکٹر کو بلا کر کیا کرو گے؟ ڈاکٹر کیا کرے گا؟ جاؤ مطب سے فلاں گولی لاؤ! میں نے گولی لا کر دی، مولانا الطاف صاحب بھی آگئے، گولی کھلا دی گئی، میں نے سینہ سہلایا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرتؒ کو سکون ہو گیا اور آرام فرمانے لگے، حضرتؒ کو آرام کرتا ہوا دیکھ کر ہم دونوں بھی اٹھ آئے، گھڑی کی طرف دیکھا تو ساڑھے چار بجے تھے کچھ دیر ہم نے بھی آرام کیا پھر صبح اٹھے معمولات سے فارغ ہو کر ناشتہ کے انتظام میں مصروف ہو گئے، حضرتؒ چونکہ رات بھر نہیں سوئے تھے اس لئے جگانا مناسب خیال نہ کرتے ہوئے نہیں اٹھایا، لگ بھگ ساڑھے نو بجے حضرت خود ہی اٹھے ضروریات سے فراغت کے بعد حمام گئے اور وضو کیا، حمام سے باہر آتے وقت مسواک ہاتھ میں تھی، یہ عمل معمول کے خلاف دیکھ کر میں نے کہا مسواک کیوں اٹھا لائے، فرمانے لگے اب کے بعد اس کی ضرورت نہیں پڑے گی اور مسواک میرے ہاتھوں میں دی، میں نے اس پر بھی کوئی توجہ نہیں دی، مصلےٰ پہلے ہی میں نے بچھا دیا تھا، مصلے پر پہونچ کر میرے ہاتھ میں تجوری کی جابی دی، میں نے منع کیا تو زور سے کہا ''رکھو اپنے پاس، پاس رکھو'' حضرتؒ نے نماز کی نیت باندھ لی اور میں مجلس ہال کے ایک کونے میں بیٹھ گیا کہ نماز سے فراغت کے بعد ناشتہ سے بھی نمٹ لیں، پھر مطب میں بھی بیٹھنا ہے، عادت کے مطابق پورے اطمنان کے ساتھ پہلی دو رکعتیں پڑھیں پھر اٹھ کر دو رکعتوں کی نیت باندھ لی، یہ دو رکعتیں بھی پوری ہو گئیں دوسری رکعت کا پہلا سجدہ کچھ طویل تھا پھر دوسرا

سجدہ کیا جو پہلے سے بھی طویل ہو گیا اس سجدہ میں میں نے کچھ ڈھیلا پن سا محسوس کیا جیسے کسی تھکے ہارے کا نیند آ جانے پر بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے، زمین پر رکھے ہوئے ہاتھ ڈھلک سے گئے تھے، یہ دیکھ کر میں قریب گیا اور شانے پکڑ کر گود میں لٹایا تو آنکھیں بند تھیں، میں نے سینہ سہلایا اور آوازیں دیں، کئی آوازوں پر آنکھیں کھولیں اور ''اللہ'' کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

اس آخری جملہ پر ایک بار پھر دونوں آنسوؤں کے سیلاب میں ڈوب گئے، ان دونوں کو ہچکیوں میں دیکھ کر سارا مجمع رو پڑا۔ اب گھڑی ایک بجا رہی تھی سب نے مسجد کا رخ کیا اور شہر کی چوک والی مسجد جو مرکزی حیثیت رکھتی ہے میں نماز ظہر پڑھی، اسی جگہ حضرتؒ کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور اسی مسجد کے ایک دروازے کے سامنے اس قبرستان کا دروازہ ہے جس میں حضرت حاذق الامتؒ کو دفن کیا گیا ہے، سب نے مزار پر جا کر ایصال ثواب کیا اور اپنے محبوب شیخ کامل کو سلام کرتے ہوئے رخصت لی، زمین کا یہ ٹکڑا جسے قبرستان کہتے ہیں کتنا خوش نصیب ہے بالخصوص وہ حصہ جس کی گود میں حضرت حاذق الامتؒ آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب نے بتایا کہ اس خطۂ ارضی کو حضرتؒ خطۂ صالحین کہا کرتے تھے، اس لئے کہ اس خطہ میں بڑے بڑے اکابرین امت متبعین شریعت مثلاً ہمارے جد امجد حضرت مولانا حکیم بشیر الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ، جد اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حکیم عبدالباری صاحب قدس سرہٗ اور چچا حضرت مولانا حکیم خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا حکیم جمیل احمد صاحبؒ، حضرت مولانا حکیم مسعود احمدؒ صاحب، حضرت مولانا حکیم نثار احمد صاحبؒ، حضرت مولانا حکیم فضل الرحیم صاحبؒ آرام فرما ہیں۔

ایصال ثواب کے بعد چشم پُر آب سبھی متعلقین گھر لوٹ آئے، کھانا تیار تھا کھانا کھایا، حضرت ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب نے قیلولہ کے لئے کہا سبھی نے آدھا گھنٹہ

قیلولہ کیا، نماز عصر کے بعد مجلس کا اہتمام کیا گیا تھا، مجالس اکابرین کا طریقہ ہے، ہر جمعہ حضرت کی بھی اصلاحی مجلس ہوا کرتی تھی جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، مگر آج اس مجلس کی نوعیت اور ہیئت دوسری تھی، حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی صاحب جو حضرتؒ کے انتقال کے وقت بیرون ملک سفر پر تھے، موصوف کے قلبی تاثرات وتخیلات کے اظہار کی غرض سے منگل ہی کو طے کردی گئی تھی، شہر پر نامبٹ کے بہت سارے مقتدر حضرات جو حضرت حاذق الامتؒ سے روحانی وجسمانی کسی بھی طرح کا تعلق رکھتے تھے جمع ہوگئے، حضرت مولانا حبان صاحب نے خطبۂ مسنونہ کے بعد بھرائی ہوئی آواز اور رندھے رندھے گلے سے کہنا شروع کیا حضرت آج میں اپنے آپ میں اتنی ہمت نہیں پارہا ہوں کہ کچھ بیان کرسکوں، ذہن ودل پر حضرت شیخ کی جدائی کا اتنا گہرا اثر ہے کہ کہنا چاہتے ہوئے بھی کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہورہی ہے اور دل کے بخارات کو باہر نکالے بغیر رہنا بھی مشکل دکھائی دے رہا ہے، بقول شاعر ؎

کبھی دل کھول، رونے سے آرام ہوتا ہے

کچھ کہہ رہا ہوں، حضرت شیخ کی جدائی کی چنگاریاں جو صورت شعلہ میرے جسم وجان کو جلا رہی ہیں لفظوں کی صورت میں اگر باہر نہ نکالا گیا تو اندیشہ ہے اندر سے مجھے خاک کردیں اس لئے ضروری سمجھ رہا ہوں کہ اس کیفیت کا اظہار جو مجھ پر طاری تھی آپ حضرات کے سامنے بیان کروں۔

میں اپنے کمرہ میں بیٹھا کچھ لکھ پڑھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو قاری عبد الباری کی آواز تھی وہ روکر بول رہے تھے کہ حضرت نہیں رہے، میں نے کہا کہ صاف صاف کہو کون حضرت؟ بولے حضرت حاذق الامتؒ اللہ کو پیارے ہوگئے، اتنا سننا تھا کہ بجلی سی کوند گئی، دل ودماغ نے جیسے کام کرنا چھوڑ دیا، دل کی دھڑکنوں اور تنفس میں ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی، کچھ دیر کے لئے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، ایک طرف یہ سب کچھ

ہوا دوسری طرف میری زبان پر یہ جملے گردش کر رہے تھے کہ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا میں اپنے شیخ کو توانا چھوڑ کر آیا تھا اور جیسے ہنسی خوشی چھوڑ کر آیا تھا ویسے ہی جا کر ملوں گا، ساؤتھ افریقہ کے حالات سے آگاہ کروں گا، یہاں کے رہن سہن اور بود و باش سے واقفیت کراؤں گا، میرے شیخ خوش ہوں گے اور دعائیں دیں گے۔

یہ کہتے ہوئے حضرت کی آنکھوں سے پھر ایک بار آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، تمام حاضرین بالخصوص ڈاکٹر ناصر الدین احمد، الحاج سید افضل پاشاہ، الحاج بابو بھائی صاحبان اور بنگلور کے دوسرے ساتھی اپنے قائد کو اس راہ پر گامزن دیکھ کر ساتھ ساتھ ہو لئے، دل پر قابو پاتے ہوئے کچھ سکوت کے بعد حضرت نے پیر و مرشد کے اوصاف و کمالات تفصیل سے بیان کئے اور اگر تنگی وقت کی انگلیاں سر نہ کھجلاتیں تو نہ جانے کب تک شیخ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے رہتے، یہ تو اہل دل جانتے ہیں کہ محبوب کا تذکرہ جب چھڑ جاتا ہے تو لامتناہی ہوتا ہے، آخر میں حضرت نے پسماندگان خاص کر ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب، ڈاکٹر کبیر الدین احمد صاحب، پیرانی ماں صاحبہ کی ڈھارس بندھائی اور ضبط و صبر سے کام لینے کی ہدایت فرماتے ہوئے بات کو سمیٹا، اب باری تھی حضرت مولانا سعید احمد کشمیری صاحب کی، مولانا کشمیری صاحب حضرت حاذق الامتؒ سے باضابطہ بیعت تو نہیں مگر دل و جان سے حضرت کو چاہتے تھے اور حضرت کو دور حاضر کا ولی کامل مانتے تھے، افسردہ دل بجھے بجھے چہرے سے مائک پر آئے اور "کل نفس ذائقۃ الموت" کے عنوان پر حوالوں اور مثالوں کے سہارے ایک مدلل اور جامع تقریر فرمائی، کشمیری صاحب کی اس تقریر سے اٹھا ہوا طوفان تھم گیا اور مجمع پر طمانیت کا ابر سایہ کناں نظر آیا، اس کے بعد راقم التحریر کو شیخ کے انتقال پر کہے گئے تعزیتی قطعات پڑھنے کو کہا گیا، تعزیتی قطعات سے قبل دو ماہ پہلے کہے گئے عقیدت سے پر یہ چند قطعات پڑھے، ؎

لوگو! کھلا ہوا ہے اپنے مقدر سے باب عشق
نطق ونگاہ بانٹ رہے ہیں شراب عشق
عرفان ذات کے لئے لازم ہے بس یہی
ہر ایک آن پڑھتے رہو باب عشق

جتنے تھے تشنہ لب سبھی سیراب ہو گئے
ذرات ہستی گوہر نایاب ہو گئے
فیض نظر نے شیخ کی کیا کیا بنا دیا
کچھ آفتاب اور کچھ ماہتاب ہو گئے

درویش وقت نے مجھے وہ حوصلہ دیا
قطرہ تھا ایک بحر مصفّا بنا دیا
صحرا میں خاک چھانتی پھرتی تھی زندگی
آوارگی کو جینے کا عرفان دے دیا

قطعات عقیدت کے بعد تعزیتی قطعات جو ''ماہنامہ نقوش عالمؒ'' کے حاذق الامت نمبر میں چھپ چکے ہیں قارئین نقوش عالم میں پڑھ چکے ہوں گے، رسالہ دیکھ کر پڑھنے شروع کئے تو دل بھر آیا ایک ہوک سی اٹھی جو لبوں تک آئی لب کپکپائے اور ہچکیوں میں تبدیل ہو گئے، پورے مجمع نے ہماری نقل کی اور ہم نے آئندہ کسی وقت پڑھنے کا وعدہ کرتے ہوئے اس مرتعش ماحول کو جذباتی بننے سے روکنا چاہا، مگر مجمع کے اصرار پر آنسوؤں کے سایہ میں بہ ہزار وقت قطعات پورے کئے، اسی پر یہ تعزیتی مجلس ختم کردی گئی حضرت مولانا حبان رحیمی صاحب نے دعا فرمائی اور اعلان کیا کہ سبھی حضرات تشریف رکھیں ایک اور اہم فریضہ کی انجام دہی باقی ہے، حیرت زدہ ہو کر لوگ سوچنے لگے کہ اب کیا چیز رہ گئی جس کا اعلان کیا گیا ہے، حضرت مولانا کے حکم سے

جناب سید افضل پاشاہ صاحب اور جناب الحاج عبدالرحمٰن بابو بھائی نے بیگ میں سے ایک سفید پوشاک نکالی اور ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اب آپ یہ کپڑے بدلیں، ڈاکٹر صاحب نے بلا جھجک ''الامر فوق الادب'' پر عمل کرتے ہوئے کپڑے لئے تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر صاحب جو اب تک تہبند اور قمیص میں ملبوس تھے کلیوں دار کرتہ مغلی پائجامہ اور گول ٹوپی میں دکھائی دے رہے ہیں، اس لباس میں ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر سبھی حضرات خوشی سے جھوم گئے، حضرت مولانا حبان رحیمی صاحب مدظلہ العالی تمام متعلقین اور مریدین کے جلو میں ڈاکٹر صاحب کو مطب میں لے آئے، یہاں سبھی حضرات نے مل کر ڈاکٹر صاحب کے سر پر دستار خلافت باندھی اور دو ڈھائی ماہ سے خالی حضرت حاذق الامتؒ کی مسند پر بٹھایا، حضرت حاذق الامتؒ کا مقرب اور چہیتا خلیفہ ہونے کے ناطے اپنے حق کا جائز استعمال کرتے ہوئے حضرت مولانا حبان صاحب مدظلہ العالی نے ڈاکٹر صاحب کو اجازت وخلافت پیش کی، اس کاروائی سے تمام شرکاء بہت خوش ہوئے سب کی زبان پر تھا ''حق بحقدار رسد'' ویسے ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی صاحب کی دلی خواہش تھی کہ یہ حق حضرتؒ کے بڑے فرزند ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب جو حضرت مسیح الامتؒ سے بیعت بھی ہیں کو ملنا چاہئے، مگر چونکہ ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب کا مستقل قیام مدراس میں ہے پر تابمبٹ آ کر نہیں رہ سکتے اس خیال کے پیش نظر ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کو جانشینی اور خلعت خلافت سے حضرت مولانا حبان صاحب نے سرفراز فرماتے ہوئے یہ ذمہ داری سونپی، اس مبارک کاروائی سے فارغ ہو کر نماز مغرب پڑھی اور چائے سے فراغت کے بعد یہ قافلہ بنگلور واپس ہو گیا، اللہ تعالیٰ حضرت حاذق الامتؒ کے فیضان کو جاری وساری رکھے، آمین۔

☆☆☆

فخر العلماء حضرت محمد ایوب رحمانی صاحب (گڑیاتم) دامت برکاتہم

کی طرف سے مبارکباد و تائید

تحریر: حضرت مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی
خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت، خطیب وامام مسجد سبحانی اپ نگر بنگلور

مورخہ ۲۲؍ جولائی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات آستانہ عالیہ حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ حاضری کا شرف حاصل ہوا، خانقاہ حاذق الامتؒ میں پہنچ کر نماز ظہر ادا کی گئی، ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم نے امامت فرمائی، بعد نماز حضرت والا کا دستر خوان نعمت چنا گیا جو اپنی ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے، بعد طعام حضرت مولانا ایوب رحمانی صاحب دامت برکاتہم (گڑیاتم) بنگلور سے آنے والے معزز مہمانان کرام عالی جناب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم، محترم ڈاکٹر اظہار افسر صاحب مدظلہ، سید افضل پاشاہ صاحب اور بابو بھائی صاحب کی آمد پر ایک خصوصی مجلس کا انعقاد ہوا حسن اتفاق احقر محمد الطاف عزیز قاسمی بھی بنگلور سے اس قافلہ کے ساتھ تھا، شہر کے معظم ومحترم حضرات نے بھی شرکت فرمائی، محترم ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم کے مسند خلافت ومجاز بیعت ہونے کے

بعد یہ گویا اس قسم کی ایک پہلی تقریب تھی جس میں خاص موضوع اور دھیان اسی بات پر رہا کہ ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کو جو کام سپرد ہوا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اس تقریب میں خصوصی اور اہم بات حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمانی دامت برکاتہم کی رہی، آپ نے قرآن پاک کی آیت "لئن شکرتم لازیدنکم" تلاوت فرما کر علاقہ کی چہ میگوئیاں جو تھیں ختم فرمادیں، مولانا نے فرمایا کہ ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور حضرت مولانا محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ کا احسان ہے کہ آپ نے اس خانوادہ پر پوری توجہ فرمائی ہے اور اس سفر کو آگے بڑھانے میں پوری مدد فرما رہے ہیں، مولانا محمد ایوب صاحب رحمانی نے فرمایا کہ میں آج اس مجلس سے متاثر ہوا ہوں اور احساس ہوا کہ اصلاح کے لئے بزرگان دین سے تعلق رکھنا اور وابستہ رہنا ضروری ہے، فرمایا کہ میں آج کے بعد بھی ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ رکھوں گا اور مجلس میں شرکت کروں گا، مولانا نے بہت سی چیزیں بیان فرما کر کچھ واقعات بھی سنائے، آخر میں حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمانی نے فرمایا کہ محترم ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم اپنے والد محترم کے صحیح جانشین ہیں اور موصوف کی نگرانی میں حضرت حاذق الامتؒ کی خانقاہ کے سارے کام انجام دیا کرتے تھے، میں ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور پوری تائید کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ناصر الدین کے ذریعہ صلاح وفلاح کے چشمے جاری وساری فرمائے، آمین۔ آخر میں حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ نے اپنے مخصوص وغمگین انداز میں مختصر طور پر قرآن پاک کی آیت "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" کی تلاوت فرما کر آپ نے یہ بات واضح فرمائی کہ حضرت مولانا ایوب صاحب رحمانی دامت برکاتہم نے میرے متعلق جو فرمایا

ہے تو میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ امانت تو اسی خاندان کی تھی وہ اس خاندان کو واپس کردی گئی، میرا احسان کیا ہے میں تو خادم تھا اور آج بھی خادم ہوں خدمت کرتا رہوں گا، یہ میری سعادت مندی ہے اور میں مولانا محمد ایوب صاحب رحمانی دامت برکاتہم سے خاص گذارش کرتا ہوں کہ آپ یہاں اپنی آمد ورفت رکھیں اور حوصلہ افزائی فرمائیں اور ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب کا ساتھ دیں، اس سے پہلے خصوصی تقریب کو شروع کرتے ہوئے مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی نے "اولـــــئك الذين انعم الله عليهم من النبيين و الصديقين، الخ" آیت تلاوت فرما کر یہ بات ظاہر فرمادی کہ دینی کام کرنے کے لئے صالح ہونا ضروری ہے، نبی صالح ہے، شہید صالح ہے، صدیقین صالح ہیں لیکن ہر صالح نبی، شہید اور صدیق نہیں ہوتا ہے، لہذا ڈاکٹر ناصر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم کے اندر صلاحیت ہے صالح ہیں تو کام ان سے اللہ تعالیٰ لیں گے، اعتراض کی کیا بات ہے، آخر میں حضرت مولانا حکیم محمد ادریس حبان رحیمی صاحب دامت برکاتہم کے دعائیہ کلمات پر ہی پروگرام اختتام پزیر ہوا، اس موقع پر مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت فرمائی، محترم جناب محمد صادق صاحب زید مجدہٗ پرنامبٹ، حافظ محمد امجد صاحب، حافظ محمد الیاس صاحب، جناب متولی محمد اقبال صاحب زید مجدہٗ، جناب عبدالمنور صاحب، جناب عتیق اللہ صاحب زید مجدہٗ، عزیزم محمد رفیع الدین سلمہٗ، عزیزم حسان سلمہٗ کے نام قابل ذکر ہیں، بوقت عصر پرنم آنکھوں سے یہ مبارک قافلہ بنگلور کے لئے رخصت ہوا۔

☆☆☆

رفقاء وہم عصر حاذق الامتؒ

- سعید الملت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، امام وخطیب چوک مسجد
- حضرت مولانا ذاکر رحیمی صاحب، امام وخطیب جامع مسجد
- حضرت مولانا کتوال فاروق احمد صاحب، امام خطیب نواب دریا خان مسجد
- حضرت مولانا پیر محمد عبد الواجد صاحب، امام وخطیب روڈ مسجد
- حضرت مولانا یوایوب صاحب، نائب امام چوک مسجد پرنامبٹ
- حضرت مولانا تجاور محمد باشاہ صاحب، امام بانج مسجد پرنامبٹ
- حضرت مولانا آمنہ عبد الرزاق صاحب، امام وخطیب چار مینار مسجد
- حضرت مولانا ٹیکار عبد الرزاق صاحب، امام وخطیب کتوراوٹی
- حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب، استاذ مدرسہ اشاعت الحسنات
- حضرت مولانا چتانے خلیل احمد صاحب
- حضرت مولانا حکیم محمد امین صاحب
- حضرت مولانا حکیم سعید افسر باشاہ صاحب، گڑیاتم
- حضرت مولانا نظیر عبد الحق صاحب اشہر، امام وخطیب سنتھ ریٹ گڑیاتم
- حضرت مولانا اہل اللہ صاحب، خانقاہ مسیحیہ
- حضرت مولانا مفتی اشرف علی صاحب، ناظم سبیل الرشاد بنگلور

- حضرت مولانا جعفر علی صاحب، امام و خطیب جامع مسجد آمبور
- حضرت مولانا یعقوب صاحب، امام و خطیب گڑیاتم
- حضرت مولانا ایوب رحمانی صاحب، ناظم مدرسہ سعیدیہ گڑیاتم
- حضرت مولانا سلام اللہ صاحب، وانمباڑی
- حضرت مولانا نجم الحسن صاحب، ناظم مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
- حضرت مولانا عابد علی خان صاحب، جماعت تبلیغ حیدرآباد
- حضرت مولانا مفتی مجاہد الاسلام صاحب، بہار
- حضرت مولانا شفیق خان صاحب، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سیلم
- حضرت مولانا عبداللہ صاحب، ناظم مدرسہ ترچی
- حضرت مولانا تنویر الحق صاحب، کراچی پاکستان
- حضرت مولانا وکیل احمد شیدائی صاحب، لاہور پاکستان
- حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب، ناظم مدرسہ لاہور پاکستان
- حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب، داماد مسیح الامتؒ جلال آباد

مدرسہ لطیفیہ حضرت مکان ویلور کے تین بزرگ

- اعلیٰ حضرت
- پیر حضرت
- میراں پاشاہ حضرت
- عامل کامل مولانا ابوبکر صاحب، مدرسہ لطیفیہ ویلور
- حافظ حکیم اخلاق احمد صاحب، نیلور
- حکیم بشیر الدین صاحب، نیلور

- حکیم غفار میاں صاحب، کرنول
- حکیم سید خلیفۃ اللہ صاحب، مدراس
- حکیم ایس کے قادری صاحب، مدراس
- حکیم مبارک علی صاحب، پرنامبٹ
- حکیم سید نظیر باشاہ قادری صاحب، کرنول
- حکیم مبین صاحب، ممبئی
- حکیم عزیز الرحمٰن صاحب اعظمی، مدراس
- حکیم وید پرکاش، پنجاب
- حکیم طارق چغتاوی، لاہور پاکستان
- حکیم جمال اللہ صاحب، کرنول
- حکیم فیضان صاحب، کلکتہ
- جے حاجی محمد ادریس صاحب، پٹیل صاحب نواب دریا خان مسجد
- پیر محمد حاجی عبد الماجد صاحب
- محمد غنی عبد الرشید صاحب
- چیری حاجی عزیز الرحمٰن صاحب
- آڈیٹر عبد المالک صاحب، مدراس
- آڈیٹر سید اختر باشاہ صاحب، مدراس
- گنیار محمد صالح صاحب
- سی ایم حاجی بشیر احمد صاحب
- خطیب اقبال احمد صاحب، سابق چیرمین
- خطیب شہاب الدین صاحب، آمبور

- سی ایم فضل الرحمٰن صاحب، ہیڈ ماسٹر
- حبیب الدین صاحب، ہیڈ ماسٹر

☆☆☆

اساتذۂ کرام حاذق الامتؒ

- مولانا الحاج حکیم عبدالباری صاحب
- حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب
- شیخ الحدیث حضرت مولانا نثار احمد صاحب
- حضرت مولانا کتوال عبدالرشید صاحب
- حضرت مولانا الحاق صاحب، وی کوٹہ

☆☆☆

عاشقانِ حاذق الامتؒ

- چتانے حاجی عبدالوہاب صاحب اور چتانے حاجی ارشاد احمد صاحب: فرماتے ہیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ایسا محسوس ہورہا ہے کہ ابھی ہمارے والد کا انتقال ہوا ہے۔
- چتانے حاجی اسعد احمد صاحب: ایسا محسوس کررہے ہیں کہ شہر پرنامبٹ میں Heart Specialist نہیں رہے، جو بھی حضرتؒ کو دیکھتا انہیں کا ہوکر رہ جاتا، اور کیا لکھوں کہاں سے لکھوں سمجھ میں نہیں آتا۔
- کتوال محمد صادق صاحب
- ابوالحسن اقبال احمد صاحب
- آمبور سلیم حضرت صاحب
- مولانا امجد علی صاحب
- مولانا عثمان صاحب
- مولانا مفتی ظفر احمد صاحب، مدراس
- مولانا فیصل احمد صاحب، مدراس
- مولانا سکندر احمد صاحب، مدراس
- مولانا شاکر احسن صاحب، ویلور

- مولانا مفتی سعدی صاحب
- مولانا مفتی اویس صاحب، بنگلور
- مولانا مفتی سہیل احمد صاحب، وانمباڑی
- مولانا مفتی صلاح الدین صاحب، آمبور
- مولانا سعید الدین صاحب، امام وخطیب مدراس
- مولانا محمد عمر صاحب
- مولانا تقی الدین صاحب، امام وخطیب گڑیاتم
- مولانا عارف احمد رحیمی
- حافظ ابوبکر عارف صاحب
- مولانا مفتی شفیق احمد صاحب، ویلور
- نوالی حاجی محمد باشاہ صاحب
- پناکی فضل الرحمٰن صاحب
- گنیار ابراہیم صاحب
- گنیار عبدالرزاق صاحب
- نوالی فضل الرحمٰن صاحب
- کورٹے حاجی عبدالحکیم صاحب
- مولانا عبدالودود صاحب
- کاما لیپے عبدالحلیم صاحب
- سید سراج صاحب، کے جی ایف
- مینگار عبدالغفار صاحب
- وشارم عبداللہ باشاہ صاحب

- چنڈیلی شبیر احمد صاحب
- کاکا مولانا انیس احمد صاحب
- کاکا عبداللہ باشاہ صاحب، عمرآباد
- مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی صاحب، عمرآباد
- مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، عمرآباد
- عالی جناب سید افضل پاشاہ صاحب، سکریٹری دارالعلوم محمدیہ بنگلور
- عالی جناب الحاج عبدالرحمٰن عرف بابو بھائی، رکن دارالعلوم محمدیہ بنگلور
- الحاج سید کلیم اللہ صاحب، رکن دارالعلوم محمدیہ بسون گڑی بنگلور
- سید اکبر پاشاہ، سید انصر پاشاہ، سید افسر پاشاہ ماولی بنگلور
- الحاج عبدالرزاق صاحب، صدر مسجد النور مڑی وال
- الحاج عنایت اللہ شریف، مڑی وال بنگلور
- قاری محمد عبدالباری حبانی، مدرسہ حسنیہ بنگلور
- عالی جناب انصار صاحب، کرناٹکا فرنیچر ایلنکا بنگلور

شاگردانِ حاذق الامتؒ

- ڈاکٹر حکیم اکبر کوثر صاحب
- ڈاکٹر نعیم احمد صاحب
- ڈاکٹر محمد صالح صاحب

مزید پندرہ احباب وانمباڑی وترپاتور سے ہفتہ میں دو تین مرتبہ آکر طب کا سبق حاصل کرتے تھے۔

- حضرت مولانا عبدالمنان صاحب، انجینئر حرم مکہ
- حکیم وصی اللہ صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد حضرت حاذق الامتؒ اپنے پاس بٹھا کر روزانہ صبح میں ایک دو گھنٹے پڑھاتے تھے، حکیم وصی اللہ صاحب کے ساتھ ساتھ میں (ناصرالدین) بھی طب کے اسباق میں بیٹھا کرتا تھا تاکہ حکیم وصی اللہ صاحب کو پڑھنے میں حجاب نہ ہو۔

اس طرح حضرتؒ کے پاس ہر قسم کے شاگرد آتے تھے اور فیضیاب ہو کر جاتے تھے، حضرت کے یہاں خواہ کوئی عالم ہو، خواہ حکیم ہو، خواہ حافظ ہو، خواہ قاری ہو، خواہ مفتی ہو اور خواہ کوئی بندۂ خدا ہو ہر کس و ناکس کا علاج ہو جاتا تھا۔

☆☆☆

خلفاء ومجازین حضرت حاذق الامتؒ

● حضرت مولانا غلام الرحمٰن: آپ کا اصل وطن مغربی بنگال ہے، آپ مدرسہ محمودیہ صدیقیہ محمودنگر کورٹ گرہ ٹمکور کے بانی ومہتمم ہیں، کورٹ گرہ واطراف ٹمکور میں متوسلین ومریدین بھی آپ کے ساتھ سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

● حضرت مولانا اشرف علی صاحب فیضی: آپ تمل ناڈو کے رہنے والے ہیں، گلبرگہ کرناٹک کے مشہور معروف شہر کے آپ رہنے والے ہیں، آپ ایک ٹرانسپورٹ چلاتے ہیں، الیکٹرانک تاجر ہیں، قوم وملت کا نہایت درد رکھتے ہیں، آپ تصنع وبناوٹ سے پاک وصاف نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

● حضرت مولانا محمد عثمان صاحب مدظلہ العالی: آپ تمل ناڈو کے رہنے والے ہیں اور جامعہ باقیات الصالحات ویلور جنوبی ہند کی مشہور دینی اسلامی درسگاہ کے ناظر (مہتمم) ہیں، آپ کا شمار جنوبی ہند کی علمی شخصیات میں ہوتا ہے، اکابر علماء میں آپ کا شمار ہے، خاموش طبع اور اپنے کاموں کو لگن وذمہ داری سے انجام دیتے ہیں، نام ونمود اور ریاکاری سے آپ دور ہیں۔

● حضرت مولانا رئیس الاسلام صاحب مدظلہ العالی: آپ بزرگ اور عمر رسیدہ ہیں اور جامعہ ازہر مصر سے فارغ ہیں اور جامعہ باقیات الصالحات کے صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، اہل علم خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کا

شمار جنوبی ہند کے بزرگوں اور اکابر علماء میں ہوتا ہے، آپ اپنے شیخ کے عاشق تھے اور حضرتؒ سے بے حد محبت اور تعلق رکھتے تھے، حضرتؒ کے وصال کی خبر سن کر ضعیفی میں شریک نماز وجنازہ ہوئے، شیخ کے قدموں کو اپنے کندھوں پر سر پر رکھ لیا۔

● حضرت مولانا قاری مخدوم صاحب: آپ عمر رسیدہ اور بزرگ شخص ہیں، علمی صلاحیتوں سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے، آپ مدرسہ...... کے بانی و مہتمم ہیں، آپ نے اپنے علاقہ میں کفر والحاد اور بدعات کا خاتمہ کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں ہیں، آپ اس علاقہ میں دینی ودنیاوی خدمات انجام دیتے ہیں، بہت مقبول و معروف ہستی ہیں، آپ اخلاص کے نمونہ ہیں، جلال آباد سے تعلیم حاصل کی ہے، حضرت مسیح الامتؒ کے شاگرد ہیں، اسی نسبت پر حضرت حاذق الامتؒ سے رجوع ہوئے اور پرنامبٹ تشریف لاکر بیعت سے سرفراز ہوئے، حضرت حاذق الامتؒ نے آپ کی اس بے نفسی اور تواضع واپنائیت پر خلافت سے سرفراز فرمادیا۔

● حضرت مولانا سہیل احمد صاحب زید مجدہم: آپ جواں عمر عالم فاضل ہیں اہل اللہ سے بہت تعلق رکھتے ہیں، آپ کو معرفت وراہِ سلوک کا بہت شوق تھا، آپ کیرلا کے رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مختلف مدارس ومساجد میں خدمات انجام دے چکے ہیں اور کیرلا ہی میں قیام ہے۔

● حضرت مولانا قبلہ شاہ محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ مسیح الامتؒ دنیا کی مشہور ومعروف اصلاحی کاموں میں مصروف ہستی کے دو صاحبزادگان ایک مولانا عبدالمعید صاحب اور دوسرے عبدالباری صاحب ہیں، حضرت حاذق الامت سے حج بیت اللہ کے موقع پر ملاقات ہوئی، دونوں حضرات نے بیعت فرمائی اور حضرت والا نے دونوں صاحبزادگان کو حضرت والاؒ نے خلافت سے سرفراز کیا، آپ پاکستان میں بیت الاشرف باغ حیات سکھر قصبہ کے رہنے والے ہیں۔

● حضرت مولانا الطاف عزیز قاسمی مرزا پوری: حضرت حاذق الامتؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، آپ حضرت والاؒ کے ساتھ سفر و حضر میں ساتھ رہے ہیں اور جب کبھی کچھ دنوں کے لئے گھریلو مصروفیات کی وجہ سے غیر حاضر ہو جاتے تو حضرت والاؒ خود یاد فرمایا کرتے اور پرنامبٹ آنے کا حکم فرماتے، آپ کو بھی حضرت والاؒ کے بغیر چین و سکون نہیں رہتا تھا، اسی لئے کسی نہ کسی بہانے اور حیلہ سے پرنامبٹ بار بار حاضر ہوتے رہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت والاؒ کے ملفوظات اور مواعظ و اصلاحی بیانات اور مقامی و بیرونی مجالس کو آپ نے قلمبند فرمایا اور حضرت والاؒ کی حیات مبارکہ ہی میں "انتساب یا احتساب، الطافِ زکیہ، افاداتِ زکیہ" کے نام سے ملفوظات کے گرانقدر مجموعات طبع ہو کر منظر عام پر آئے اور حضرت والاؒ کے پند و نصائح قلمبند کرنے کا کام آپ ہی کے سپرد کیا گیا، اور آپ اس کام کو بحسن و خوبی انجام دے رہے تھے، لیکن اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کو اپنی بارگاہ میں طلب فرمالیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خصوصیت اور سعادت تمام خلفاء میں صرف اور صرف حضرت مولانا محمد الطاف عزیز قاسمی صاحب کو حاصل ہے کہ حضرت والاؒ کی حیات میں آپ حضرتؒ کے ہمسفر رہے اور جس روز حضرت والاؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اس وقت بھی حضرت مولانا موصوف آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے اور تمام تجہیز و تکفین میں برابر شرکت فرمائی اور تمام متوسلین و متعلقین کو حضرت کے اس سانحہ کی ہمت کر کے خبریں پہنچائیں اور آنے والے حضرات کو تسلی و تسکین دلانے کے ساتھ ساتھ حضرت والاؒ کے اہل خانہ کو بھی بہت حوصلہ اور ہمت دلائی، اور بڑھ چڑھ کر اس غم میں برابر شریک رہے۔

● حضرت مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی ندوی مدظلہ دیوبند: حضرت مولانا مفتی محمد احسان قاسمی ندوی مدظلہ نائب مہتمم دارالعلوم وقف کو بھی اللہ تعالیٰ نے

عجیب صفت عطا فرمائی ہے کہ دن رات، صبح وشام ہمہ وقت طلباء کی فکر مدرسہ کی فکر اجلاس میں تقاریر فتویٰ نسویسی اور ہر نئے مسئلہ پر غور وتفکر کرنا مزاج بن گیا ہے رات میں دو بجے سوتے ہیں پھر دن بھر مشغول رہتے ہیں غور وتفکر اور تدبر کے لئے اپنی تمام تر صلاحیت کو استعمال کرتے رہتے اور میدان عمل میں جوانمردی کا مظاہر فرماتے ہیں۔

میرے پیر ومرشد حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد حاذق الامتؒ نے آپ کو اجازت خلافت عطا فرمائی ہے اس لئے آپ صاحب نسبت بھی ہیں گویا عالم بھی ہیں مفتی بھی ہیں مفکر بھی ہیں شیخ بھی اور مبلغ بھی ہیں اللھم زد فزد اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور خوب صحت وقوت عطا فرمائے۔ آمین۔

● حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی فاضل دیوبند: آپ نے ڈاکٹر کی حیثیت سے ایم ڈی، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں، ایک ماہر طبیب ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے نبیرۂ کلاں حضرت حکیم نفوں میاں سے آپ نے حکمت کی تعلیم حاصل کی، اسی دوران حضرت گنگوہیؒ کے نبیرہ پیر کامل حضرت مولانا مصطفیٰ کامل صاحبؒ نے آپ کو راہِ تصوف ومعرفت دکھانے کے ساتھ ساتھ بیعت وجازت عطا فرمائی اس وقت آپ کی عمر صرف تیئس سال تھی، ان کے بعد آپ ہمیشہ کسی صحیح اور حقیقتاً پیر کامل کی جستجو میں رہے آخر ایک طویل مدت کے بعد آپ کی ملاقات حضرت حاذق الامتؒ سے ہوئی، اور حضرتؒ نے آپ کو پہلی ہی ملاقات میں خلافت اور اجازت سے سرفراز فرمایا، آپ نے کہا کہ حضرت میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن آپؒ نے فرمایا کہ میں نے اجازت دے دی اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس سلسلہ میں چنتا ہے لہٰذا اب کسی حیل وحجت کی ضرورت نہیں، اس اہمیت کو سمجھو اور لوگوں کی اصلاح اور خدمت کرتے رہو!

آپ کا تعلق حضرت والاؒ سے بہت گہرا تھا، حضرت والاؒ آپ سے اور آپ

حضرت والاؒ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے، جب حاضری میں تاخیر ہو جاتی تو فون پر فون کیا کرتے کہ حبان صاحب اتنی تاخیر کیوں؟ میں کب سے تمہارا منتظر ہوں۔ آخر وقت میں حضرت والاؒ آپ کو بے حد یاد فرماتے رہے، اس وقت آپ ساؤتھ افریقہ کے دورہ پر تھے جس کی وجہ سے شریک جنازہ نہ ہو سکے۔

آپ ایک ادارہ دارالعلوم محمدیہ کے بانی بھی ہیں و مہتمم بھی، اس کے علاوہ بہت سے مدارس و انجمنوں کے سرپرست بھی ہیں۔ آپ ایک اردو رسالہ ماہنامہ نقوشِ عالم کے نام سے نکالتے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں تصوف اور معرفت کے عنوان پر "تصوف کی حقیقت، انوار السالکین" اور کئی شاہکار تصانیف عوام و خواص میں بے انتہا مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

● حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب نوراللہ مرقدہٗ باقیات الصالحات ویلور تمل ناڈو کے رہنے والے تھے، آپ کو حضرت والاؒ سے بیعت و اجازت ہے۔

● حضرت مولانا غلام کبریا صاحب آرزو: کا تعلق مدرسہ اسلامیہ قاسم العلوم اچھرا علی گڑھ یوپی سے ہے، آپ کو بھی حضرت والاؒ سے گہرا تعلق تھا اور حضرتؒ کے مجازین و خلفاء میں آپ کا شمار ہے۔